

شاهجہان شاہ



شاہجہان شاہ

غرضقرا کیڈمی پاکستان کرچی



PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



پی ڈی ایف (PDF) کتب حاصل کرنے اور واٹس ایپ گروپ «کتاب کارنر»
میں شمولیت کے لیے مندرجہ بالا نمبرز کے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے۔ شکریہ

غالب اور عصر غالب

(غالب پر چند تحقیقی مقالات)

ڈاکٹر محمد انیس قادی

غضنفر اکیڈمی پاکستان - کراچی

(محمد حقوق محفوظ ہیں)

براول - - - - ۱۹۸۲ء
طابع - - - - اساتذہ پریس کراچی



ملنے کا پتہ
شمارت علی E.S. ماڈرن کالونی
منگھو چروڈ کراچی ۱۶

زن ۲۹-۲۱۳

فہرست مضامین

۷	انتساب	
۹	پیش لفظ	ڈاکٹر محمد ایوب قادری (مؤلف)
۱۱	تعارف	ڈاکٹر مسیح الدین عتیق
۱۹	۱۔ نواب الہی بخش خاں معروف کا غیر مطبوعہ کلام	
۳۵	۲۔ غالب اور سرسید احمد خان	
۴۸	۳۔ غالب اور غیاث اللغات	
	۱۔ تصانیف مولوی غیاث الدین	۲۔ غیاث اللغات
۷۶	۴۔ غالب سے معاصرین کی ادبی پھیر چھاڑ	
	۱۔ اخیر حسن خاں بھٹل	۲۔ خلیفہ احمد علی احمد
	۳۔ مولوی علی بخش شرر	۴۔ مولوی داریت علی ملکین
	۵۔ احسن بگڑای	۶۔ شعری کشمیری
۹۹	۵۔ غالب اور عمار پورہ	
	۱۔ چودھری غلام رسول	۲۔ چودھری عبدالغفور سرور
	۲۔ عنایت الہی	۳۔ عبدالعزیز ضیا
	۵۔ شیخ عطا حسین عطا	۶۔ حکیم اشفاق علی زکی
	۷۔ مولوی فضل احمد پوری	۸۔ صاحب عالم
	۹۔ سید عالم	۱۰۔ شاہ عالم
	۱۱۔ مقبول عالم	۱۲۔ محمد امیر

۱۳۔ صفیر بنگالی

۱۴۔ ہرکات حسن

۱۵۔ سید آل محمد

۱۶۔ غالب کے چند شاگرد

۱۲۷

۱۔ مولوی سلطان حسن خاں سلطان

۱۔ مفتی سید احمد سید

۲۔ خاں بہادر شجاع خاں خاں خاں خاں خاں خاں

۲۔ مولوی محمد حسین مختار

۳۔ شیخ صادق علی سوزاں و سوزاں

۳۔ مولوی عزیز الدین عزیز الدین

۴۔ مولانا محمد امجد علی

۵۔ غالب اور رومی کی گفتگو

۱۲۸

۱۔ تلامذہ غالب بیکہ واسطہ

۱۔ تلامذہ غالب

۲۔ مولانا فضل رسول بہاؤی

۲۔ شیخ نور

۳۔ مولوی محمد القادر رام پوری

۴۔ غالب تذکروں میں

۱۔ بیاضی افروز

۲۔ تنگہ غنیمت

۳۔ انتخاب یادگار

۴۔ تاملوس المشاہیر

۵۔ انتخاب زری

۶۔ داستان تاریخ اردو

۷۔ احوال نامہ

۸۔ مروجہ کتب علی خاں غازی

۹۔ غالب شناسی

۱۰۔ نظامی بہاؤی

۱۱۔ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری

۱۲۔ امتیاز علی عروسی

۱۳۔ اکبر علی خاں

- ۴ - فی اکثر خاں احمد فاروقی
 و - فی اکثر جماعت بریلوی
 ز - پر وفیسر آل احمد سرحد
 ح - پر وفیسر حامد حسن قادری
 ط - ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی
 ع - ڈاکٹر عابد رضا بیدار
 ک - پر وفیسر یوسف سلیم چشتی
 ل - کرشن چندر پوری
 م - صادقین

- ۸ - بانڈاز غالب
 ۹ - مطبوعات غالب
 ۱۰ - مطبوعات غالب
 ۱۱ - میگزین اسلامیہ کالج بریلی وغالب نہیں
 ۱۲ - مقالہ نگاران غالب
 ۸ - مطائبات غالب
 ۹ - قطعات تاریخی انتقال و مزار غالب
 ۱ - قطعات

۲۳۰

۲۳۵

- ۱ - مکتوب منشی جعفر حسین دیوبندی
 ۲ - منشی فضل حسین برشتہ
 ۳ - محمد علی جوہا
 ۴ - منیر شکوہ آبادی
 ۵ - منشی دبی پرشاد سحر آبادی
 ۶ - مفتی محمد حسن خاں بریلوی صدہ الصدور
 ۷ - مولوی عبد الحکیم جوہی
 ۸ - شمس الملک مظفر الدین حمید خاں مظفر جنگ
 ۹ - سید آل محمد مارہروی
 ج - تعمیر مزار

- ۱۔ علامہ اقبال، غالب کے مزار پر
 ان حضرات کے ناموں کی فہرست جن کا تذکرہ حواشی میں کیا گیا ہے
 ۱۔ مرزا امان علی خان غالب (مکلفہ)
 ۲۔ شیخ فضل حق عرف غلام سینا ساغر کاکردی
 ۳۔ مولوی غلام جیلانی رفعت رام پوری
 ۴۔ مولوی نور الاسلام حق
 ۵۔ عنبر شاہ خاں آشفۃ رام پوری
 ۶۔ محمد کبیر خاں رام پوری
 ۷۔ حافظ شاہ جمال اللہ رام پوری
 ۸۔ مولوی رکوش علی جون پوری
 ۹۔ ابوالفضل محمد عباس شروانی رفعت
 ۱۰۔ جعفر حسین دیوبندی
 ۱۱۔ منشی جمال الدین مدار المہام مجدد پالی۔
 ۱۲۔ شاہ ولد علی مذاق بدایونی۔
 ۱۳۔ کفایت علی کاتی
 ۱۴۔ معین الدین نرہٹ
 ۱۵۔ شاہ عبدالغنی مجددی
 ۱۶۔ سید ظہیر الحسنی
 ۱۷۔ منشی دیبی پرشا و سحر بدایونی

کتابیات

انتساب

بخدمت

محمد طفیل صاحب مدیر "نقوش" لاہور

جنہوں نے اس کتاب کے دو مقالے "نقوش" میں شائع
کئے اور ایک مضمون "غائب اور روہیل کھنڈ" پر باند از خاص
اظہار پسندیدگی فرمایا۔

محمد الیوب قادری

پیش لفظ

مرزا غالبؔ تا بہرہ سوز گارِ شخصیت تھے، شعرو شاعری میں خاص انداز و طرز کے مالک، مشہرے اردو خطوط فرمیں کو وقار بخشا اور اردو نثر نگاری کو ایک نیا آہنگ دیا۔ اس وقت کی سوسائٹی میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے ان کا معلقہ تلمذ و احباب بھی وسیع تھا۔

مرزا غالبؔ کی زندگی یہی ہیں ان کے کام اور حالات سے دل چسپی شروع ہوئی تھی۔ ان کے دو ادیب، تقریبات، کلیات اور خطوط کے مجموعے شائع ہوئے اور ان کے حالات لکھے گئے۔

بیسویں صدی عیسوی میں جدید تعلیم یافتہ حضرات نے مرزا غالبؔ کو بانداز خاص دریافت کیا، غالبؔ شناسی کا نیا دور شروع ہوا اور اچھا خاصا کام ہوا۔ ۱۹۶۹ء میں مرزا غالبؔ کے انتقال کو سو سال ہوئے بڑے عظیم پاک دہندہ میں غالبؔ صدی تقریبات کا سلسلہ شروع ہوا بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں اس کی صدائے بازگشت گونجی۔ ان تقریبات کے تعلق سے غالبؔ پر خوب کام ہوا اور غالبؔ شناسی میں اضافہ ہوا۔

اس موقع پر خاکسار نے غالبؔ سے متعلق دو مضامین لکھے جو مختلف رسائل

شفیع نقوش (لاہور) اردو (کراچی) صحیفہ (لاہور) العلم (کراچی) ادب لطیف
 (لاہور) قومی زبان (کراچی) اور مجدد و صحت (کراچی) میں شائع ہوئے اور علی دادلی
 حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے۔

عزیز محترم ثناء علی خاں نے جو میرے استاد مرحوم پروفیسر حبیب اللہ خاں فاضل
 رف ۱۵ فروری ۱۹۷۳ء کے فرزند سعید میں خواہش ظاہر کی کہ وہ ان
 مضامین کو "فضائل اکیڈمی" کی طرف سے شائع کرنا چاہتے ہیں لہذا ان
 پر نظر ثانی کی گئی اور اب ان کو "غالب اور عصر غالب" کے عنوان سے اصحاب
 فکر و فکر خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کتاب کے آخر میں کتابیات بھی شامل
 کر دی گئی ہیں۔

ثناء علی خاں کی خواہش اور اصرار پر عزیز محترم ڈاکٹر مسیح الدین عقیل
 نے مجھ سے تحریری مواد حاصل کر کے تعارف لکھا ہے جس کے لئے میں ان کا شکریہ
 ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیزوں کو ہمیشہ بامراد رکھے۔

محمد الیوب قادری
 ۱۵ فروری ۱۹۸۲ء

۱۷/۱۲/۱۹۸۲ء
 شمال ناظم آباد کراچی ۲۳
 فون ۶۱۶۱۵۸

تعارف

جناب ڈاکٹر معین الدین حنیبل - کراچی

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری اردو دنیا میں ایک ممتاز محقق، مولف اور مترجم کی حیثیت سے خاص شہرت کے حامل ہیں۔ بزرِ عظیم پاک و ہند کی اسلامی تاریخ اور اسماء الرجال ان کی دلچسپی کے خاص موضوعات ہیں۔ اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں کے سبب نہ صرف وہ ایک خاص اہمیت اور مقام رکھتے ہیں۔ بلکہ انھیں علمائے ہند اور ہندوستان کی مذہبی و اسلامی تحریکات پر استناد کا درجہ بھی حاصل ہے۔ ان کا کمال محض یہ نہیں کہ انھوں نے اپنی تمام زندگی نہایت وقیع اور باوقی موضوعات علم و تحقیق کی تلاش و جستجو میں گزار دی اور ہماری تہذیبی و علمی تاریخ کی بعض اہم کتابوں کو ترتیب، محاشی اور ترجمہ کے ذریعہ اردو دنیا سے متعارف کرایا۔ بلکہ انھوں نے علم و تحقیق کے ایسے موضوعات منتخب کئے اور ایسی شخصیات اور تحریکات پر ذرا تحقیق دی جو علمی دنیا کے لئے بالعموم اجنبی اور اس کی رسائی سے دور رہتے ہیں۔

انھوں نے اپنی ساری زندگی اور ساری دلچسپیاں علم و تحقیق کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ سطر زندگی نہایت سادہ اور وسیع شائے ہے۔ فقر و قناعت اور بے نیازی اور خلوص و محبت اور شفقت و پاسداری ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ہیں۔ ان کی محنت اور لگن اور ہافٹشائی اور وقت نظری ان کی زندگی کے ہر انداز اور ان کی مکمل ہونے پر ہر سطر سے ظاہر ہوتی ہے۔

وہ اپنی علمی اور زریسی زندگی کے ذریعہ مفید اور لائق تحسین خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ ان دنوں اردو کالج کراچی میں شعبہ اردو کے صدر اور اپنے علمی و تحقیقی کاموں میں بہت مصروف ہیں۔ اردو کالج میں اہم اسے (اردو) کی تدریس ہوتی

ہے۔ ان کی شخصیت کے ان اوصاف کی تشکیل میں جہاں ان کی فطری تگن اور سخت روحانیت کا دخل ہے، وہیں وہ اپنے خاندان کے ایک شاذ و اریض ورثہ کے بھی حامل ہیں جس کے زیر سایہ ان کے علمی و ادبی مزاج کی تربیت و تعمیر ہوئی ہے۔

ان کے ایک جد اعلیٰ حکیم احمد اللہ لوہے عہد کے نامور عالم اور خطیب تھے ان کا خاندان بدایوں میں تو طبع پذیر تھا۔ مگر وہ ہندوؤں کے عہد میں قصبرِ آفریں (ضلع بریلی) میں آکر آباد ہوا۔ قواب علی محمد خاں والہی و موہلی گھنڈے نے حضرت شاہ نور قازی کی زیارت و واقع منونہ سے متعلق ایک بڑی اراضی وقف کی تھی، اس کے متولی حکیم احمد اللہ تھے۔ ان کے صاحبزادے حکیم حبیب اللہ علم و فضل میں ممتاز ہوئے، حکیم حبیب اللہ کے فرزند حکیم عظیم اللہ قادری بھی علم و فضل میں ممتاز تھے۔ انھیں علم الفرائض اور تجزیہ میں اعلیٰ دستگاہ حاصل تھی۔ "سداوت المیراث"، "کاشف المشیت"، "تفسیر سورۃ العصر" ان سے یادگار ہیں۔ انھوں نے بعض کتابوں پر حواشی بھی تحریر کئے۔ درس و تدریس اور طب ان کے مشاغل زندگی تھے۔ غائباً اجائے راس پور با قواب لا سجد نے انھیں "اشرف المکمل" کا خطاب دیا تھا۔ ان کا انتقال ۱۲۸۳ھ میں ہوا۔

ان کے چار صاحبزادے حکیم الہی بخش، حکیم سعید اللہ، میاں وحید اللہ اور حافظ امام الدین تھے۔ ان میں سے مولوی حکیم سعید اللہ مرحوم سے پروفیسر قادری صاحب کا سلسلہ منسلک ہے، حکیم سعید اللہ (۱۸۲۹ء - ۱۹۰۷ء) سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ خاندانی ہمیشہ طب اور زمینداری سے تعلق رہا۔ کئی کتابیں لکھیں اور کئی کتابوں پر حواشی تحریر کئے۔ ۱۸۵۷ء میں خانی بہادر خاں کی فوج میں بھرتی ہو کر گنگا (ضلع بدایوں) اور کنبہ (ضلع فرخ آباد) میں انگریزی فوج سے مقابلہ کیا۔ انھوں نے ایک فرزند مولوی رحیم بخش (۱۸۵۷ء - ۱۹۲۰ء) یادگار چھوڑے۔ یہ پروفیسر قادری صاحب کے دادا تھے۔ انھوں نے علوم متداولہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ فنِ خطاطی میں کمال حاصل کیا کئی رسالے اور کتابیں لکھیں۔ عربی ادب پر گہری نظر تھی اور ابن عربی کا خاص مطالعہ تھا۔ انھوں نے ایک فرزند مولوی مشیت اللہ قادری (۱۸۸۹ء - ۱۹۵۹ء)

یادگار چھوڑے۔ یہ پروفیسر قادی صاحب کے والد ماجد تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم خلیفہ ضیاء علی سے حاصل کی۔ فارسی کی کتابیں اپنے والد اور مولوی اسماعیل خاں سے پڑھیں اور فارسی میں بہت اچھی قابلیت حاصل کر لی۔ عربی اپنے دادا حکیم عبدالرشید قادی سے تحصیل کی اور کتب متوسطات تک ان سے پڑھیں پھر مولانا سراج الدین شاہ جہانپوری سے کچھ کتابیں پڑھیں اور مفتی حافظ بخش جہا پوری سے تکمیل کی۔ منشی چوگھے لال بے ہندی بھی کچھ بعض دیگر فنون بھی سیکھے۔ فنی شہساری سے بھی دلچسپی تھی۔ تاریخ ادب میں کمال رکھتے تھے۔ تاریخ روہیلکھنڈ اور انساب و رجال پر گہری نظر تھی۔ تبلیغ دین اور مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی۔ مختلف مقامات پر خصوصاً بیٹھی میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۲ء کے دوران قیام میں مناظرے کیے۔ تبلیغ سرگرمیوں میں مصروف رہے اور کئی غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ ترکیب پاکستان کے زبردست مؤید تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ دادو (سندھ) میں مقیم ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔ تاریخ انساب اور رد آریا اور روشید میں ان سے بعض کتابیں یادگار رہیں۔ پروفیسر قادی کے علاوہ عبدالعظیم، عنایت اللہ اور نعمت اللہ ان کے فرزند ہیں اول الذکر نے ۱۹۴۳ء میں جہا پوری میں اور آخر الذکر نے ۱۹۶۱ء میں کراچی میں رحلت پائی۔

پروفیسر قادی صاحب آٹور میں بروز چہار شنبہ ہمارے پچھلے ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء پیدا ہوئے۔ شہر کے ایک مقتدر عالم اور بزرگ مولوی حکیم عبدالغفور نے ان کے کان میں اذان دی اور چار بچے علم سے تاریخ پیداؤش ثنائی۔ حافظ عبدالحداد اور حافظ عبدالغنی سے قرآن کریم پڑھا پھر مدرسہ تعلیم المؤمنین میں تعلیم پائی اور ۱۹۳۹ء میں پرائمری اور ۱۹۴۲ء میں مڈل، درجہ اول میں کامیاب کیے۔ ریاضی میں امتیاز حاصل کیا۔ یہیں سے ۱۹۴۳ء میں ہندی مڈل کا امتحان بھی کامیاب کیا۔ ۱۹۴۶ء میں یو پی بورڈ سے میٹرک کا امتحان بھی درجہ اول میں کامیاب کیا اور اردو اور ریاضی میں پھر امتیاز حاصل کئے۔ اس اثنا میں اپنے والد اور مولوی اسماعیل خاں سے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ میزان و منشعب مولوی حکیم عبدالغفور سے پڑھیں۔ جہا پوری

ان کا تانا بانا وطن ہے۔ اُن کے نانا صاحب و صاحبہ العین بدولتی نہایت دیندار اور صاحب حیثیت بزرگ تھے۔ تعلیم کے سلسلہ میں پروفیسر قادری صاحب چار سال تک بدایوں میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں انھوں نے وہاں سے اسلامیہ کالج میں انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۰ء میں اس کا امتحان کامیاب کیا۔

اپریل ۱۹۵۰ء میں پاکستان کے لئے ہجرت کی اور والد کے ساتھ کچھ عرصہ دادو میں قیام رہا، بعدہ کراچی آکر ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء کو محکمہ رسد و ترقیات حکومت پاکستان میں ملازمت اختیار کرنی اس عرصہ میں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اردو کالج کراچی سے ۱۹۵۶ء میں بی اے کا سیاب کیا اور پھر ۱۹۶۲ء میں جامعہ کراچی سے اردو میں ایم اے کا امتحان درجہ اول میں کامیاب کیا۔

ان کی سرکاری ملازمت کا سلسلہ مئی ۱۹۵۰ء تک جاری رہا۔ اسے ترک کر کے وہ مئی ۱۹۵۰ء سے مارچ ۱۹۶۲ء تک پاکستان ہٹاریکل سوسائٹی میں معاون محقق اور ریسرچ افسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ لیکن ساتھ ہی ستمبر ۱۹۶۲ء سے مارچ ۱۹۶۳ء تک اردو کالج کراچی میں جزوقتی استاد و شعبہ اردو کی حیثیت سے منسلک رہے مگر پھر ۵ مارچ ۱۹۶۳ء سے مستقل لکچرر کی حیثیت سے وابستہ ہو گئے۔ یہ تعلق برقرار ہے اور وہ اب ایک سینئر استاد کی حیثیت میں ایک معزز اور محترم درجہ پر فائز ہیں۔

اس عرصہ میں انھوں نے اپنی علمی و تدریسی حیثیت کے سبب ۱۹۷۵ء میں اردو کالج کی جانب سے "جلال اردو تنقہ" کالج ٹیچرز ایسوسی ایشن کی طرف سے ۱۹۷۶ء میں ایکٹنگ ایڈیٹر میڈل "اردو اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کی جانب سے اسی سال قائد اعظم کی صد سالہ تقریبات کے تعلق سے "تنقہ قائد اعظم" حاصل کئے۔ پھر اس عرصہ میں انھوں نے متعدد قومی اور بین الاقوامی مذہبی، تاریخی اور ادبی کانفرنسوں میں بھی مندوب کی حیثیت سے شرکت کی۔ اور ساتھ ہی بزرگ تعلیم پاک و ہند کے کئی اہم کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا۔ پروفیسر قادری صاحب ابتدائی تعلیمی زندگی ہی سے علم و ادب سے خصوصی لگاؤ

کا اخبار کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح ابتدائی عمر ہی سے انھیں کتابوں کے مطالعہ اور انھیں جمع کرنے کا شوق رہا ہے۔ چنانچہ اس وقت ان کا ذاتی ذخیرہ کتب کی ہزار اہم، نادر و کیاب اور سیکڑوں قلمی نسخوں پر مشتمل ہے۔ جن میں تاریخ، جہاں پر نہایت وسیع اور مفید کتابوں کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ ابتدائی تعلیمی زندگی ہی سے تصنیف و تالیف کا شوق پروان چڑھا اور مختلف رسائل کے لئے مسامینہ لکھنے کی مشق جاری رہی۔ ان کا ابتدائی علمی و تحقیقی کارنامہ مولانا فیض احمد بدایونی کے حالات پر مشتمل ایک کتابچہ تھا، جو مئی، ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ ان کی یہ کاوشیں علمی دنیا میں انھیں متعارف کرانے کا ایک اہم وسیلہ ثابت ہوئی، پھر انھوں نے بہت جلد یکے بعد دیگرے کئی اہم کاوشیں علمی دنیا کے سامنے پیش کیں، جن میں وقائع مبدعہ اور خانی کو علم و عمل کے نام سے دو جلدوں میں اپنے قیمتی حواشی کے ساتھ مرتب کرنا اور مولوی رحمان علی کے معروف اور اہم تذکرہ "علمائے ہند" کو اپنے طویل مقدمہ اور مفید حواشی اور تعلیقات کے ساتھ اردو میں ترجمہ کرنا اور مرتب کرنا شامل ہے۔ علمی دنیا کو چمکانے اور ان کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی تھیں۔ اپنی محنت، دقیقہ ریزی خلوص اور لگن سے ہر وہ تفسیر و ردی صاحب نے ان کتابوں کو پہلے سے کہیں زیادہ مفید اور وقیع بنا دیا۔ ان کتابوں کے منظر عام پر آنے کے وقت تک وہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی سے منسلک تھے۔

اردو کالج سے بحیثیت استاد وابستہ ہونے کے بعد ان کی علمی و تحقیقی تصنیفی سرگرمیوں کا حارہ مزید وسیع ہو گیا۔ اس زمانہ کی کاوشوں میں "مذہب و مہاسیاں جہاں گشت"، "مولانا محمد حسن نانوتوی"، "در باب فضل و کمال" (ربطی، اہل سرخ طریباں اور ان کے علمی کارناموں کا مفصل تذکرہ اور پھر تبلیغ جماعت کا تاریخی جائزہ اور جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء کے واقعات و شخصیات پر ان کی جامع اور وقیع تصانیف ان کے یادگار علمی کارنامے ہیں۔ ان کے علاوہ تراجم میں "عبدعزیز و صایا اربعہ" (شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ)، "مآثر الامراء" (شاہنواز خاں کی تصنیف کردہ تین جلدیام) "ذوق الہی" وغیرہ

دعمراسلم الفارسی پسرودی) اور "سیرالعارفین" (جمالی) اور تربیت و حراستی میں
 قرار بخج جیب (کالاپانی)، عہد جنگش کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ، مقالات یوم
 عالمگیر، تذکرہ نوری (حالات شاہ ابوالحسن نوری مارہروی) اور جنگ نامہ صف اولہ
 و نوب (سپر ر معظم جاسی) وغیرہ ان کی ایسی کاوشیں ہیں جو علمی دنیا کے لئے مستقل
 استفادہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کاوشوں کے ساتھ ساتھ شریک مؤلف کی حیثیت
 سے "خط و خطاطی"، "علی گڑھ تحریک اور قوی قتلین" اور "نقوش سیرت" مستقل اہمیت
 کی حامل بن گئی ہیں۔

ان مستقل اور مفصل علمی و تحقیقی کاوشوں کے علاوہ پروفیسر قادری صاحب نے
 بظہیم پاک دہند کے بلند پایہ اور مقتدر علمی و تحقیقی مہجوں اور رسالوں میں مستقل اہمیت
 کے حامل مقالات اور صفحہ چمکے اور تقریبات کہیں کتابوں پر مقدمات اور ویجاہے
 تحریر کیے۔ علمی اور ادبی صحافت میں بھی ان کا دخل رہا ہے۔ سہ ماہی "بصائر" (کراچی)
 کے اعوانی نائب مدیر اور ماہنامہ "سرحد" (کراچی) کے اعوانی نگراں رہے۔
 اردو کالج کے محلہ "ہرگ گل" کے ایک عرصہ تک نگراں رہے۔ ان کی نگرائی کے زمانہ
 میں انھیں کے اہتمام سے اور ان کی ادارت میں اس مجلس کے سرسید نمبر (فتوح ثانی)
 "تعلیمی پالیسی نمبر" اور "قائد اعظم نمبر" شائع ہوئے۔ اسی طرح (اعلم) (کراچی) کا قالب نمبر
 انھوں نے مرتب کیا۔

یہ وہ کاوشیں ہیں جو بظاہر ماضی کا حصہ ہیں، لیکن دراصل انھیں مستقبل کے لئے
 ماضی کا ایک نہایت وقیع اور قابل فخر ورثہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر قادری
 صاحب کا حال ان کے ماضی سے یقیناً زیادہ وقیع اور اہم ہے اور اسی اعتبار سے یہ
 مستقبل کی علمی دنیا پر زیادہ اثر انداز ہو گا۔ ابھی حال میں انھوں نے مغلیہ عہد کے اہم
 مؤرخ خواجہ نظام الدین احمد کشکی کی ضخیم اور مبسوط تاریخ "طبقات اکبری" کا ترجمہ
 مکمل کیا ہے جو مرکزی اردو بورڈ لاہور شائع کر رہا ہے اور ان دنوں وہ غزنوی عہد کے
 ایک عربی نثر و قبیلہ "ہلمیم" پر ایک تحقیقی کتاب لکھ رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں انھوں نے

پہلے ایک ڈی کی سند کے حصول کے لئے ہمارے کراچی میں ایک مسودہ تحقیقی مقالہ اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ پیش کیا تھا جس پر ہمارے کراچی نے انہیں ۱۹۸۰ء میں ٹرانسکریپٹ کی سند عطا کی ہے۔ یہ مقالہ اشاعت کے لئے تیار ہے اس موضوع پر پروفیسر قادری صاحب کی تخصیص اور اس پر ایک طویل مدت کی جانفشانی یقیناً اس مقالہ کی اہمیت اور اس کے درجہ کا تعین کرنے کے لئے کافی ہے۔

زیر نظر کتاب پروفیسر قادری صاحب کے ان تحقیقی مقالوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے غالب کے تعلق سے مختلف اوقات میں تحریر کیے ہیں، ان میں سے بعض مقالے ایسے ہیں جنہیں بلاشبہ غالبیات کے موضوع پر مفید اور معلوماتی اضافہ کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ ان مقالوں میں نہ صرف غالب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بلکہ ہمارے کلاسیکی ادب اور تاریخ و تہذیب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی متعدد نئی معلومات اور تاریخ و تحقیق کے کئی نئے گوشے اجاگر اور نمایاں نظر آئیں گے۔ ایسے بہت سے پہلو جو اب تک غالبیات — بلکہ تاریخ و تہذیب کے جائزہ میں سمٹ نہیں سکے تھے وہ ان مقالوں کے ذریعہ سے اب وقت عام ہو رہے ہیں۔ یقین ہے کہ جہاں اس کتاب کی اشاعت سے پروفیسر قادری صاحب کی غالبیات سے دلچسپی کا اندازہ ہو سکے گا، وہیں یہ غالبیات کے ذخیرہ میں ایک مفید معلوماتی اور وسیع اضافہ بھی سمجھ جائے گی۔

معین الدین عقیل

نواب الہی بخش خاں معروف کا غیر مطبوعہ کلام

نواب الہی بخش خاں معروف، دہلی کے رئیس، ریاست لوہارو کے جاگیردار صوفی منشی بزرگ، باذوق شاعر اور مرزا غالب کے خسر تھے۔ مرزا غالب اور معروف کے خاندانی میں متعدد رشتہ داریاں تھیں، خیال یہ ہے کہ یہ دونوں خاندان کم و بیش ایک ہی زمانہ میں ترک وطن کر کے ہندوستان پہنچے اس زمانے میں ماوراء النہر میں سیاسی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور کم و بیش یہی حال ہندوستان کا تھا، مگر ان کے گزرے حالات میں بھی مرزا الہی بخش کے چچا شرف الدولہ قاسم جان اور والد مرزا عارف جان نے ہندوستان میں ہاتھ پاؤں ماسے اور اپنی حیثیت بنائی۔ نواب قاسم جان خاصاً سوجہ بوجہ کے آدمی تھے انہوں نے اول معین الملک میر منوگدر پنجاب کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا اور اس کے بعد ذوالفقار الدولہ مرزا انجف خاں (ف ۱۱۹۶ھ) سے تعلقات استوار کئے اور سرکار و دیار میں خوب وقار حاصل کر لیا۔

۱۶۰۰ھ میں ملا حظہ ہو تا تاریخ پنجاب تنقذ احباب از مغنی مہد اکبریم رحمتی محمد حسین کھنوسر (ص ۳۶) و ما بعد لیکن یہ سادہ بیان مرزا قاسم جان کے ہوتے معین الملک کے خاندانی روایات پر مبنی ہے۔ نیز قریب العصر مصنف عبدالقادر کا بیان ملا حظہ ہو علم و عمل روحانی عبدالقادر خانی (جلد اول مرتبہ محمد الیوب قادری دہلوی ۱۹۶۶ء) ص ۳۳، ۳۴، ۳۵۔

نواب قاسم جان کی طرح ان کے بھتیجے نواب احمد بخش خاں بھی سیاسی معاملات میں ذہین رہ سارکتے تھے وہ ان کے راجا بھٹا ور سنگھ کے معتد اور وکیل ہو کر لارڈ لیک کے ساتھ ہندوستان کی جہات میں شریک رہے اور انہوں نے اپنی ذات سے بھی رسد رکھ کر گورنمنٹ کی خدمات انجام دیں۔ جس کے صلے میں سرکار سے فیروز پور جیکر و فیروک ہاگیر عینیت بھٹہ ۱۲۳۳ھ میں احمد بخش خاں کا انتقال ہوا۔

نواب اہلی بخش معروف 'نواب احمد بخش خاں کے چھوٹے بھائی اور صوفی منش بزرگ تھے ان کو سیاست و ریاست سے زیادہ تصوف و شاعری سے واسطہ تھا۔ مشہور ہشتی جہدگ شاہ ضیا الدین جے پوری کے مرید و خلیفہ تھے انہوں نے مروجہ علوم کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ اور فنون سپہ گری میں بھی جہات رکھتے تھے۔ مطبوعہ تذکروں میں ان کے بہت مختصر حالات ملتے ہیں۔ البتہ آپ حیات میں شخص اعلیٰ محمد حسین آزاد نے قدس ۷ تحصیل دی ہے۔ لیکن اس میں رنگ آمیزی کا شبہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ معزوری نہیں ہے کہ آزاد کی ہر بات غلط ہو۔ صاحب النزاع بحث شیخ ابراہیم ذوق سے مشورہ کن کی ہے اور غالباً سب سے پہلے یہ بات منشی خیرا دم علی سندھوی منصف تاریخ جدید لکھنے کے لیے تاریخ جدید کی مسند تالیف لکھے۔ وہ لکھنے میں ملے معروف کے دیوان میں بعض داخل شہادتیں ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مروجہ علوم حاصل کئے تھے۔ نیز دیکھئے عیار الشعراء از نواب چند ڈاکا۔ رولڈ سٹوٹ کا پانچویں ترقی اردو کراچی)۔ ص ۶۳

۱۹۶۱ء ص ۶۸۲ - ۶۸۳

۱۹۶۱ء ص ۶۸۲ - ۶۸۳

۱۹۶۱ء ص ۶۸۲ - ۶۸۳

۱۹۶۱ء ص ۶۸۲ - ۶۸۳

”معروف (دعویٰ قطع نظر شامی کے فقیر بھی تھے معاویہ بندی میں آچے)
 کہ مشورت ذوق سے بھی تھی۔“

ڈاکٹر تنویر احمد علی نے اپنے تحقیقی مقالہ میں معروف کی ایک ایسی غزل کا مکتس
 شائع کیا ہے جو ذوق کے ہاتھ کی کہی ہوئی ہے۔ اور آخر میں ڈاکٹر علی کہتے ہیں:-

”اس شراج کی روشنی میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نواب معروف
 ذوق سے مشورہ سخن میں فرماتے تھے اور کبھی کبھی ہزر گانہ
 فرمائشات بھی کرتے تھے۔ مگر یہ لازمی نہیں کہ ان کا نام تر
 کلام ذوق کا اصلاح دادہ ہو۔“

تقریباً ۱۲۴۰ھ میں نواب الہی بخش معروف کا انتقال ہوا۔ اور ورگاہ نظام الدین لویا
 میں دفن ہوئے۔ (آئینہ غائب از قیامت حیدرآباد ص ۲۰۱)

معروف کے دو دیوان تھے۔ جن میں سے ایک دیوان مرزا نصر اللہ خاں صدر
 محاسب حکومت حیدرآباد دکن کی کوشش و سرپرستی سے ۱۹۲۵ء میں نظامی پریس
 ہ ایمل سے شائع ہوا ہے۔ اس دیوان کی طباعت میں مولانا عبدالحماد قادری ہالونی
 رت ۲۰ جہلاں ۱۲۹۵ء کی ”کوشش بیغ“ شامل تھی۔ اس کوشش بیغ کی شرح یہ
 ہے کہ دیوان کے شروع میں مولانا ہالونی نے ایک مقدمہ شامل کیا ہے۔ جو زیادہ تر
 معروف کے خانہ اہل حالات اور مرزا نصر اللہ خاں کی مدح پر مشتمل ہے۔

طے ذوق، سوانح، اور انتقاد از ڈاکٹر تنویر احمد علی و مجلس قری، دب ۱۹۶۳ء
 ص ۶۶، ۶۷، ۶۸ کے ایضاً ص ۶۸

۱۲۴۰ھ میں مرزا عبدالغفور شاہ رکن ۱۲۹۱ء ص ۱۸۳ گلشن حبیبہ بہار از نصر اللہ
 خاں غوثی (کراچی ۱۹۶۷ء) ص ۲۹۰ وغیرہ میں سنہ وفات ۱۲۳۲ء ہے مگر کیرالین
 نے طبقات اشعار ہند ردی ۱۲۴۵ء ص ۳۸۶ میں سنہ انتقال ۱۲۳۳ء لکھ دیا ہے۔
 ۱۲۴۵ء خواجه عبدالرفیق عشرت نے تذکرہ آب بقا رکن ۱۲۴۳ء ص ۱۸۲ میں بلا تحقیق
 نواب الہی بخش معروف کا مدفن لکھ دیا ہے۔

معروف کے خاندانی حالات اور مرزا نصر اللہ خاں کی مدد پر مشتمل ہے یہ دیوان کے آخر میں نواب مرزا سعید الدین خاں طالب (وفت بحکم سنہ ۱۹۲۵ء) شاہ علی حسن ماسرہروی (وفت ۱۹۲۸ء) مولوی محمد یعقوب حسین منیار بدایونی (وفت ۱۹۲۸ء) اور مجتہد الدین عیش بدایونی (وفت ۱۹۵۵ء) کی تقریظیں اور تھوڑے شامل ہیں۔ جناب مرزا سراج الدین احمد خاں سائل و طبری (وفت ۱۹۴۵ء) مولوی محمد یعقوب حسین منیار بدایونی، منشی قمر الحسن قمر بدایونی (وفت بحکم جولائی ۱۹۴۹ء) اور حاجی عبدالجبار جاتی بدایونی (وفت ۱۹۶۵ء) نے جو قطعات تاریخ طباعت کئے ہیں وہ بھی شامل ہیں۔

مولانا عبدالامد کو دیوان معروف کا مرثیہ ایک نسخہ مرزا نصر اللہ خاں صاحب سے دستیاب ہوا۔ اسی کی اساس پر انہوں نے یہ دیوان طبع کرا دیا۔ دیوان کی صحت کے سلسلے میں مولانا رقم طراز ہیں:

”مجھے اصل دیوان میں کاتب صاحبان کی بے شمار غلطیوں کو درست کرنا پڑا۔ یہ صورت طباعت کے وقت اور بھی زیادہ پیش آئی۔ حتیٰ الامکان میں نے اپنے سفری سلسلوں کے باوجود طباعت و کتابت کی غرو میں کافی نگرانی کی۔ میرے علاوہ چند اشخاص اور بھی اپنا قیمتی وقت صرف کرتے رہے۔ اس کے بعد بھی جو غلطیاں سہواً رہ گئی ہوں، ارباب فن معاف فرمائیں۔“

کاتب صاحبان کی غلطیوں کے سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

”مرزا نصر اللہ خاں ابجد مرزا احمد سعید خاں ابجد مرزا غلام خضر الدین خاں ابجد مرزا اعلیٰ بخش خاں ابجد مرزا ابجد بخش خاں معروف۔“

”شاہ علی حسن ماسرہروی نے اپنے تئیں علی اس بات پر زور دیا ہے کہ معروف کا ذوق سے استفادہ کیا گھن ہے ملاحظہ ہو دیوان معروف ص ۲۳۹-۲۴۶۔“

”ملاحظہ ہو دیوان معروف طبع مرزا کمالی پریس جہانگیر سنہ ۱۹۴۸ء ص ۱۷۱۔“

• کاتب صاحبان کی دست ہر وقت کے کلام کی زحمت

پر بعض بعض جگہ ایسا ارڈالا تاکہ درست شکل ملے ۔

مولانا بابائی کے پیش نظر دیوان معروف کا صرف ایک ہی نسخہ تھا۔ جس کو انہوں نے اپنے ذوق و وجدان کی روشنی میں خود بھی درست کرنے کی کوشش کی اور اس کے علاوہ بعض دوسرے حضرات سے بھی مدد لی جب ہم نے اس کی مرصحت چاہی تو مولانا بابائی نے لکھا ہے

”اس کام میں سب سے زیادہ مدد مولوی محمد یعقوب حسین عتیاد نے

دی اور کچھ صحت و درستگی مجتہد الدین عیشی اور حاجی جامی صاحب

مرحوم نے بھی کی۔“

مذکورہ بالا تینوں حضرات بابائیوں کے مشہور اساتذہ سخن تھے مولانا ضیاء القادری

بابائی سے جب ہم نے اس سلسلے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا ہے

”بڑا ناقص اور بہ خط لکھا ہوا دیوان تھا مامد میاں کی خاطر شری محنت

کئی پڑی تو کہیں جا کر یہ کام پورا ہوا آپ کا خیال درست ہے

بہت سی پوری غزلیں نکال دی گئیں اور بعض غزلوں میں سے وہ

اشعار بھی حذف کر دیئے گئے جو پڑھنے میں نہیں آئے۔“

معروف کے دو دیوان تھے جن میں سے ایک دیوان شائع ہوا اور اس میں بھی پورا کلام طبع

نہیں ہوا جیسا کہ اقتباس بالا سے معلوم ہوتا ہے ۔

ہمارے کتب خانے میں ذاب الہی بخش معروف کے کلام کا ایک ناقص مجموعہ

ہے جو صرف چھتیس صفحات پر مشتمل ہے سائز $\frac{22 \times 11}{2}$ ہے ہر صفحے میں تیرہ سطریں

ہیں۔ کاغذ کو کتابت قدیم ہے۔ کتابت کا انداز بھی چھ انا ہے۔ ہر ایک کاغذ معروف

نہ مکتوب مولانا عبدالحامد بابائی بنام راقم موعود ۳ دسمبر ۱۹۶۶ء

نہ مکتوب مولوی محمد یعقوب حسین عتیاد القادری بابائی بنام راقم ۱۱ اپریل ۱۹۶۷ء

یاد آئے مہول میں کرن فرق نہیں ہے ٹہر چار نقطے لگائے گئے ہیں۔ بعض اوقات نکتوں سے بھی بے نیازی برتی گئی ہے۔

اس مجموعے میں ۱۰، ۱۰، ۱۰ کی غزلیات شامل ہیں جن میں ۱۰ اور ۱۰ کی غزلیات پوری تعداد میں شامل نہیں ہیں صرف چند ہیں۔ جب اس مجموعے کا مقابلہ مطبوعہ نسخے سے کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس مختصر سے مجموعہ میں معروف کی تیس غزلیں ایسی ہیں جو مطبوعہ دواں میں شامل نہیں ہیں۔ ہم یہاں ان غزلوں کو تاثریہ نقوش کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

دل کو کھل ہر میہ گرا نا چہ نہیں سکتا تو آہ
خواب میں بھی رات کو کیا آپ آ سکتے نہیں
اور بھی معروف پڑھئے اک غزل پر حسب حال
گرچہ تم ہم سے سخن کی داد پا سکتے نہیں

دوستو! اول تو ہم کو وہ بلا سکتے نہیں	اور بلاتے بھی ہیں تو ہم کی چلا سکتے نہیں
جی بھی گرا نا چلا کر جاتے ہیں دروازہ کھلا	اکھ دوباں کی انہوں کے پھر بھا سکتے نہیں
اکھ دوباں کی بھی ان کے گر جاتے ہیں تو ہیں	دست و پا یہ بچھ لئے ہی گھر میں جا سکتے نہیں
اور اگر جانا بھی ہوتا ہے تو رہتے ہیں چھپے	دیکھنا پھروں میسر ان کا پا سکتے نہیں
گر میسر دیکھنا بھی ان کا پاتے ہیں تو آہ	جانے میں پھر آپ سے ایسے کہ آ سکتے نہیں
اور آتے بھی ہیں گر اپنے میں بعد از دیر کے	پھر یہ لگ جاتی ہے چپ باتیں بنا سکتے نہیں
ہاں میں گراتی بھی بتاتے ہی تو کچھ اور اور	حرف مطلب مخرج سے اُن کو سنا سکتے نہیں
حرف مطلب گراتے ہی انہیں تو سن کے وہ	کہتے ہی اول خواب ہم دل لگا سکتے نہیں

اور لگادی بھی تو کیا معروف تمہ پر جانی سے

جیتے نکھیں جان کر تو ہم یہ کہا سکتے نہیں

نے کہ جس کے ہوتاوں میں سوہاں وہ میں ہوں
 غم صبر علی حسری قامت لہ وادی عشق
 شمع روہوں پر ہوں بس دل سے سدا پروانہ
 برق خنداں جیسے کہتے ہیں سو وہ تر ہے شورش
 تنگ و ناخوس سے کہ جگر نہیں ہے مطلب
 رجز ارباب فنا کس پر عیاں ہو یارب
 درو دل ہوں مجھے دل کجے تو کجے در نہ
 مانگیں آپ کو حریج کوئی تس پر بھی

بے نشانی میں بھی معروف ہے نام عفتا

جو نہیں معتقد نام و نشان وہ میں ہوں

نہیں ہے تیر تیر سے اسے بستہ ہے چنگ میں
 بنامست موحی کی ابرو سے خمدار کو ہرگز
 تری چنگ ہے اسے مطلب بھلے معجز میثی
 حقیقت چھوڑ کر عشق جہازی کے بند ہے ہو
 سخاوت وہ عمل ہے سب کو گر چنگ بھرا ناو
 شمار زخم بھل سے ترے جو کوئی پوچھے ہے
 کھینچے ہیز اسے کس شکل اب تصویر جنوں کی
 کوئی ٹھکس ہے اب زلف ایہ کو تیری میں چھوڑا
 چراغ خمدار اسے برق دانش تیسرا تبسم جو
 ملکہ کہ وہ ہم آغوش پہ راضی ہی جو اب ہر دم

سختی گروہ ہے مروت آج جس کے نام کو کس کی

عجب کیا ہے جو کوئی کان اپنا تیر چنگ میں

قضا آئی ہے میری بن کے شکل تیر چنگ میں
 کہ یہ صاف نادانی جو ل ششیر چنگ میں
 دل مردہ ہو ازندہ یہ ہے تاثیر چنگ میں
 اٹھالیتا ہے لڑکا کہ کی تصویر چنگ میں
 تراک عالم ابھی ہو جائے ہے تسخیر چنگ میں
 تو نے کردہ دکھا تا ہے اسے قضا گیر چنگ میں
 قلم ہوں بید کس نے ہے دم غسر چنگ میں
 سراغی یہ آیا ہے بعد ندرت میر چنگ میں
 پردے شب کو سوزن لے کے مردہ چنگ میں
 قبا کے بند ملتے ہیں دم غسر چنگ میں

اولن ہے یہ قید یاں آنے کی بابت ان دنوں
 آگہ دکھانے ہی لوگ ان کو جودہ اک چل کہیں
 مدعا اولن کا زبیں ہے ذکر میرا اس لئے
 وہ جو آہ آتشیں کھینچیں تو یوں کہتے ہی لوگ
 رشک سے لڑتے ہیں اس سے جہد الیسا ہے نام
 آہ آٹھتے بیٹھتے گر کچھ تو جانے نہ غیر
 کیا کہوں اسے ہم نشینا اہم سے میرے پھر کے
 ناتہ سر پر گراٹھارے دن سے شاید زلف پر
 کیوں نہ میں اپنے دہل کو دہل اسے متوقف آہ
 گھر میں پھرتے ہیں تو پتہ ہے قیامت ان دنوں
 چاہیہ آئینہ کرتے ہیں اشادت ان دنوں
 ہر کہیں کرتے ہیں وہ میری شکایت ان دنوں
 کس نے کھلائی ہے تم کو یہ شرارت ان دنوں
 بسکہ میں میرے یہ وہ مختوں نہایت ان دنوں
 اس لئے وہ اور کچھ میں نزاکت ان دنوں
 تاویل ہے اس قدر وہ سرور قامت ان دنوں
 شام تک پہنچے کہیں بے ایس حالت ان دنوں

کیوں نہ میں اپنے دہل کو دہل اسے متوقف آہ

وصل کھان یاد آتے ہیں نہایت ان دنوں

اس کے نزدیک تو میں اس سے بجا ہوتا ہوں
 یاد آتا ہے وہ جب پان چبانا اس کا
 ماہ و نور شد خط پھر میں اور اس میں ہے لاگ
 جب چلا تا فلدا رشک تو میں دل نے کہا
 بال و پر گرچہ نہ بکٹے کچے تو نے اسے چرخ
 ہوں میں سوختہ جاں صورت شاخ مرچاں
 واہ کیا غواں قیمت ہے کہ چوں دُور دُور
 لڑا دہل کو نہیں حاجت انہار سخن
 صفحہ چہرے ہوں مصرعہ عالی مضمون
 پر سخن فہم نہیں کوئی جو کچھ بلکہ کر

نقش بر آب ہوں اس بحر فنا میں معروف

کھنکھنے پاتے نہیں مجھ کو کہ مٹا جاتا ہوں

لوگوں قمری ہے تھقل شیشہ نے جلے سرو
 کم نہیں معراج سے کچھ عالم ہالٹے سرو
 قسے کچھ بھی بھل نہ پایا آن کر اسے ملے سرو
 آب جو بہر قدم لڑی سے زیر پائے سرو
 کیدوں نہ انگشت شہادت بدیع میں ہی جلے سرو
 دینے کر ملک تو بھی لے رشک قدر عنائے سرو
 تالہ سے حق سرفرا اور آہ سوزوں جائے سرو

عالم ستم میں ساقی ہے کسے پرولے سرو
 عشق کے باعث تری یہ منزلت ہے فاختہ
 گلشن گیتی میں نخل شمع کی مانند حیف
 گلستان دہر میں اس کا یہ رتبہ ہے بلند
 عالم وحدت ترا ہر رنگ میں ہے جلے گر
 سینہ کیا نگہی ہے تیرے عاشق آزاد کا
 آبدہ دل پر نہیں قمری ہے یہ پتھر کے نیچے

ایک دن معروف برہم جو کے یہ محفل تمام

حیف بھل ملے گل افسوس قمری ہائے سرو

یہ کس صورت کی محبت ہے ذرا انصاف کر کیجو
 دیکھیں پایا کی نظروں سے جب دیکھو ادھر دیکھو
 تو پائے جلوسم اگر شب اپنی بام پر دیکھو
 طہیو! نہیں پر اس نہر جہاں کی چاند دھر دیکھو
 پہ جگہ ہے چمک دامن میں اس کی ہانک دیکھو
 اسے کیا دیکھنے جو مدہم میرا حبس دیکھو
 پیارے صبح کے جوتے لگا چکے تجس دیکھو
 تراپنا حال عارضی آئینہ میں اک نظر دیکھو
 یہ غیش کش نہیں اکھنڈ اور اپنا بھی گھر دیکھو

تہیں ہم دیکھیں اور تم آئینہ آئینوں پہر دیکھو
 جدھر جاوہر محفل میں دیکھ کر کہی ہے ڈھکیو
 جو جاوہر مدہم کو چاندنی میں دیکھئے یک جا
 تپ تم نے جلے ہے شکل تار شمع فانی
 دل جہاں کی میرے نہ رکھو اکس مستی میں
 تہا ہی تیرے کا نہ ہو گیا ادول نہیں مڑنا
 اٹھائی زلف رنج پر سے جوتہ نے دل ہرانا لاں
 نکلے دن کرتا سے گر بھی دیکھ نہ ہوں تم نے
 لٹاؤ لٹک و لخت دل کے صحت عمل و گہر چوم

غرض با یک ہاں تک ہے کہ بال آجائے شیشہ میں

جو صلیک رکھ کے اے معروف تم اس کی کر دیکھو

قمری کی طرح لیجئے بندھا کر گلا کرو
 گل دو بجے نالوں جو بندھا کر گلا کرو
 سب جنس اپنے عشق میں ہے جا بجا کرو

دل سے وہ سونا نہ جڑاؤ دو تا کرو
 رکھے گلے کا جاوہر وہ دل رہا کرو
 جاں نوا زلف میں دل چمکے رخ

میں ہوں مریضی عشق میرا لبت کو ملائی
 دل بول نکالیں بت کافر کی بیک نگاہ
 تازاں ہوں اپنے بخت چادریں پہ بول ہا
 تب جانے کہ کہ ان کے ہتھ میں انگڑ
 کیا طاقت اب جوا تھ سکے تیرا مریضی غم
 سودا جو کئی محلے ہزار عشق میں
 ہمشہ سب یہ ہستی خانہ خواب کا
 صورت نکلتے ہیں تجھے کیا سب اہل بزم

معروف تب سے بیٹھے ہیں ہم گوشہ گیر ہو

دل حب سے ایک چہ رخ نشیں کو دیا کرو

تجھ سے اسے آئینہ دکھ کس شکل حیرانی نہ ہو
 پہنچے مغز ان جنوں کو رنگ چٹا سوی سے
 کشتہ تیغ قفا غل کرنے تجھ کو آشتاب
 خاک اس کے درد کی داند کریا یار و طبیب
 نامہ و پیغام سے لکھیں دل معلوم ہے
 روز و عدسے کے ترے گناہوں میں اہل دنیا
 تلاصا پوچھے ہے کیا بتا کہاں عاشق ہے تو
 دوستو آج ایک لمحہ سے ایسی نادانی ہوئی
 آبرو کے ڈر کے ماتے میں نے چھوڑا بارگاہ
 اب ہی میری سزا ہے لے کے تیغ آجا رہا

بہر حال اک برق دھن کے دل ہے اپنا شطرب

طبع میں معروف کیوں کر گرم جولاں نہ ہو

ابو میں مطلع سر دیوان آرزو

قیامت تیرا ہے سرو خسرو امانی آرزو

فرقت میں تیرے کیا کہوں اسے جان آندو غافل
 کیا ہو گیا ہو قیس پھر دشت عشق میں
 پاتا ہوں روز اس میں ایک آندوئی
 جان عزیز چھوڑ گئے تو بھی یہ رہی
 اے نور صبر ہر خدا ناخدا میں اب
 دیکھے وہ آکے سینہ پہ داغ کو مرے
 یہ تجھ سے مانگ لیتے بعد آندو غزل
 معرفت ہوتے آج اگر خباں آندو

تعلیق جو اس رنگ گلستان کی پوچھو
 ایک آن نہیں بھولتے میں بات ادا ہے
 حیران نہ کرو مج کو بہت جانے دو رنگ
 یہ بے سرو سامانی ہیں سامانِ طرب ہے
 میں تم سے کہوں آؤ لب یار کی باتیں
 معرفتِ غموشی کا سبب کیا کہوں تم سے
 مت فتنے کے قسم تم مجھے سدا کی پوچھو

چپ کیوں نہ کرو اس کی جو تم شان کی پوچھو
 آہ جس جا سبز باغ ارم روئید ہو
 دفن ہوں جس جاتے تیرے رنگ بے ملے ہوئے
 دشتِ وحشت غیز میں خلاص لئے پڑتے ہیں پانو
 کیا برکا ہوئی ہے صحرائے دلِ ظالم کی بزم
 دانہ الماس غم کھایا ہے دل نے کیوں نہ آہ
 لائن گر یہ ہے باغِ خاطر عاشق کا حال
 حسرت دیدار میں گریاں چلا ہوں زیرِ خاک
 میں سوزِ ضعیف آپ سلیمان کی پوچھو
 میں اب بھی یوں تو نجات بد سے سم روئید ہو
 کیوں نہ وال کو سرِ نیستاں یک قلم روئید ہو
 اور غراں کا پھول تاہر ہر قدم روئید ہو
 تم ریزی مہر کی کچی ستم روئید ہو
 لالہ لختِ جگر اب دمبدم روئید ہو
 جو گل شادی بھی ہر دلی خار غم روئید ہو
 کیا عجب زنگس گراب باہشتم غم روئید ہو

داشٹک اپنے ہوں کب تک رہی مجھے ہائیکال
کشت امید اب تولے ابیہو کم روئیدہ ہو
مرگیا ہو یار کے جو زلف و رخ کی یادیں ق
قبر پہاقل تو اس کی نخل کم روئیدہ ہو
اور اگر ہو بھی تو ہے ہوں سرگزار و داظر
سنبل و لالہ فرض اس جابہم روئیدہ ہو
یہ گل مضمون زمیں شعر میں معروف سخی

جو نہ دے خون جگر سے آب کم روئیدہ ہو

بغیر از موسم سرما کے یہ کچھ بھلا کن کو
بڑھاؤ وصل کی شب کو گستاخ بھر کے دل کو
ہے گرد اس کے بیماری میں دن کو نقدِ عدل
کوئی گزرا ب میں دیکھ تری چشمِ معنی کو
ضعیف اٹکا کیا ہے عشق نے ان جو منت ہوں
تو کہتے ہی کر مجھ کو دیکھئے اور آپ کے سس کو
اشاہت چشم نقش پایہی کرتی ہے لگ دیکھو
ملا یا خاک میں اس گردش گروں نے کی کن کو
ابھی سے یہ جو بھلا ہے ترے ہمارا نقشہ
کوئی دن کر دیکھ پانے گا تو اس کر کوئی دن کو
نیا شردہ سونے ہم نشیندہ کیا شاد ہے ق
مرے عشق کیلئے سے دائم مار تھی جن کو
مخاطب ہو کے وہ میری طرف نکل ہی کل ہوئے
مرا ہی چاہتا ہے کچھ نہایت ان دنوں ان کو
دو شب خورشید کے اٹھنے یہ جہانے معروف جتنے ہی

تو اسی پر دم کیا کر پڑھ کے ہر شب سورہ جن کو

کھینچے بیزار نے جب اس ستر اہباد کے ہاتھ
ملاو پڑنا خاک کا لڑ کر کوئی ہزار کے ہاتھ
یوں ہے دل زلف میں زلف اس تم ایک ایک ہاتھ
مرض جوں دلم ہی ہڑ دام جو صبا کے ہاتھ
عمر بھر غم سے یہ غم ہے تری گفت میں
لگ گیا غم کا دغینہ دل ناشاد کے ہاتھ
اتھ جوڑوں ہوں مرے قتل کے بعد لے بہم
چو منا میری طرف سے مرے جلا کے ہاتھ
کعبہ مشاطہ میں دیکھیں جو تری زلف و داڑ
خاک شانے کی طرح ہو گئے شاد کے ہاتھ
لگ ناہوں ہیں میرے سنار و فریاد کے ہاتھ
شکل نے میں تو ترے ہاتھ سے سنار یاد کی ہیں
دوڑوں آنکھوں سے لگا لیجئے ہزار کے ہاتھ
کیا ہی اس شوق کی کہینچ ہے دو چشمی تصویر
لگ نرگس نہیں اس شوق ہری زاد کے ہاتھ
ہو ضم ہو کیسے مشتاق کی آنکھ اٹک ہے
طرد ہزار ہے پر جاتری ہباد کے ہاتھ
چے تو یوں ظلم کے حق میں کوئی ہباد ہے تو

نظم تیشہ کہے گر سر پر خون کو دوات سرگشت اپنی لکھاؤں تجھے منہ ہاس کے ہاتھ
کیوں نہ معروف کرے غم سر تسلیم نیاز
جب علم تیغ جو تجھ سے ستم ایجاد کے ہاتھ

مہ ہے تر وہ چو کشت خون سے جہں قصا کا تختہ وہی بیٹھے وہاں جو طمان ایسے تخت یا تختہ
نہ ہو کس شکل سے باشد گاں کرباں کے جراتی کہ ہے تصویر کا عالم یہ ہندوستان کا تختہ
نہ ہو چو تختہ دامن وہ بھل کار کی کے جاس کے ہر اک تھا تختہ گلشن سے بھی نر بہت فراختہ
سر ہو مکھ سکا خوبی نہ زلف و خط کی میں اس کے یہ دونوں طرف سے گرم کا کا کبھی تختہ
بھرائی چشم کھسکے غریباں کے تصور میں نکلاں ناز کاڑھا کوئی رکھتے ہی پا تختہ
جہٹ مت رکھ دل غافل ہو تختہ بھلاں کی کہ ہے سر پہ کھڑی تیرے لئے ہر دم نضا تختہ
کیا سچے کو بہنے اپنے گل کھا کھا کے یوں پیسے دکان پر بھول دلوں کی ہو بھولوں سے بھر تختہ

اگر معروف اسے احوال اشک چشم کہتا ہے
تو یہ کاغذ بیا اور کاغذ ابری کا لا تختہ

وہ بولے خالی لب آئینے میں دیکھو تو اسے سیدی مرے اتنے چڑھا منہ
خسکھو تم یہ دل کا دیوہ 'نم' ناک میں پرزہ مجھے اب شکر غم سے یہ آیا ڈاک میں پرزہ
یکل عاشق کے قہنے اپنے لئے تامل کئے پرانے کہ ہر اک مل گیا اس کا بدن کا خاک میں پرزہ
جو یا و ساقی گفنام میں مرجاؤں ہے ہدم تو میرا نام لکھ کر باندھ رکھنا تاک میں پرزہ
لگا چڑیا بنانے حب انیوں جان کر نقشے پڑھا جو شیخ نے شب نشہ تریاک میں پرزہ
مجھے غم کیوں نہ ہوا اب کہیں شادی میں لگا دیا بندھا ہے سرٹ جو نہ بہت جیاک میں پرزہ

دیا معروف اپنے خون کے لہو کی کا لکھ جہنے

بوقت قتل دست قاتل سفاک میں پرزہ

عشق کیا ہے کوئی بلا ہے یہ وہاں ہی جاتے جیسے ہوا ہے یہ
میں اسے دیکھوں اور وہ آئینے کو دیکھنا طرفہ صاحب را ہے یہ

لہو مطہر و شہسوار اس شعر کو مژدہ کر دیا گیا ہے۔

عشق کی ابتداء میں تھا گردیاں
نہ تو جیتا ہوں نہ مرنا ہوں
ہے رواں لشک ویدہ یعقوب
کم شہرت میں اس لئے یہاں لوگ
دارخا ہر دل تھے سینہ چاک ہرے
اس سے بخت کو کتنے دوسیاہ
خود بخائی خدا کو ہے ہے فریب
دل جو مثل سر لشک ہے پامال
ایک عالم اسی مرض سے مورا
کو رکھا جانے قدر فتنش قدم

اب جو حیراں ہوں انتہا ہے یہ
اس لب و لہجہ سے گلا ہے یہ
قائد مصر کو چلا ہے یہ
کو فلک بے ستوں کھڑا ہے یہ
اب نیا اور گل کھلا ہے یہ
کشتہ چشم سر ماسا ہے یہ
ہم سے بندوں کو بد بنا ہے یہ
کس کی نظروں سے اب گرا ہے یہ
زبیت ہے یا کوئی وہا ہے یہ
ہم کو آنکھوں سے بھی سوا ہے یہ

بادشاہی کرے نہ کیوں معترف
کس کے در کا جھلا گدا ہے یہ

نہ کیوں باہم کریں گل اور شبنم خندہ و گریہ
کہے تھا دیکھ کر ہر ایک کو یہ دلیوانہ ہوئے گا
نہ کیوں خندہ کریں ہوں کیا اس چشمے گل کو
بھلا کیوں کرنے شب پرواؔ دل سوز صدقے جو
مغاں غفلت کو کس اور دیکھ کر چشم تر ساغر
کچھ غافل کر اس آغا زادہ انجام پر تیرے

کو ہے دھنازل سے یعنی توام خندہ و گریہ
کرتے تھاتھیں غفلت میں جو ہر دم خندہ و گریہ
کو سوچے ہے نشے میں سب کو ہر دم خندہ و گریہ
کو لہجی شمع رکھتا ہے (وہ) عالم خندہ و گریہ
نہ کہہ اس دور میں رہوئے یہ ہم جم خندہ و گریہ
چلا آتا ہے اندھوں کو بھی پیہم خندہ و گریہ

یہاں تک کہ ہیں اس آئینہ رو کے تصور میں

سمجھتے ہی نہیں معترف کچھ ہم خندہ و گریہ

جو اٹھاتا تھا نغزوں سے عاشق بیدل کے ہاتھ
تھا اشار سب سے پلٹے ہوئے جسم کے ہاتھ
خاک ہے اب زندگی یک جا نہیں تجھ کو قرار

لگ ہی تجھ کو حنا ہاند سے ہے اس قاتل کے ہاتھ
کس نے لاکر تیغ دی تھی آج اس قاتل کے ہاتھ
ہو گیا سیما ہے تو اضطراب دل کے ہاتھ

آہد اب کیا رہی دیا کہ اب باقی کہ ہے
 نہ گزشتہ کتب موج واسی ساحل کے ہاتھ
 ہے قسم تجھ کو نہ ہرگز بھولیں اسے نامہ بر ق
 یہ زبانی کہیں نامہ بر کے اس غافل کے ہاتھ
 گر نہیں کہتے جواب خط نہ کھد مہراں
 پر خبر بھیجا کہ وہ سر ہر ہر منزل کے ہاتھ
 قافیہ تو اب بدل کر کھد غزل معروف یہ
 داد ولی سے جا پہنچے گر طالب آمل کے ہاتھ

مرکوز کہہ کہ ہے مے رخسار کی شبیہ
 یاروں کے ہے یہ دیدہ بیدار کی شبیہ
 کیا ہی دیکھے غور سے آنی نہیں نظر
 نقاش کھینچے کیا کمر یار کی شبیہ
 میں نے بھر کے ادھوی دم سرواودیا
 دیکھی جہاں کل ترے بھار کی شبیہ
 ہوں میں سپاہی وضع تصور نہ باجوں کیوں
 اہد سے اس کے ملتی ہے تھوار کی شبیہ
 چہرے سے گرفتار اتحاد بچنے تو پھر
 یک دست کھینچے آئینہ سکار کی شبیہ
 آخون جی الف ہی کہوں کا ہزار بار
 کس واسطے کہ ہے یہ قد یار کی شبیہ
 معروف شرط عشق ہی ہے کہ کھینچنے

اب لوح دل بچ حذر تکرار کی شبیہ
 شیریں نے بے ستوں میں جو نالے کئے مژدہ
 طائوس کی طرح لئے گلزار ساتھ ساتھ
 پھرتا ہے آب ودانہ گہوار ساتھ ساتھ
 ہے میری بے کسی کے جلو میں قرب ہے ق
 اقبال دور دور ابد ادبار ساتھ ساتھ
 معروف اپنے سائے قد کی طرح سے جب
 دیکھے وہ مڑ کے ہے یہ گنہگار ساتھ ساتھ

انہی یاد ہے دل میں مے کس ماہ پاک سے کی
 جواب یک جا قرار اس کو نہیں مانند پائے کی
 جھٹ کرتا ہے اس دنیا میں تو تمہارے نعم
 جگہ ہے یہ تو اے نادان مسافر کے اتارے کی

لہ سبب و نسخہ میں اس غزل کے ان اشعار کو حذف کر دیا گیا ہے

جگر لگا رہے پھٹنے، لکڑے لکڑے لکڑے لکڑے ہیں
جنا جس وقت یاد آتی ہے ہم کو اپنے پیارے کی
خیال خیال چشم بار جو دل سے نہیں جاتا
تو شاید اوپر ہے چندے ابھی گردش سے کی

نہ قدر معروف تو گرواپ دریا ئے محبت میں

گزر جا اپنے جہ سے مگر نہیں صورت گوار سے کی

یقین ہے جگر یہ بیشک کہ دلبر آئے ہے آئے
نہ آئے وہ تو سچ ہے کہ وقت ہی پر آئے ہے آئے
جدا کی اندھی بدلت اور تنہائی کا عالم
نہ دکھائے خدا کریم کو بھی خدا آئے ہے آئے
تصور آئے گیا جب چشم سے اس آئینہ رو کا
تو حاکم دریاں سدا سکندر آئے ہے آئے
وہ الفت میں مثل شمع مگر کیسا ہی سرکش ہو
جہاں رکھا قدم زیر قدم سر آئے ہے آئے
پھٹے میری طرح گرو کسو ہر دے کے بس میں
تو تیرے نور ہم مجھ پرانے تم گرا آئے ہے آئے
نہ آئے تیری چشم مست کے کہن کو تو تیری
جو دل میں بات ہو آفر وہ نہ آئے ہے آئے
ہنس اس کی جو یاد آئے تو آئے کیوں نہ پھرنا
جہاں یہ بقی چکی سینہ مقرر آئے ہے آئے
کھن ہے اس کا آنا اس طرف اے بندہ الفت
جو قول پر رکھے اپنے نوے گرا آئے ہے آئے

کوئی عاشق سنش معروف کا گرو دل کھو دے

نہ کیونکر آئے باور اس کو باور آوے ہے آئے

غالب اور مسرید احمد خاں

مرزا غالب یوں تو آگرہ میں پیدا ہوئے، مگر ان کی ساری عمر دکن میں گزری۔
 بقول عراجہ الطاف حسین حالی سات برس کی عمر سے دکن میں آنے جانے لگے تھے۔ تیرہ
 سال کی عمر میں غلاب اپنی بخش معروف رن ۱۲۳۳ھ کی صاحبزادی کے ساتھ
 عقد ہو گیا۔ پھر آگرہ اور پٹنہ گئے اور کچھ دنوں کے بعد تو مستقل طور سے دکن کے
 باسی ہو گئے۔

خانان لوہارو، دکن کا ایک نامور اور مشہور خاندان تھا۔ نواب فخر الدولہ احمد
 بخش خاں (رن ۱۲۳۳ھ) سرکار و دہلی میں اعزاز و منصب کے مالک تھے۔ رن ۱۲۳۳ھ
 میں ہی متعلق اور انگریزی سرکار کے بھی خدمت گزار غالب کے اس خاندان سے
 دہرے دہرے رشتے تھے، بلکہ اس سے زیادہ مرزا غالب اپنے چچا نصر اللہ بیگ خاں
 (رن ۱۸۰۶ء) کی سرکاری خدمت گزاری کے سلسلہ میں شیش کے تختی ٹھہرے۔ اسرار و
 روضا میں شمار ہوا، دہلی میں کرسی ملی، خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے۔ سرکاری
 خط و کتابت میں "خان صاحب بیار جبریان دوستاں" لکھا گیا۔ بادشاہ دہلی کے

ملک یادگار غالب عراجہ الطاف حسین حالی - (شیخ مبارک علی، لاہور ۱۹۳۲ء ص ۱۳)
 لکھ آغا غالب قاضی عبدالودود (مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۳۹ء - ۱۹۴۸ء ص ۱۹۷)
 ۱۹۳۹ء ص ۶۴ - مگر مولوی عبدالہامد بدایونی نے دیوان معروف کے مقدمہ میں
 ان کا سال انتقال ۱۲۳۲ھ لکھا ہے۔ (دیوان معروف، طبع نظامی پریس
 بدایون ۱۹۳۳ء ص ۷)

ہاں سے نجم الدولہ دہلی کا خطاب پایا اور مرزا غالب دلی کی اعلیٰ سوسائٹی کے ایک رکن بن گئے۔

سر سید احمد خاں کا خاندان بھی دلی کا ایک ممتاز اور صاحب منصب خاندان تھا۔ سر سید کے والد جواد الدولہ تیسری رکن ۱۵ رجب ۱۲۵۴ھ اور اکبر شاہ ثانی سے ذاتی تعلقات تھے، بلکہ ایک موقع پر بادشاہ نے ان کو وزارت کا منصب سونپا۔ چاند جیہ اشہد نے اپنے خسر نواب فرید الدولہ فرید الدین احمد خاں (۱۲۴۲ھ کو دلوادیا۔ فرید الدولہ دوم مرتبہ اکبر شاہ ثانی کے وزیر رہے۔ وہ انگریزی حکومت کے بھی مشورتل و معتمد تھے، بلکہ انہوں نے سرکار انگریزی کی خاص خدمات انجام دی تھیں۔ اس طرح سر سید احمد خاں کا خاندان اور نوابان لوہارو کا خاندان دونوں کم و بیش برابر کے درجے کے تھے اور ان دونوں خاندانوں میں تعلقات ہونے لگے تھے اور یہ تعلقات تھے بھی۔ چنانچہ سر سید احمد خاں، نواب ضیاء الدین احمد خاں تیسرا رخشاں (رکن ۱۳ رمضان ۱۳۰۲ھ) کے حال میں لکھتے ہیں:

”چند وسعت خلق کا یہ حال ہے کہ اگر اس کو خلق محمدی سے تعبیر کریں تو سمجھا ہے۔ راقم کو اس سرگروہ اراکین روزگار کی خدمت میں بہت اخلاص اور کمال اختصاص ہے اور دعویٰ اتحاد و پیوند ازاں اور اس قدوہ اہل کمال کی طرف سے بھی کترین عبادت پر مراسم الطاف اور دلورج اعطاف اس طرح سے مبذول ہیں کہ زبان تقریر کو نہ طاقت سخن ہے اور نہ بارائے بیان۔“

سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں بدھنرہ شعر انواب ضیاء الدین خاں کے علاوہ اس خاندان کے دو افراد نواب زین العابدین خاں عارف ابن نواب غلام حسین خاں

۱۔ سید فرید احمد خاں درخشاں (۱۲۴۲ھ) ایک اکیڈمی کراچی (۱۳۳۲ھ) ص ۱۰
۲۔ آثار الصنادید سر سید احمد خاں (پاکستان ہٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۶ء) ص ۳۱۲-۳۱۳

محکمہ ذکر بھی کیا ہے۔ مرزا غالب خاندانِ لودھی کے متعلقین و متوسلین میں تھے۔ لہذا ان سے بھی سرسید احمد خاں کے تعلقات تھے، بلکہ ان کے بھائی سید محمد خاں دف ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ) سے مرزا غالب کے گہرے روابط تھے، یہاں تک کہ وہ ان کو اپنا روحانی دوست سمجھتے تھے۔ چنانچہ غالب اپنے ایک انگریز دوست کو لکھتے ہیں کہ تھے

”آں کہ خدا با سید الاخبار و او نگارش دادہ اندشتے دیگر برین نہادہ اند“
اور پھر اسی خط میں لکھتے ہیں تھے

”نہاں نمائد کہ نقش مطبع سید الاخبار آگینہ مطبع یکے از دوستان روحانی من است۔“

محکمہ عتیق صدیقی تو سرسید احمد خاں کے متعلق بھی لکھتے ہیں کہ تھے
”مرزا غالب اور سید احمد خاں میں گہرے تعلقات تھے۔“

حالانکہ غالب اور سرسید کی عمروں میں بیس سال کا تفاوت ہے۔

مرزا غالب کا رد و دیوان سب سے پہلے شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۴۱ء) میں سرسید احمد خاں کے بیٹے بھائی سید محمد خاں کے قائم کردہ پریس میں چھپا تھا اور اس میں نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تقریظ بھی شامل ہے۔ اس دیوان کے سرورق کی عبارت یہ ہے

”دیوان اسد اللہ خاں بہادر غالب تخلص مرزا نورشہ صاحب مشہور

سید سرسید احمد خاں آثار الصنادید، پاکستان ہسٹریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۶ء میں ۳۲۱-۳۲۲

صفحہ ۱۵۷ و ۱۵۸ کلیات نثر غالب اسد اللہ خاں غالب (مطبع نزل کشر کاچہرہ ۱۸۷۵ء) ص ۱۹

بحوالہ ہندوستانی اخبار نویسی محمد عتیق صدیقی (انجمن تحریک اردو ہند، علی گڑھ ۱۹۵۷ء) ص ۲۶

صفحہ ہندوستانی اخبار نویسی ص ۲۶

صفحہ ہندوستانی اخبار نویسی ص ۲۶

کا دہلی میں سید محمد خاں بہادر کے مسیحی گرانٹ پر لیس میں شہر شعبان ۱۲۵۲

مطابق ۱۸۴۱ء عیسوی کو سید عبدالغفور کے اہتمام میں بچا پامرا۔

معلوم ایسا پرتاب ہے کہ ۱۸۴۱ء کے بعد اس پر لیس کا نام سید المطالع ہوا۔

ہم نے ولین غالب کا یہ پہلا انٹیلیشن صولت پبلک لائبریری رام پور میں دیکھا ہے۔

سرسید احمد خاں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "آثار الصنادید" میں مرزا غالب

کا تذکرہ مع نمونہ شعر و نظم پر سے طبع سے شامل کیا ہے، بلکہ بلبلی نرایاں سرا و جنت

آباد حضرت شاہ جہاں آباد کے عنوان کا آغاز یہی غالب کے ذکر سے کیا ہے اور مرزا

کی تعریف میں سرسید احمد خاں نے کلمہ آؤ دیا ہے، چنانچہ وہ غالب سے اپنے ذاتی

تعلقات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"راقم آثم کو ہر اعتقاد ان کی خدمت میں ہے اس کا بیان نہ قدرت تعزیر

میں ہے اور نہ احاطہ سخن میں آسکتا ہے اور چوں کہ دلہارا بہ دلہارا

باشدہ آں حضرت کو بھی وہ شفقت راقم کے حال پر ہے کہ شاید اپنے

بزرگوں کی طرف سے کوئی مرتبہ اس کا مشاہدہ کیا ہوگا میں اپنے اعتقاد

میں ان کے ایک حرف کو بہتر ایک کتاب سے اور ان کے ایک عمل کو

بہتر ایک گلزار سے جانتا ہوں اور اگر دیکھا جائے تو حق بھی یہی ہے۔"

مرزا غالب نے بھی "آثار الصنادید" پر ایک زوردار تعریف لکھی ہے، "آثار الصنادید

کی تعاریف میں وہ سب سے پہلی تعریف ہے، اس کے بعد امام بخش صہبائی (رض) (ص ۱۵۷)

اور مفتی صدق الدین آزاد (ص ۱۵۷) کی تعاریف نقل کی گئی ہیں، جواب آں غزل

میں مرزا غالب لکھتے ہیں:

خوشا وانا دل ہمز دست گاہ و فرخا کر گزار گاہ گاہ ہمز در کیں غزلش

اہم ترین دشمن بڑھاوا دوست، فرزانہ با فروزہ ہنگ جواد اللہ ولہ سید
 احمد خاں بہادر عارف جنگ آں کہ خامہ را در نگارش افسوں زندہ
 کر دین نام بدایں مدحش و روانی دلو کہ نام آواں روز فروزہ رفتہ را زندگی
 جاودانی دادش

سر سید احمد خاں سے غالب کی خط و کتابت بھی رہی تھی۔ جس بذمہ نے (۱۸۴۶ء تا ۱۸۴۶ء) میں سر سید احمد خاں فچھور سیکری میں منصف تھے انہوں نے مرزا غالب کو ایک خط لکھا تھا اور غلام امام شہید (ف) ۲ اکتوبر ۱۸۴۹ء کے دوا شمار بھیجے تھے کہ ان کو تعین کر دیا جائے یہ بات مرزا غالب کے طبع نازک پر سخت گراں گزری وہ قاتل (ف) ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ کے شاگرد غلام امام شہید کو کب اس مرتبے کا سمجھتے تھے کہ ان کے اشعار کی تعین کریں۔ اس سلسلے میں مرزا غالب نے جو خط سر سید احمد خاں کو لکھا ہے، وہ ملاحظہ ہوئے۔

بنام جواد اللہ سید احمد خاں بہادر منصف فچھ پور۔

تو اب معلی القاب و سید عالی جناب سلامت۔

بعد رسیدن منشور رافت نشان شامعماں شدم و ازاں چہ مرا بسر انعام
 اک فرماں دادہ اندر تعین یک دو بیت از دیگرے گرفتن و برآں گفتار
 دو چار بیت از خوشیش آفرودن کدام آئین سخن وری و کدام شیوہ
 معنی پروری است۔ خاصہ آں دو بیت کہ جز شکوہ الفاظ نازی بجز گز

شہ غالب کا یہ خط بہار دانش کے ایک علمی نسخہ میں بھی شامل ہے، جو انجمن محمدیہ آگرہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس نسخہ سے اس خط کو ثار احمد نادر دہلی نے نقل کر کے اپنے مضمون "نوا در غالب" میں شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ماہ نامہ آج کل "روہی فروری" ۱۹۶۶ء ص ۳۴

معنی نازک نثار و وسایا و بھرے واقع شدہ کہ بچی کس از میانیاں ورتاں
 بحر غزل گفتہ: 'انچہ بری و ذہبت افزائید خواہی اکن رامندی نام نہند و
 خواہی تزیین بند خوانند، خاص از بہر آنست کہ گدایاں یا دگیرند و برود با
 پانگ حوی بخرانند کہ ام عاشق خاتم المرسلین بساج اسی اشعار از خود
 رود و گریبان و درو حاشا ثم حاشا مخدوی بروی غلام اسام شہید سلمہ
 اللہ تعالیٰ ہرچہ گفتہ اند و خوشتر از بی خواں گفتہ: 'لیکن اسی شاعری و
 سخن دہی نیست، چیزے دیگر ہست کہ در مجلس مولود و شریف قول خوانند
 فقیر حیرا در لغت اشرف المصلحین علیہ وآلہ السلام قصیدہ از شرفیہا
 است، از ان حمد یک مشنوی نقل کردہ بخدمت می فرستہ، اسی را بگنجد و
 بخوانند و از بندہ اشعارے کہ نہ شیوہ سخن گسراں باشد آوند و گنجد و
 بندہ خود انگارند و بخدمت ہمیں برادر خود سلمہ اللہ تعالیٰ سلام رسانند'

از اسد اللہ

والسلام

اس خط کے تیور بتاتے ہیں کہ سرسید احمد خان کی یہ فرمائش خائب کی طبع نازک پر گراں
 گزری لیکن تعلقات بدستور قائم رہے۔

سرتیو احمد خان تصنیف و تالیف کا شغف رکھتے تھے۔ چھوٹی بڑی متعدد کتابیں

کے علاوہ آثار العنا و دیوان کی شہرہ آفاق کتاب ہے وہ تاریک کا بھی نہایت اعلیٰ
 ذوق رکھتے تھے۔ ولی کے ایک سوانح رحاجی قطب الدین مرحوم نے سرسید احمد خان سے
 درخواست کی کہ اگر وہ علامی ابراہیم الفضل کی کتاب 'آئین اکبری' کی تصنیف و تہذیب کر دی
 تو وہ اس کو چھپوا دی گئے اور اس کے معاوضے میں سو سو روپے کی قیمت کی مطبوعہ
 کتابیں ان کو دی گئے۔ بقول حاتمی و علی کی ملازمت کے زمانے میں وہاں کے ایک تاجر
 سے یہ معاملہ کرنا سرسید احمد خان نے مناسب نہ سمجھا۔ لیکن جب وہ بخونہ پہنچے

قرآنہوں نے یہ کام شروع کر دیا اور نہایت محنت و شاقہ کے بعد مختلف نسخوں کا روشنی میں اس کتاب کو مرتب کیا، جو غانی اور کی مٹی اس کو چھوڑا، صحیح نقشبے اور جدولیں بنوائیں اور حاجی قطب الدین مرحوم نے حسب وعدہ اپنے بھائی شیخ اسماعیل کے نام سے دہلی میں ایک 'مطبع اسماعیل' قائم کر کے اس کتاب کو ۱۲۷۲ھ ہجری میں طبع کرایا۔ اس طرح سرسید احمد خاں نے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ سرسید احمد خاں کو اس سلسلہ میں جو کوشش و کاوش کرنی پڑی وہ "خانۃ النعیم" کی عبارت سے واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ سرسید احمد خاں لکھتے ہیں:

میزبان رامپاس کہ تصحیح اس حالانہما آگئی انجام پذیرفت، دل رمیدہ
آرامش یافت و جان از غور و رفتہ بازجا آمد۔ تنہا کے نقد روان عمر دہی
کار مروت شد تا گوہر یک کائنات شنائی بدست آمد و زمانہ ویرہ پشانی
سہری گشت تا اس سہری مجروحہ معنی و فہرست و فتر و تائی را شہر ازہ تصحیح
دور گرفت، اگر چیکہ نگریستہ آید بنید گاں را آئینہ جہاں ماسماہ گشت
و کوراں را عصلے راہ اتہاد بدست افتاد و روح را از ولہ تربیت بہم
رسید، آگاہ دلاں را چشم بصیرت کشادہ تر گشت و راہ گم کرد گاں را چراغ
ہدایت از فروغ شد، نے نے میں کہا و ای سخن سراغی از کہا ای ہم سخن آراخی
مازا نست کہ ہند گاں آگاہ دل و مالہ گمراہ قدسی نفس ای جگر کاوی
را پسند کردند و داد تحسین و آفرین دادند، نقطہ انتخاب ہر یکے از ہی
بزرگان سودیدائے و لم گشت، من سچ و حساب را ہزاراں سامان عزو
جہاد آمانہ شد، اگر بخت بیدار خود صد ہزار بار نامزم رواست و کلانہ گشت

ملہ حیات جاوید، خراجہ الطاف حسین حالی (اکادمی پنجاب، لاہور ۱۹۷۷ء) ص ۱۳۲
ابو الفضل، آئین اکبری (تبصیح و تہذیب سرسید احمد خاں) (مطبع اسماعیل) دہلی

افتخار بھنگ رساقم سزا ست، با بنیاد و تقاریر لکھے کر نذر گاہ عالی بہت بر
تصیح ای نگار کی نامہ رقم فرمودہ اند، پایہ خود را بھنگ الالٹاک میں رساقم
دوستاؤں سے بر مشکوری سعی خوشی بہت ہی آرام۔

سر سید احمد خاں کے اس کام کی اپنی یورپ نے خاص طور سے داد دی اور اس کتاب
کے انگریزی مترجم ایچ بلاک میں، اپر نیپل کلکتہ کالج نے اس ایڈیشن سے بہت فائدہ
اٹھایا۔ بلاک میں اس کتاب کی اجمیت کے سلسلہ میں رقم طراز ہے۔
میرے کتاب مسلمانوں کی تاریخوں میں جو ہندوستان میں لکھی گئی ہیں، اپنی نظیر
نہیں رکھتی۔ یہ فی الواقع اس سلطنت کی جو ۱۵۹۰ء کے قریب بنی ایک
ایڈمنسٹریشن رپورٹ اور نقشہ جات ہیں، جن میں اکبر کے عہد کے وہ تمام
حالات اور واقعات درج ہیں جن کے لئے ہم اس زمانے میں ایڈمنسٹریشن
رپورٹوں، نقشوں اور گزٹیروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
آئین اکبری کے متعلق خواجہ الطاف حسین حالی اپنی رائے ان الفاظ میں پیش کرتے
ہیں۔

”پس سر سید کا ایک ایسی نادر الوجود کتاب کی تصیح و تہذیب میں کوشش
بیخ کر کے اس کو از سر نو زندہ کرنا صرف یہی نہیں کہ وہ کوئی فضول کام
نہ تھا، بلکہ فی الحقیقت پبلک پرائیویٹ احسان تھا اور مسلمانوں
کے ایک نامور مصنف اور نامور بادشاہ کے کارنامے کو دنیا کے سامنے

لے سر کشی خلیج بجنورہ سر سید احمد خاں (مسلمان اکیڈمی کراچی) (۱۹۶۹ء) ص ۶۵

۱۲۶ (حیات جاوید ص ۱۲۶)

۱۲۷ آئین اکبری مطبوعہ اسماعیل پریس دہلی ۱۳۶۲ ہجری راقم الحروف کے کتب خانے میں
محفوظ ہے۔

۱۲۸ حیات جاوید ص ۱۲۶ - ۱۲۷

ایک دل نشیں صورت میں پیش کرنا تھا۔

سر سید احمد خاں نے اس کتاب پر مرزا غالب اور نواب مصطفیٰ خاں شفیقہ (د ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) سے تقاریض لکھوائیں۔ مرزا غالب نے جو تقریض لکھی اس میں انہوں نے انگریزوں کی ایجادات و آئین کی تعریف کی اور سر سید احمد خاں کو مرقہ پرستی کا طعنہ دیا۔ مرزا غالب نے دہلی، لکھنؤ اور کلکتہ تک کا سفر کیا تھا۔ وہ جدید عالم و فنون اور ایجادات و اکتشافات سے براہ راست متعارف و متاثر تھے، لہذا انہوں نے صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

گرز آئین می رود با ما سخن	چشم بکشا و اندری دید کہیں
صاحبان انگلستان را نگر	شیوہ و انداز ایٹان را نگر
تا چه آئین با چه آئین آورده اند	انچه ہرگز کسی ندید آورده اند
زی ہنرمندان ہنرمیشی گرفت	سمی بر چیشینیاں چیشی گرفت
حق ای قومست "آئین" داشتن	کس نید و ملک بہ زی داشتن
داد و دانش را ہم پیوستہ اند	ہند را صدگونہ آئین ہستہ اند
آتش کو سنگ ہر دو آوردند	ای ہنرمندان زخس چوں آوردند
تا چه اصول خواندہ اند ایٹان بر آب	دو کشتی را بھی راندہ در آب
گر دغان، کشتی بچوں می برد	گر دغان، گردوں بیاموں می برد
فلک گر دغل گبر و اند دغان	نرہ گاو واسپ را ماند دغان
از دغان زور قی بر فشار آورده	با دود موج ای ہر دو بے کار آورده
نغمہ با بے زخمہ از ساز آوردند	حرف چوں طائر بہرہ واز آوردند
ہی، نمی بینی کہ ای وانا گروہ	در دود ہم آرد حرف از صد گروہ
می زنند آتش بیاد اندر بھی	می درخشند باد چوں انگلی بھی

مرزا غالب نے ایک دور اشعار میں یہاں تک لکھے ڈالا۔

پیش امی آئیں کہ دہرہ روزگار گشتہ آئیں وگر تقدیم پار
مردہ پر دودھ بھارک کارِ نصیب خود بجز کاں نیز جز گفتار نیست

غالب کی یہ صاف گہنی اور بے لاگ شجرہ سرسید احمد خاں کو پسند نہ آیا اور انہوں نے یہ تقریظ غالب کو واپس کر دی۔ اتفاق کی بات کہ نواب مصطفیٰ خاں نے عربی میں تقریظ لکھی، مگر انہوں نے بھی آخر میں ایک فارسی شعر ایسا لکھ دیا کہ جس سے مخرج ہوتا تھا کہ ان کے دل میں بھی آئین اکبری کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے۔

سرسید احمد خاں نے یہ دونوں تقریظیں اپنی کتاب میں شامل نہیں کیں، صرف مولوی امام بخش سہجائی کی تقریظ شامل کی۔

یہ بات صحیح ہے کہ غالب تاریخی کا وہ ذوق نہیں رکھتے جو سرسید احمد خاں کو تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کتب و تاریخ میں آئین اکبری کی اہمیت مسلمہ ہے، مگر مرزا غالب نے اس تقریظ میں جن امور کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سراپا حقیقت تھے۔ اس میں انگریز پرستی کو دخل تھا اور نہ ابراہیم الفضل کی تکخیف مقصود تھی اور یہی بات تو یہ ہے کہ جب سرسید احمد خاں نے اپنی اصلاحی اور تعلیمی مہم شروع کی تو انہوں نے بھی یہی کہا، بلکہ انہوں نے انگریزوں کے آئین، علوم و فنون، معاشرت اور ایجادات و اکتشافات کی اس سے زیادہ تعریف کی اور اسی کی ترویج و تشریح کی کہ جو بات مرزا غالب اپنے ان چند اشاروں میں کہہ گئے ہیں، اس سے مرزا غالب کی وسعت نظر و دماغی اور ذہن نگاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ ایک خالص علمی معاملہ تھا اس سے سرسید احمد خاں اور مرزا غالب میں ایک نوع کا بعد ہو گیا اور بقول حاکمی۔ دونوں کو محاب و امن گیر ہو گیا تھا۔ سرسید احمد خاں بجنور میں تھے کہ جنگ آزادوں ۱۸۵۷ء کا آفتاب ہو گیا اور پھر اس کی

پیش میں چراملک آگیا۔ اس کے مابعد اشارت میں غالب اور سرسید دونوں جھٹلا رہے۔ مارچ ۱۸۶۰ء میں جب مرزا غالب پہلی مرتبہ رام پور سے واپس ہوتے ہوئے مراد آباد کی سرائے میں ٹھہرے اور سرسید احمد خاں کو معلوم ہوا تو وہ ان کو اپنے گھر لے گئے اور یہ محاب رفق ہو گیا۔ چنانچہ محاکم لکھتے ہیں:۔

”سرسید کہتے تھے کہ جب میں مراد آباد میں تھا، اس وقت مرزا صاحب نواب یوسف علی خاں مرحوم سے ملنے کو رام پور گئے تھے۔ ان کے جانے کی تو مجھے خبر نہیں ہوئی، مگر جب دلی کو واپس جاتے تھے۔ میں نے سنا کہ مراد آباد میں سرائے میں ٹھہرے ہیں، میں فوراً سرائے میں پہنچا اور مرزا صاحب کو مع اسباب اور تمام ہتھیاروں کے اپنے مکان میں لے آیا۔ ظاہر عجیب ہے کہ سرسید نے تقریباً چھاپنے سے انکار کیا تھا وہ مرزا سے اور مرزا ان سے نہیں ملے تھے اور دونوں کو محاب دامن گیر ہو گیا تھا اور اور اسی لئے مرزا نے مراد آباد میں آنے کی ان کا اطلاع نہیں دی تھی۔ جب مرزا سرائے سے سید کے مکان پر پہنچے اور پاگل سے اترے تو ایک بوگل ان کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے اس کو مکان میں لاکر ایسے موقع پر رکھ دیا، جہاں ہر ایک آتے جاتے کی نگاہ پڑتی تھی۔ سرسید نے کسی وقت اس کو دیاں سے اٹھا کر اسباب کی کوٹھری میں رکھ دیا۔ مرزا نے جب بوتل کو دیاں نہ پایا تو بہت گھبرائے۔ سرسید نے کہا، آپ خاطر جمع رکھئے میں نے اس کو بیت احتیاط سے رکھ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے کہا، ”بھئی مجھے دکھا دو۔ تم نے کہاں رکھی ہے؟“ انہوں نے کوٹھری میں لے جا کر بوتل دکھا دی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے بوتل اٹھا کر دیکھی اور سکاڑا کر کہنے لگے کہ بھئی اس میں تو کچھ عیانت ہوئی ہے۔“

پہنچ جاؤ کس نے پی ہے؟ شاید اسی لئے تم نے کوٹھری میں لاکر رکھی
تھی۔ حافظ نے پہنچ کہا ہے۔

واعظان کایں جلوہ بر محراب و منبر ی کشند

چوں بخلوت می روند آن کار و گنج می کشند

سرسید ہنس کے چپ جو رہے اور اسی طرح وہ رکاوٹ جو کئی برس سے چلی آتی

تھی، ارفع ہو گئی۔ مرزا و غالب دن و راتیں مٹھ کر دلی چلے آئے تھے۔

اس طرح ان دونوں کے تعلقات پھر استوار ہو گئے، بلکہ مولانا ابراہیم الکلام آزاد

دف ۱۹۵۵ء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مرزا غالب کی پنشن کی بھالی کے سلسلے

میں بھی سرسید احمد خاں نے کوشش کی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مضمون "مرزا

غالب مرحوم کا غیر مطلوبہ کلام" و مصائب غدر، تلخ مصلیٰ کی تباہی، وفاداری و

بہادری کی ایک قدیمی حکایت) میں لکھتے ہیں تھے۔

”میں لوگوں نے مرزا مرحوم کی صفائی کے لیے خاص طور پر کوشش کی

تھی، مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان میں سرسید مرحوم بھی

تھے مولانا امتیاز علی خاں لکھتے ہیں کہ سرسید کے پاس دو ایک دن قیام نہیں کیا تھا، بلکہ اس دن

رعانہ ہو گئے تھے (مکاتیب غالب، سرسید امتیاز علی خاں، ص ۱۰۳)

تھے مرزا غالب دوسری مرتبہ (دسمبر ۱۹۶۵ء) رام پور سے واپس ہوتے ہوئے مرزا آباد میں مولوی

محمد حسن خاں بریلوی صدائے صدر دف تقریباً ۱۸۸۳ء کے یہاں ٹھہرے تھے۔ بعض لوگوں نے

ان دونوں واقعات کو گڑبگڑ کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (شالانہ فاروقی کا مضمون "نولہر غالب"

آج کل، دہلی فروری ۱۹۶۳ء، ص ۳۰)

تھے ابراہیم، اربعین ۱۹۱۳ء مطابق ۲۶ رجب ۱۳۳۲ھ (ص ۳۶۷ - ۳۶۸، "نیز دیکھیے

ڈاکر غالب، ص ۱۳۶ - ۱۳۷، غالب - فلام رسول، مہر (لاہور ۱۹۴۳ء)، ص ۳۱۹

تھے مولانا ابراہیم الکلام آزاد نے اس معتبر ذرائع کے دفاع میں نہیں کی (باقی اگلے صفحہ پر)

بھی تھے۔ اس واقعے سے سید صاحب اور مرزا مرحوم میں صفائی بھی ہو گئی
میں کے باہمی تعلقات قدیمانہ ایمین اکبری کی تقریظ کے قصبے سے کچھ مکتدہ ہو
گئے تھے۔

مرزا اور سرسید کے تعلقات تو مرزا کی رام پور سے واپسی پر پہلے ہی بحال ہو چکے تھے، مگر
ان کی بحالی کی عملی تعبیر اس وقت ظاہر ہوئی جب سرسید احمد خاں نے خشن کی بحالی
میں کوشش کی۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد جب ولی پور انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا تو
سرسید احمد خاں کے بڑے ماموں خواجہ وحید الدین کو کسی گورنر نے گھر میں گھس کر
گولی مار دی۔ ان کے ساتھ احتمال بہ غالب نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے۔

تاریخ وفات ناظر وحید الدین

کہ وہ چوں ناظر وحید الدین زونیا انتقال

گفتہ، آیا برکھام آئیں ہر سال وفات

گفت غالب کہ سوزاری اگر نامش بُرد!

خود ہمیں "ناظر وحید الدین" ہر سال وفات

۱۳۹۳ ہجری

+

(نوٹ: گذشتہ صفحے) درندہات اور بھی کھل کر سامنے آئی کہ سرسید احمد خاں کی کوششوں کو کس حد

تک دخل تھا اور وہ ذریعہ کہاں تک قابلِ اعتبار تھا۔

شہ کليات غالب فارسی (مجلس تحقّق ادب انڈیشی) ص ۳۰۵

غالب اور غیاث اللغات

برصغیر پاک و ہند میں مسلم حکومت کا قیام عرب و عجم کے فاتحین کے ہاتھوں عمل میں آیا اور حکومت کے احکام کے ساتھ ساتھ پاک و ہند کے بہت سے قبائل و گروہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر مسلم معاشرے کا حصہ بنے مگر حکومت کے اصل مناصب اور عہدوں پر بڑی حد تک باہر کے آئے ہوئے لوگ ہی قابض و ذلیل رہے۔ ترکوں اور پٹھانوں کے دور سے لے کر مغلوں کے آخر زمانے تک یہ روایت قائم رہی کہ قافلے کے قافلے ایران و توران سے آتے، حکومت کے نظم و نسق میں منسلک ہو جاتے، شرف و مجد اور امتیاز و اختصاص کے مالک ٹھہرتے، معاشرے میں ان کا اعلیٰ مقام ہوتا رہی وجہ ہے کہ پاک و ہند کے لوگ ہمیشہ ایران و توران کی نسبت پر فخر کرتے رہے اور بڑی حد تک یہ کوشش ہوتی کہ ان کا نسب عرب، عراق، ایران و توران کے کسی معروف آدمی پر منہی ہو۔ اور یہ نئے اتنی بڑھی کہ بہت سے اصل کے اعتبار سے ہندوستانی قبائل اور جماعتوں نے اپنے نسب عرب قبائل، کسی امام یا صحابی سے ملانے کی کوشش کی۔

باہر سے آئے ہوئے لوگ مالی اور اقتصادی اعتبار سے بہتر حالت میں ہوتے تھے منصب اور جائیداد کے مالک اور حکومت میں ذیل ہوتے تھے لہذا وہ مقامی لوگوں کو نظر انداز کرتے تھے اور ان کو کم حیثیت سمجھتے تھے۔ ایرانی و تورانی کے شرفاء کے علوم و فنون، ادب و انشاء، تہذیب و آداب، زبان، محاورہ، ہر چیز

استاد کا درجہ رکھتی تھی اور وہ مقامی لوگوں کی نظر میں معزز و ممتاز مہر تے تھے۔
اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی عبدالقادر رام پوری (۱۸۳۹ء)
لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ ملک ہند اس لائق ہے کہ دوسرے ملک و اہل
کے غیر متصفانہ ہاتھوں سے اس پر طرح طرح کے معائب وارو
ہوں کیونکہ اس سرزمین میں باہر کے لوگوں کی اس قدر تعظیم کی جاتی
ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑی جانتے ہیں۔“

مرزا غالب کے دادا بھی مغل متاخرین کے زمانے میں داروہند ہوئے اور مختلف
امراء کے ساتھ والستہ رہے ان کے باپ اور چچا فوجی ملازمتوں سے مشکوک رہے
مرزا غالب بہ وقت ”خاک پاک توڑان“ کی نسبت کا اعلان کرتے اور ”مرزا باں زلہ“ مرقعہ
ہونے پر فخر کرتے تھے۔ مرزا غالب کو فارسی زبان و ادب سے فطری لگاؤ تھا وہ فارسی
زبان کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے انہوں نے فارسی زبان و ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا اس
کی باریکیوں اور نکلتوں کو ایسا ذہن نشین کیا تھا کہ ان کو فارسی زبان اور اہل زبان سے
ایک طبعی مناسبت پیدا ہو گئی تھی ان کی ذہانت، تیزی نگراں اور ذوق سلیم نے سونے
پر سہانگے کا کام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان کے فارسی گو شعراء اور
فرہنگ نویسوں کو خاطر میں نہیں لاتے امیر خسرو کے سوا کوئی دوسرا ان کے معیار
پر نہیں اترتا فیضی کے بابے میں بھی وہ کہتے ہیں کہ اس کی بھی کہیں کہیں ٹھیک
صل جاتی ہے، جمال الدین الخجہ، محمد حسین شیرازی اور عبدالرشید پر کڑی تنقید
کرتے ہیں مرزا محمد حسین قتیل اور مولوی غیاث الدین رام پوری تو گویا ان کی ”چڑھ“
ہی وہ علمی اختلاف رائے میں مجاہد اور مکابہ پر اتر آئے ہیں۔ ان کو ان لوگوں
کے صحیح نام لینا بھی گوارا نہیں بیچارے قتیل کو تو ہر جگہ ”کھڑی بچہ“ لکھتے ہیں اس

سلسلے میں وہ انصاف کے واسطے کبھی ہاتھ سے رے دیتے ہیں۔ قاطع بہانہ را ذکر کرتے ہوئے مولوی نجم الحسن خاں رام پوری لکھتے ہیں۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب متوطن اکبر آباد ساکن دہلی نیز یہ چندے از لغات کتاب مذکور رام پور قاطع (۱) اعتراضی نمودہ است بسبب بیشتر انصافی را اظہار دانہ و ظلم صریح فرمودہ است قطع نظر از یہ کہ بر سر الفاظ ستم با کردہ است و معانی رام پور مالہا کے حجر سپردہ فحش و مشنام را کہ موقیا لب بہ اظہار آں نکشانیہ سالن دادہ است و گفتار یعنی را کہ بازاریاں نیز از اں حقد نمائید بنیاد نہادہ است^{۱۱۰}

علمی اختلافات میں تہذیب و آداب کے حدود و نظر انداز نہیں ہونے چاہئیں۔ مولوی غیاث الدین رام پوری مولف غیاث اللغات کے ہاں میں بھی مرزا غالب کی ایسی ہی روش ہے کہ وہ تنقید کی بجائے تنقیص و تضحیک پر اتر آتے ہیں حالانکہ مولوی غیاث (۱) الدین اپنے زمانے کے مشہور مدرس و مصنف تھے۔ دوسرے رام پور ان کے حلقہ تلمذ سے وابستہ تھے۔

مولوی غیاث الدین ایک ذی علم گھرانے میں تقریباً ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے ان کے والد مولوی جلال الدین تھے اور دادا مولوی شرف الدین صاحب علم و فضل تھے منشی امیر احمد منائی لکھتے ہیں۔

۱۱۰۔ صاحب از مولوی نجم الحسن خاں رام پوری ذیل کشور میں کھنڈر ۱۹۱۹ء کے حشی میں سنائی کے لکھا ہے کہ ۳۶۶ھ میں ڈاکٹر بری کی عمر میں انتقال کیا۔ انتخاب یادگار رام پور ۱۹۲۱ء ص ۲۲۰
۱۱۱۔ حافظ احمد علی خاں شوق نے تذکرہ کا سلطان رام پور پر دہلی ۱۹۳۹ء ص ۲۱۰ نے مولوی غیاث الدین کے والد کا نام مولوی شرف الدین لکھ دیا ہے جو صحیح نہیں ہے انہوں نے خود غیاث اللغات میں اپنے والد کا نام جلال الدین لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو غیاث اللغات) مطبع نول کشور کا نمبر ۱۹۳۳ء ص ۱۸۰

رام پور کے فارسی کے نامور استاد غنبر شاہ خاں آشفقہ اور کبیر خاں تسلیم سے بھی استفادہ علمی کیا۔ زہد و تقویٰ اور اخلاقِ عالیہ کے مالک تھے۔ منشی امیر احمد مہدانی لکھتے ہیں :-

”فنِ طب کے بھی خوب ماہر، ورع و تقویٰ ان کا کمالِ شہسبازی فی القبر۔
الہیکار کا ہر طب میں مولوی نور الاسلام غنبر شاہ عبدالحق محدث
دہلوی کے شاگرد و رشید، اس ذاتِ جمع الصفات نزویدہ زخنیہ
غنبر شاہ خاں اور کبیر خاں سے سب کچھ استفادہ فرمایا ہے بہت
سے استادانِ کامل سے فیض اٹھایا ہے۔“

مولوی غیاث الدین کی تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف میں گزری ان کا حلقہ درس بہت وسیع و وسیع تھا۔ نواب یوسف علی خاں ناظم (ف ۱۲۸۱ھ) اور نواب کلب

لے غنبر شاہ خاں ولد صورت خاں آشفقہ تخلص، رام پور کے نامور شاعر و ادیب، ان کی متعدد تصانیف کتب خانہ رام پور میں موجود ہیں ۱۲۳۹ھ میں مراد آباد میں انتقال ہوا۔ ملا محمد ہونذکرہ کا ملان رام پور ص ۲۹۱ - ۲۹۸، انتخاب یادگار ص ۶ - ۷، تذکرہ طبقات اشعار از قدرت اللہ شوق درجہ نثار احمد فاروقی، مجلس ترقی ادب لاہور ص ۱۹۶ - ۲۰۲، ۲۰۳۔ ۲۰۴، ۲۰۵۔ ۲۰۶، ۲۰۷۔ ۲۰۸، ۲۰۹۔ ۲۱۰، ۲۱۱۔ ۲۱۲، ۲۱۳۔ ۲۱۴، ۲۱۵۔ ۲۱۶، ۲۱۷۔ ۲۱۸، ۲۱۹۔ ۲۲۰، ۲۲۱۔ ۲۲۲، ۲۲۳۔ ۲۲۴، ۲۲۵۔ ۲۲۶، ۲۲۷۔ ۲۲۸، ۲۲۹۔ ۲۳۰، ۲۳۱۔ ۲۳۲، ۲۳۳۔ ۲۳۴، ۲۳۵۔ ۲۳۶، ۲۳۷۔ ۲۳۸، ۲۳۹۔ ۲۴۰، ۲۴۱۔ ۲۴۲، ۲۴۳۔ ۲۴۴، ۲۴۵۔ ۲۴۶، ۲۴۷۔ ۲۴۸، ۲۴۹۔ ۲۵۰، ۲۵۱۔ ۲۵۲، ۲۵۳۔ ۲۵۴، ۲۵۵۔ ۲۵۶، ۲۵۷۔ ۲۵۸، ۲۵۹۔ ۲۶۰، ۲۶۱۔ ۲۶۲، ۲۶۳۔ ۲۶۴، ۲۶۵۔ ۲۶۶، ۲۶۷۔ ۲۶۸، ۲۶۹۔ ۲۷۰، ۲۷۱۔ ۲۷۲، ۲۷۳۔ ۲۷۴، ۲۷۵۔ ۲۷۶، ۲۷۷۔ ۲۷۸، ۲۷۹۔ ۲۸۰، ۲۸۱۔ ۲۸۲، ۲۸۳۔ ۲۸۴، ۲۸۵۔ ۲۸۶، ۲۸۷۔ ۲۸۸، ۲۸۹۔ ۲۹۰، ۲۹۱۔ ۲۹۲، ۲۹۳۔ ۲۹۴، ۲۹۵۔ ۲۹۶، ۲۹۷۔ ۲۹۸، ۲۹۹۔ ۳۰۰، ۳۰۱۔ ۳۰۲، ۳۰۳۔ ۳۰۴، ۳۰۵۔ ۳۰۶، ۳۰۷۔ ۳۰۸، ۳۰۹۔ ۳۱۰، ۳۱۱۔ ۳۱۲، ۳۱۳۔ ۳۱۴، ۳۱۵۔ ۳۱۶، ۳۱۷۔ ۳۱۸، ۳۱۹۔ ۳۲۰، ۳۲۱۔ ۳۲۲، ۳۲۳۔ ۳۲۴، ۳۲۵۔ ۳۲۶، ۳۲۷۔ ۳۲۸، ۳۲۹۔ ۳۳۰، ۳۳۱۔ ۳۳۲، ۳۳۳۔ ۳۳۴، ۳۳۵۔ ۳۳۶، ۳۳۷۔ ۳۳۸، ۳۳۹۔ ۳۴۰، ۳۴۱۔ ۳۴۲، ۳۴۳۔ ۳۴۴، ۳۴۵۔ ۳۴۶، ۳۴۷۔ ۳۴۸، ۳۴۹۔ ۳۵۰، ۳۵۱۔ ۳۵۲، ۳۵۳۔ ۳۵۴، ۳۵۵۔ ۳۵۶، ۳۵۷۔ ۳۵۸، ۳۵۹۔ ۳۶۰، ۳۶۱۔ ۳۶۲، ۳۶۳۔ ۳۶۴، ۳۶۵۔ ۳۶۶، ۳۶۷۔ ۳۶۸، ۳۶۹۔ ۳۷۰، ۳۷۱۔ ۳۷۲، ۳۷۳۔ ۳۷۴، ۳۷۵۔ ۳۷۶، ۳۷۷۔ ۳۷۸، ۳۷۹۔ ۳۸۰، ۳۸۱۔ ۳۸۲، ۳۸۳۔ ۳۸۴، ۳۸۵۔ ۳۸۶، ۳۸۷۔ ۳۸۸، ۳۸۹۔ ۳۹۰، ۳۹۱۔ ۳۹۲، ۳۹۳۔ ۳۹۴، ۳۹۵۔ ۳۹۶، ۳۹۷۔ ۳۹۸، ۳۹۹۔ ۴۰۰، ۴۰۱۔ ۴۰۲، ۴۰۳۔ ۴۰۴، ۴۰۵۔ ۴۰۶، ۴۰۷۔ ۴۰۸، ۴۰۹۔ ۴۱۰، ۴۱۱۔ ۴۱۲، ۴۱۳۔ ۴۱۴، ۴۱۵۔ ۴۱۶، ۴۱۷۔ ۴۱۸، ۴۱۹۔ ۴۲۰، ۴۲۱۔ ۴۲۲، ۴۲۳۔ ۴۲۴، ۴۲۵۔ ۴۲۶، ۴۲۷۔ ۴۲۸، ۴۲۹۔ ۴۳۰، ۴۳۱۔ ۴۳۲، ۴۳۳۔ ۴۳۴، ۴۳۵۔ ۴۳۶، ۴۳۷۔ ۴۳۸، ۴۳۹۔ ۴۴۰، ۴۴۱۔ ۴۴۲، ۴۴۳۔ ۴۴۴، ۴۴۵۔ ۴۴۶، ۴۴۷۔ ۴۴۸، ۴۴۹۔ ۴۵۰، ۴۵۱۔ ۴۵۲، ۴۵۳۔ ۴۵۴، ۴۵۵۔ ۴۵۶، ۴۵۷۔ ۴۵۸، ۴۵۹۔ ۴۶۰، ۴۶۱۔ ۴۶۲، ۴۶۳۔ ۴۶۴، ۴۶۵۔ ۴۶۶، ۴۶۷۔ ۴۶۸، ۴۶۹۔ ۴۷۰، ۴۷۱۔ ۴۷۲، ۴۷۳۔ ۴۷۴، ۴۷۵۔ ۴۷۶، ۴۷۷۔ ۴۷۸، ۴۷۹۔ ۴۸۰، ۴۸۱۔ ۴۸۲، ۴۸۳۔ ۴۸۴، ۴۸۵۔ ۴۸۶، ۴۸۷۔ ۴۸۸، ۴۸۹۔ ۴۹۰، ۴۹۱۔ ۴۹۲، ۴۹۳۔ ۴۹۴، ۴۹۵۔ ۴۹۶، ۴۹۷۔ ۴۹۸، ۴۹۹۔ ۵۰۰، ۵۰۱۔ ۵۰۲، ۵۰۳۔ ۵۰۴، ۵۰۵۔ ۵۰۶، ۵۰۷۔ ۵۰۸، ۵۰۹۔ ۵۱۰، ۵۱۱۔ ۵۱۲، ۵۱۳۔ ۵۱۴، ۵۱۵۔ ۵۱۶، ۵۱۷۔ ۵۱۸، ۵۱۹۔ ۵۲۰، ۵۲۱۔ ۵۲۲، ۵۲۳۔ ۵۲۴، ۵۲۵۔ ۵۲۶، ۵۲۷۔ ۵۲۸، ۵۲۹۔ ۵۳۰، ۵۳۱۔ ۵۳۲، ۵۳۳۔ ۵۳۴، ۵۳۵۔ ۵۳۶، ۵۳۷۔ ۵۳۸، ۵۳۹۔ ۵۴۰، ۵۴۱۔ ۵۴۲، ۵۴۳۔ ۵۴۴، ۵۴۵۔ ۵۴۶، ۵۴۷۔ ۵۴۸، ۵۴۹۔ ۵۵۰، ۵۵۱۔ ۵۵۲، ۵۵۳۔ ۵۵۴، ۵۵۵۔ ۵۵۶، ۵۵۷۔ ۵۵۸، ۵۵۹۔ ۵۶۰، ۵۶۱۔ ۵۶۲، ۵۶۳۔ ۵۶۴، ۵۶۵۔ ۵۶۶، ۵۶۷۔ ۵۶۸، ۵۶۹۔ ۵۷۰، ۵۷۱۔ ۵۷۲، ۵۷۳۔ ۵۷۴، ۵۷۵۔ ۵۷۶، ۵۷۷۔ ۵۷۸، ۵۷۹۔ ۵۸۰، ۵۸۱۔ ۵۸۲، ۵۸۳۔ ۵۸۴، ۵۸۵۔ ۵۸۶، ۵۸۷۔ ۵۸۸، ۵۸۹۔ ۵۹۰، ۵۹۱۔ ۵۹۲، ۵۹۳۔ ۵۹۴، ۵۹۵۔ ۵۹۶، ۵۹۷۔ ۵۹۸، ۵۹۹۔ ۶۰۰، ۶۰۱۔ ۶۰۲، ۶۰۳۔ ۶۰۴، ۶۰۵۔ ۶۰۶، ۶۰۷۔ ۶۰۸، ۶۰۹۔ ۶۱۰، ۶۱۱۔ ۶۱۲، ۶۱۳۔ ۶۱۴، ۶۱۵۔ ۶۱۶، ۶۱۷۔ ۶۱۸، ۶۱۹۔ ۶۲۰، ۶۲۱۔ ۶۲۲، ۶۲۳۔ ۶۲۴، ۶۲۵۔ ۶۲۶، ۶۲۷۔ ۶۲۸، ۶۲۹۔ ۶۳۰، ۶۳۱۔ ۶۳۲، ۶۳۳۔ ۶۳۴، ۶۳۵۔ ۶۳۶، ۶۳۷۔ ۶۳۸، ۶۳۹۔ ۶۴۰، ۶۴۱۔ ۶۴۲، ۶۴۳۔ ۶۴۴، ۶۴۵۔ ۶۴۶، ۶۴۷۔ ۶۴۸، ۶۴۹۔ ۶۵۰، ۶۵۱۔ ۶۵۲، ۶۵۳۔ ۶۵۴، ۶۵۵۔ ۶۵۶، ۶۵۷۔ ۶۵۸، ۶۵۹۔ ۶۶۰، ۶۶۱۔ ۶۶۲، ۶۶۳۔ ۶۶۴، ۶۶۵۔ ۶۶۶، ۶۶۷۔ ۶۶۸، ۶۶۹۔ ۶۷۰، ۶۷۱۔ ۶۷۲، ۶۷۳۔ ۶۷۴، ۶۷۵۔ ۶۷۶، ۶۷۷۔ ۶۷۸، ۶۷۹۔ ۶۸۰، ۶۸۱۔ ۶۸۲، ۶۸۳۔ ۶۸۴، ۶۸۵۔ ۶۸۶، ۶۸۷۔ ۶۸۸، ۶۸۹۔ ۶۹۰، ۶۹۱۔ ۶۹۲، ۶۹۳۔ ۶۹۴، ۶۹۵۔ ۶۹۶، ۶۹۷۔ ۶۹۸، ۶۹۹۔ ۷۰۰، ۷۰۱۔ ۷۰۲، ۷۰۳۔ ۷۰۴، ۷۰۵۔ ۷۰۶، ۷۰۷۔ ۷۰۸، ۷۰۹۔ ۷۱۰، ۷۱۱۔ ۷۱۲، ۷۱۳۔ ۷۱۴، ۷۱۵۔ ۷۱۶، ۷۱۷۔ ۷۱۸، ۷۱۹۔ ۷۲۰، ۷۲۱۔ ۷۲۲، ۷۲۳۔ ۷۲۴، ۷۲۵۔ ۷۲۶، ۷۲۷۔ ۷۲۸، ۷۲۹۔ ۷۳۰، ۷۳۱۔ ۷۳۲، ۷۳۳۔ ۷۳۴، ۷۳۵۔ ۷۳۶، ۷۳۷۔ ۷۳۸، ۷۳۹۔ ۷۴۰، ۷۴۱۔ ۷۴۲، ۷۴۳۔ ۷۴۴، ۷۴۵۔ ۷۴۶، ۷۴۷۔ ۷۴۸، ۷۴۹۔ ۷۵۰، ۷۵۱۔ ۷۵۲، ۷۵۳۔ ۷۵۴، ۷۵۵۔ ۷۵۶، ۷۵۷۔ ۷۵۸، ۷۵۹۔ ۷۶۰، ۷۶۱۔ ۷۶۲، ۷۶۳۔ ۷۶۴، ۷۶۵۔ ۷۶۶، ۷۶۷۔ ۷۶۸، ۷۶۹۔ ۷۷۰، ۷۷۱۔ ۷۷۲، ۷۷۳۔ ۷۷۴، ۷۷۵۔ ۷۷۶، ۷۷۷۔ ۷۷۸، ۷۷۹۔ ۷۸۰، ۷۸۱۔ ۷۸۲، ۷۸۳۔ ۷۸۴، ۷۸۵۔ ۷۸۶، ۷۸۷۔ ۷۸۸، ۷۸۹۔ ۷۹۰، ۷۹۱۔ ۷۹۲، ۷۹۳۔ ۷۹۴، ۷۹۵۔ ۷۹۶، ۷۹۷۔ ۷۹۸، ۷۹۹۔ ۸۰۰، ۸۰۱۔ ۸۰۲، ۸۰۳۔ ۸۰۴، ۸۰۵۔ ۸۰۶، ۸۰۷۔ ۸۰۸، ۸۰۹۔ ۸۱۰، ۸۱۱۔ ۸۱۲، ۸۱۳۔ ۸۱۴، ۸۱۵۔ ۸۱۶، ۸۱۷۔ ۸۱۸، ۸۱۹۔ ۸۲۰، ۸۲۱۔ ۸۲۲، ۸۲۳۔ ۸۲۴، ۸۲۵۔ ۸۲۶، ۸۲۷۔ ۸۲۸، ۸۲۹۔ ۸۳۰، ۸۳۱۔ ۸۳۲، ۸۳۳۔ ۸۳۴، ۸۳۵۔ ۸۳۶، ۸۳۷۔ ۸۳۸، ۸۳۹۔ ۸۴۰، ۸۴۱۔ ۸۴۲، ۸۴۳۔ ۸۴۴، ۸۴۵۔ ۸۴۶، ۸۴۷۔ ۸۴۸، ۸۴۹۔ ۸۵۰، ۸۵۱۔ ۸۵۲، ۸۵۳۔ ۸۵۴، ۸۵۵۔ ۸۵۶، ۸۵۷۔ ۸۵۸، ۸۵۹۔ ۸۶۰، ۸۶۱۔ ۸۶۲، ۸۶۳۔ ۸۶۴، ۸۶۵۔ ۸۶۶، ۸۶۷۔ ۸۶۸، ۸۶۹۔ ۸۷۰، ۸۷۱۔ ۸۷۲، ۸۷۳۔ ۸۷۴، ۸۷۵۔ ۸۷۶، ۸۷۷۔ ۸۷۸، ۸۷۹۔ ۸۸۰، ۸۸۱۔ ۸۸۲، ۸۸۳۔ ۸۸۴، ۸۸۵۔ ۸۸۶، ۸۸۷۔ ۸۸۸، ۸۸۹۔ ۸۹۰، ۸۹۱۔ ۸۹۲، ۸۹۳۔ ۸۹۴، ۸۹۵۔ ۸۹۶، ۸۹۷۔ ۸۹۸، ۸۹۹۔ ۹۰۰، ۹۰۱۔ ۹۰۲، ۹۰۳۔ ۹۰۴، ۹۰۵۔ ۹۰۶، ۹۰۷۔ ۹۰۸، ۹۰۹۔ ۹۱۰، ۹۱۱۔ ۹۱۲، ۹۱۳۔ ۹۱۴، ۹۱۵۔ ۹۱۶، ۹۱۷۔ ۹۱۸، ۹۱۹۔ ۹۲۰، ۹۲۱۔ ۹۲۲، ۹۲۳۔ ۹۲۴، ۹۲۵۔ ۹۲۶، ۹۲۷۔ ۹۲۸، ۹۲۹۔ ۹۳۰، ۹۳۱۔ ۹۳۲، ۹۳۳۔ ۹۳۴، ۹۳۵۔ ۹۳۶، ۹۳۷۔ ۹۳۸، ۹۳۹۔ ۹۴۰، ۹۴۱۔ ۹۴۲، ۹۴۳۔ ۹۴۴، ۹۴۵۔ ۹۴۶، ۹۴۷۔ ۹۴۸، ۹۴۹۔ ۹۵۰، ۹۵۱۔ ۹۵۲، ۹۵۳۔ ۹۵۴، ۹۵۵۔ ۹۵۶، ۹۵۷۔ ۹۵۸، ۹۵۹۔ ۹۶۰، ۹۶۱۔ ۹۶۲، ۹۶۳۔ ۹۶۴، ۹۶۵۔ ۹۶۶، ۹۶۷۔ ۹۶۸، ۹۶۹۔ ۹۷۰، ۹۷۱۔ ۹۷۲، ۹۷۳۔ ۹۷۴، ۹۷۵۔ ۹۷۶، ۹۷۷۔ ۹۷۸، ۹۷۹۔ ۹۸۰، ۹۸۱۔ ۹۸۲، ۹۸۳۔ ۹۸۴، ۹۸۵۔ ۹۸۶، ۹۸۷۔ ۹۸۸، ۹۸۹۔ ۹۹۰، ۹۹۱۔ ۹۹۲، ۹۹۳۔ ۹۹۴، ۹۹۵۔ ۹۹۶، ۹۹۷۔ ۹۹۸، ۹۹۹۔ ۱۰۰۰، ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲، ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴، ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶، ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸، ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰، ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲، ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴، ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶، ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸، ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰، ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲، ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴، ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶، ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸، ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰، ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲، ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴، ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶، ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸، ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰، ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲، ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴، ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶، ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸، ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰، ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲، ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴، ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶، ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸، ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰، ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲، ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴، ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶، ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸، ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰، ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲، ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴، ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶، ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸، ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰، ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲، ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴، ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶، ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸، ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰، ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲، ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴، ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶، ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸، ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰، ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲، ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴، ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶، ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸، ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰، ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲، ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴، ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶، ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸، ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰، ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲، ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴، ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶، ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸، ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰، ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲، ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴، ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶، ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸، ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰، ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲، ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴، ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶، ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸، ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰، ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲، ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴، ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶، ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸، ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰، ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲، ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴، ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶، ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸، ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰، ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲، ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴، ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶، ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸، ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰، ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲، ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴، ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶، ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸، ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰، ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲، ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴، ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶، ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸، ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰، ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲، ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴، ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶، ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸، ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰، ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲، ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴، ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶، ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸، ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰، ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲، ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴، ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶، ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸، ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰، ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲، ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴، ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶، ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸، ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰، ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲، ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴، ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶، ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸، ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰، ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲، ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴، ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶، ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸، ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰، ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲، ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴، ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶، ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸، ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰، ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲، ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴، ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶، ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸، ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰، ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲، ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴، ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶، ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸، ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰، ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲، ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴، ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶، ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸، ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰، ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲، ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴، ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶، ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸، ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰، ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲، ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴، ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶، ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸، ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰، ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲، ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴، ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶، ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸، ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰، ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲، ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴، ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶، ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸، ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰، ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲، ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴، ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶، ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸، ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰، ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲، ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴، ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶، ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸، ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰، ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲، ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴، ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶، ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸، ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰، ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲، ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴، ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶، ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸، ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰، ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲، ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴، ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶، ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸، ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰، ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲، ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴، ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶، ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸، ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰، ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲، ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴، ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶، ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸، ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰، ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲، ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴، ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶، ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸، ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰، ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲، ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴، ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶، ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸، ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰، ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲، ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴، ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶، ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸، ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰، ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲، ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴، ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶، ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸، ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰، ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲، ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴، ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶، ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸، ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰، ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲، ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴، ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶، ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸، ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰، ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲، ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴، ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶، ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸، ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰، ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲، ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴، ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶، ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸، ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰، ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲، ۱۴۹۳۔ ۱۴۹۴، ۱۴۹۵۔ ۱۴۹۶، ۱۴۹۷۔ ۱۴۹۸، ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰، ۱۵۰۱۔ ۱۵۰۲، ۱۵۰۳۔ ۱۵۰۴، ۱۵۰۵۔ ۱۵۰۶، ۱۵۰۷۔ ۱۵۰۸، ۱۵۰۹۔ ۱۵۱۰، ۱۵۱۱۔ ۱۵۱۲، ۱۵۱۳۔ ۱۵۱۴، ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۶، ۱۵۱۷۔ ۱۵۱۸، ۱۵۱۹۔ ۱۵۲۰، ۱۵۲۱۔ ۱۵۲۲، ۱۵۲۳۔ ۱۵۲۴، ۱۵۲۵۔ ۱۵۲۶، ۱۵۲۷۔ ۱۵۲۸، ۱۵۲۹۔ ۱۵۳۰، ۱۵۳۱۔ ۱۵۳۲، ۱۵۳۳۔ ۱۵۳۴، ۱۵۳۵۔ ۱۵۳۶، ۱۵۳۷۔ ۱۵۳۸، ۱۵۳۹۔

علی خاں نواب (رو ۳۰۳) ان کے شاگرد تھے۔ امدان رؤس کے دل میں ان کا خاصا احترام تھا۔

مولوی غیاث الدین علم و فضل کے ساتھ صاحبِ بہت و جرات تھے۔ کتابوں کا شوق تھا۔ لکھنؤ تک سے خرید کر لے جاتے تھے۔ ملاش معاش کے سلسلہ میں لکھنؤ بھی گئے تھے۔ شاہ جمال اللہ سے بیعت تھے۔ انہوں نے ایک کنواں بھی بنوایا تھا، رام پور کی سرکار سے وظیفہ مقرر تھا۔ جس میں سے فقرا کو بھی دیتے تھے چاہے عوام تکلیف گزارا کرنی پڑے۔

۲۲ ذی الحجہ ۱۲۶۸ھ کو انتقال ہوا۔ نواب دروازے کو جاتے ہوئے مفتی غلام حیدر کے مکان کے قریب چر رہے پر واپس ہاتھ کو بوجھ رہے اس میں دفن ہوئے۔
ان کے ایک صاحبزادے مولوی قمر الدین تھے۔
مولوی غیاث الدین کو تصنیف و تالیف کا ذوق تھا متعدد کتابوں کے مصنف

۱۔ انتخاب بادشاہ ۲۲۸ھ ۲۔ ایضاً ۲۲۸ھ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۱۶، کتابیں غالب مرتب امتیاز علی خاں عرش رام پور ۱۹۳۹ھ ص ۲۴ و ۲۴۵ (مستحق)
۳۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۰۵
۴۔ ایضاً ۲۲۸ھ، ۲۲۹ھ ایضاً۔

۵۔ حافظ شاہ جمال اللہ ابن سلطان شاہ، قصبہ گجرات شاہ دولہ میں پیدا ہوئے نقشبندی سلسلے کے نامور بزرگ تھے آغا خان دوم اہل کھنڈ ان کے مرید تھے ۲ صفر ۱۲۹۹ھ کو انتقال ہوا، تذکرہ کاملان رام پور ص ۹۶۔ ۹۹
۶۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۹
۷۔ ایضاً

۸۔ ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۲۶

ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جواہر التحقیق | اس رسالے میں عربی و فارسی کے صحیح و غلط الفاظ کی تفصیح کی گئی ہے ۱۲۵۹ھ میں جب وہ نواب کلب علی خاں کی تربیت پر مامور ہوئے تو یہ رسالہ بطور جدول لکھا۔ ساتھ صفحے کا یہ قلمی رسالہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

یہ کتاب بھی نواب کلب علی خاں کی تعلیم کے نئے مرتب کی آمدنامہ (فارسی) | ۲۲۴ صفحات کی یہ کتاب کتب خانہ رامپور میں محفوظ موجود ہے۔

شرح گلستان | موصوم بہ بہار ۱۲۵۹ھ میں تالیف کی، اس کی تالیف کے زمانے میں بعض کتابوں کی تلاش میں لکھنؤ گئے۔ مولوی محمد مخدوم کے کتب خانے سے مدد لی۔ اور نواب وزیر الدولہ رئیس قونک کے نام معنون کی ۱۰ صفحات کا قلمی نسخہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

خلاصۃ الانشاء | جب نواب کلب علی خاں گلستان پڑھ چکے تو ان کی تعلیم کے لیے سید رسالہ انشاء مرتب کیا، ۸ صفحات کا قلمی رسالہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

قصہ شایزادہ مہر نظیر و ملکہ ماہ منیر | تاریخی نام باغ و بہار (۱۳۱۳ھ) ہے یہ قصہ نگین فارسی عبارت میں لکھا ہے نواب احمد علی خاں رفعت ۱۲۵۶ھ کے نام معنون کیا ہے ۱۲۰ صفحات کا قلمی رسالہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

شرح سکندر نامہ | ۱۲۳۵ھ میں یہ کتاب لکھی اور نظر ثانی کر کے ۱۲۳۵ھ میں مکمل ہوئی اس میں اکبر شاہ ثانی (رفعت ۱۲۱۶ھ) کے نام کا خطبہ شامل ہے ۵۲۳ صفحات پر مشتمل ہے کتب خانہ رامپور میں موجود ہے

قصہ گل و گیندا | نواب مجیم کی فرمائش سے یہ قصہ فارسی زبان میں لکھا
جے کتب خانہ رام پور میں دس جلدیں (۷۹۵۱)
صفحہ صفحات) موجود ہیں مگر قصہ پھر بھی ناقص ہے۔

منتخب العلوم | ۳۳۲ میں کتاب مکمل ہوئی۔ یہ چالیس رسالوں کا مجموعہ
ہے جن میں سے زیادہ تر فارسی ادب سے متعلق ہیں۔

شرح بدر چاچ | قصائد بدر چاچ کی شرح لکھی جس کے صولہ میں نواب غوث
محمود خاں مدرس جاوڑہ نے ایک ہزار روپے انعام بھیجے۔

منشآت عزت | مولوی غیاث الدین عزت کے مکاتیب کا مجموعہ ہے جسے ان
کے بیٹے مولوی قمر الدین نے مرتب کیا ہے ۱۰۰ صفحات
کا خطی نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔

رسائل مولوی غیاث الدین | مولوی غیاث الدین نے جو رسائل ناقص چھوڑے
ان کو ان کے بیٹے مولوی قمر الدین نے مکمل کر کے
مرتب کر دیا (۸۸۰) صفحات کا یہ مجموعہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ ان کی تالیفات رسالہ عربی و فارسیہ شرح مغنیۃ
شرح ابو الفضل، شرح گل کشی، مجربات غیاثی اور خواص الادویہ بھی ہیں۔
آخر میں ہم ان کی مشہور و معروف کتاب غیاث اللغات کا ذکر کرتے ہیں۔

غیاث اللغات | مولوی غیاث الدین نے اپنی درس و تدریس اور تالیف کی
مصروفیات کے باوجود چودہ سال کی طویل مدت میں
غیاث اللغات کو مکمل کیا چنانچہ وہ لکھتے ہی لکھتے
ہاورد و فور ملائی و کثرت افکار و از دحام درس و تدریس طلبہ و

اشتغال تالیف و تصنیف یعنی کتب مثل مفتاح المکنوز شرح
سکندر نامہ و نسخہ باغ و بہار و انشا و غریبات، قصائد وغیرہ در عرضہ
چہارہ سال بعبارت سہل عام فہم ای کتاب تالیف نمودہ۔
غیاث اللغات کی تالیف کا کام ۱۲۳۲ھ میں تکمیل کر دیا اور مندرجہ ذیل سات نامہ نویس
نکالیں۔

- | | |
|-----------------|----------------|
| ۱۔ معیار فضائل | ۲۔ صیقل الفاظ |
| ۳۔ خاتم عقلا | ۴۔ نظارہ عجائب |
| ۵۔ اعلام مستتر | ۶۔ روضہ کتب |
| ۷۔ تحقیقات کبار | |

یہ کتاب خوب مقبول و مشہور ہوئی شاید اس کا یہ سبب ہو کہ مولف کا معلقہ تلمذ
بہت وسیع تھا اور وہ ریاضت رام پور سے وابستہ تھے مقبولیت کے بارے میں مولف
خود لکھتے ہیں۔

دریں اثنا بعض محبان از غلبہ شوق مطالعہ اش فرصت
نظر ثانی نہ دادند و با وجود ہزار فقش برداشتہ باطراف
بروند، چون اتفاق نظر ثانی افتاد پر نسبت نسخہ سابق چیزے
اصلاح پذیر نشدند امید از اہل انصاف و تمیز آنست ہر جا کہ دریں
کتاب نقصانے چوہ آید معذور داشتہ معاف سازند و زبان
ملاصحت را رخصت حوت گیری نہادہ باصلاح پر دازند۔

۱۔ غیاث اللغات ص ۵۴

۲۔ مولف تذکرہ کا ملاح رام پور (ص ۳۰) نے لکھ دیا ہے کہ یہ کتاب دس سال کی
مدت میں تالیف ہوئی۔
۳۔ غیاث اللغات ص ۵۵

مؤلف غیث اللغات کے پیش نظر مکتب میں برائے اختراعات و اصطلاحات و
مباحث بعض علوم رہی وہ درج ذیل ہیں :-

- (۱) گلستان (۲) برستان (صدی) (۳) یوسف زلیخا جاتی (۴) نیرنگ عشق و محبت
- (۵) انشائے امان اللہ حسینی (۶) انشائے ماحد و مرام (۷) انشائے یحییٰ (۸) انشائے میر
- (۹) انشائے جامع القرآن و خلیفہ شاہ محمد (۱۰) کاشف نامہ (۱۱) طوطی ناسر خوشی (۱۲)
- بہار دانش (عنایت اللہ) (۱۳) رسالہ عبدالواسع النوری (۱۴) مجمع المصنف (نظام الدین
- احمد) (۱۵) نصاب ابن نصر قرطبی (۱۶) انوار سہیل (کاشفی) (۱۷) مکاتبات علامی (ابو الفضل
- (۱۸) انشائے طاہر وحید (۱۹) نشر عمیری طهرشی (۲۰) نوری و فیاضی (۲۱) سکندر نامہ (۲۲)
- مخزن اسرار نظامی (۲۳) مثنوی و دیوان رنما مرعلی (۲۴) دیوان صائب (۲۵) دیوان حافظ
- (۲۶) قرآن السعدی (خسرو) (۲۷) تحفۃ المراقبین (۲۸) قصائد خاقانی (۲۹) قصائد انوری
- (۳۰) ترقیات کسری (۳۱) گل کشی (میر خجاست) (۳۲) زنانہ بازار (۳۳) رقعات - نشر
- نعمتوری (۳۴) رسائل طغرئی (مشہدی) (۳۵) حسن و عشق (۳۶) وقائع نعمت خان عالی
- (۳۷) قصائد عرفی (۳۸) قصائد جبر جراح (۳۹) مثنوی مولوی روم (۴۰) اخلاق نامہ صدی
- نصیر الدین طوسی :-

اسی کے علاوہ اور بھی کتب فارسی و کتب طب و پیش نظر رہی۔ لغت کی مندرجہ ذیل
کتابوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے :-

- (۱) قاموس رشخ محمد الدین فیروز آبادی (۲) صحاح (جمہوری) (۳) مرآح -
- ابو الفضل محمد (۴) کنز اللغات (ملا رؤف) (۵) منتخب اللغات (ملا عبد الرشید)
- (۶) بحر الجواہر (محمد بن یوسف) (۷) لب الالباب (جلال الدین سیوطی) (۸) کشف
- اللغات (محمد عبدالرحیم) (۹) مدار القائل (شیخ الہدایہ سرہندی) (۱۰) مرآۃ القضاہ (محمد عالم)
- (۱۱) لطائف اللغات (عبداللطیف) (۱۲) فردوس اللغات (عبداللہ) (۱۳) بہار تالیع

محمد حسین برہان (۱۳) فرہنگ جہانگیری (جمال الدین حسین انجو) (۱۵) رشیدی فارسی
 (ملا عبدالرشید) (۱۶) چراغ ہدایت و سرای اللغات (سراج الدین علی خان آذر) (۱۷)
 مصطلحات الشعرا (دارستہ) (۱۸) جہاز الحروف و بہار المعجم (نیک چند بہار) (۱۹)
 فرہنگ سرودی (جلال محمد قاسم) (۲۰) لغات ترکی (۲۱) مزیل الافلاطون (۲۲) شرح اشعار
 (عبدالباسط) (۲۳) شرح مقامات حریری (رسالہ) (معربات عبدالرشید) (۲۵) مجموع
 اللغات (ایرا الفضل) (۲۶) شرح ابو نصر فراہی (رد وشت بیاض) (۲۷) شرح مذکور
 (ریض) (۲۸) شرح مذکور (نظام ہروی) (۲۹) شرح مذکور (نامعلوم)
 ان کے علاوہ مندرجہ ذیل تفاسیر اور دوسری کتابیں بھی پیش نظر رہی ہیں۔
 (۱) تفسیر حسینی (۲) تفسیر مدارک (۳) تفسیر بحر سراج (۴) مہذب اللغات (۵)
 نقاش الفنون (۶) زبدۃ الفوائد (۷) آئین اکبری (۸) تقویم البلدان (۹) حدود
 الامراض (۱۰) رسالہ اولیام الخواص (۱۱) فصول اکبری وغیرہ
 ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پیش نظر رہی جیسے کہ لکھا ہے۔
 ۲۔ چندی رسائل قواعد فارسی۔ ۳۔ کتب علم ہیئت و طب و مسائل و دیگر سنی
 و نجوم و قولہ پنج و تذکرہ و شرح لغات و دیگر کتب کہ بیان آئنا سرہب
 قطری است۔

غیاث اللغات کی تالیف ایک شخص کی انفرادی کوشش تھی اس نے اپنے ذوق
 کی بنا پر یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ اس میں فرد گزاشتی بھی ہوئیں اور سقم اور خامیاں بھی
 رہ گئیں جس کی طرف بعض فضلاء نے اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ بڑا
 غالب نے غیاث اللغات کو نہ صرف غیر معیاری بلکہ بیکار اور لغو قرار دیا۔ ممکن
 ہے اس میں وہ کسی قدر حق بجانب بھی ہوں مگر انہوں نے غیاث اللغات اور مولف
 کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے وہ ان کے شایان شای نہیں، علمی تبصرے اور تنقید

میں حدودِ ادب کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ مگر مرزا غالب نے اس کا خیال نہیں رکھا مرزا غالب اقرار الدولہ شفق کو لکھتے ہیں یتھ

غیاث اللغات ایک نام منور و معزز جیسے الفیہ خواہ مخواہ مرد آدمی، آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رام پوری کا بیٹے والا فارسی سے نا آشنا شخص اور صرف و نحو میں ناقص، اشعار غلیظ و منشیات مادی و رام کا چڑھانے والا، چنانچہ دیباچہ میں اپنا مآخذ اس نے غلیظ شاہ محمد و مادی و رام و غلیظ و قلیل کے کلام کو لکھا ہے۔

نشر مرچک تعریف کے سلسلے میں صاحب عالم مارہروی (ف ۱۳۵۵ھ) کو لکھتے ہوئے مرزا غالب مولوی غیاث الدین رام پوری کا بھی ذکر کرتے ہیں۔
 غیاث الدین ملائے لکھتی رام پوری کی قسمت کہاں سے لافوں کو تم جیسا شخص میرا معتقد ہوا اور میرے قول کو معتقد سمجھے۔
 آگے لکھتے ہیں یتھ

مولوی غیاث الدین کا کلام حدیث نہیں۔
 ایک دوسرے موقع پر مرزا غالب نے صاحب عالم کو نہایت تیز و تند لہجے میں خط لکھا ہے اور مولوی غیاث الدین پر بڑی طرح برسنے ہیں یتھ

۱۔ خطوط غالب حصہ دوم (مرتبہ غلام رسول تہر) (لاہور ۱۹۵۱ء) ص ۳۴
 ۲۔ مؤلف غیاث اللغات نے قلیل کے کلام کو اپنا مآخذ نہیں بتایا ہے۔
 ۳۔ تعجب ہے کہ اتنی سے زیادہ مآخذ میں سے مرزا غالب نے ان ہی چار کتابوں کا نام لینا مناسب سمجھا۔ (رق)

۴۔ خطوط غالب (مرتبہ غلام رسول تہر) جلد دوم ص ۲۱۶
 ۵۔ ایضاً ص ۲۱۶
 ۶۔ ایضاً ص ۲۵

”اور اصل فارسی کو اس کھتری بچے قتیل علیہ ما علیہ نے تباہ کیا۔
 راجہ سہا غیاث الدین رام پوری نے کھو دیا۔ ان کی قسمت کہاں سے
 لاؤں جو صاحب عالم کی نظر میں اعتبار پاؤں خالصاً اللہ عز و جل کو کہ
 وہ خزانہ نامشغف کیا کہتے ہیں اور میں خستہ و دود منہ کیا کہتا ہوں
 واللہ نہ قتیل فارسی شعر کہتا ہے اور نہ غیاث الدین فارسی جانتا
 ہے۔۔۔ ان غلوں پر لعنت کرو، سیدھی راہ پر آ جاؤ۔ اگر نہیں
 آتے تو تم جانور تمہاری ہڈی پر اور مرزا آفتہ کی نسبت پر نظر
 کر کے کھلے نہیں کہتا کہ خواہی خواہی میری تحریر مانو، مگر
 اس کھتری بچے اور اس معلم سے مجھ کو کم تر نہ جانو۔“

مرزا غالب نے ایک موقع پر آفتہ کو لکھا ہے:

”مرزا آفتہ کو کہ غیاث اللغات کے معتقد ہیں اس امر کی
 اطلاع کر دی ہے۔“

مرزا غالب اپنے کاتب کو مولوی غیاث الدین سے بڑھ کر جانتے ہیں۔
 ”کاتب ان اجزاء کا۔۔۔ فارسی کا عالم ہے۔ علم اس کا غیاث الدین
 رام پوری اور حکیم محمد حسین و کمنی سے زیادہ ہے۔“

مرزا غالب شمس العلماء مولوی ضیاء الدین و بطوی (ف ۱۳۳۵ھ) کو لکھتے ہیں:

”نہ ایک نہ دو بلکہ ہزار دو ہزار فرج لگیں فراہم ہو گئیں۔ یہاں تک
 کہ قتیل و مسلم اور غیاث الدین ملائے کتب دار رام پوری اور

۱۔ خطوط غالب (مرتبہ غلام رسول تہر) جلد اول ص ۲۹۱

۲۔ ایضاً ص ۱۶۱

۳۔ خطوط غالب (مرتبہ غلام رسول تہر) جلد دوم ص ۲۶۹

کوئی روشنی علی جوینپوریؒ اذکہاں تک کہوں کر کرنا جس کے
بجائے آئی وہ مقصدی تحریر قواعد انشاء ہو گیا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ غیاث اللغات ایک عرصہ قلیل میں ملک میں شہر و مقبرل
ہر گئی نظر ثانی سے قبل ہی بہت سے لوگوں نے اس کی نقلیں لیں ۱۲۴۵ھ میں مطبع میر
حسن رضوی، کلکتہ میں پہلی بار طبع ہوئی اور مالک مطبع نے خود مصنف سے نسخہ منگا
کر قلعہ کر کے چھاپا اور اس کے بعد تو معلوم نہیں مختلف مطابع سے کتنی بار یہ کتاب
چھپی۔

مرزا غالب کے شاگرد رشید مرزا ہرگوپال تفسیر (۱۲۴۶ھ) اور ان کے
محب صادق اور مرشد روحانی صاحب عالم مارہروی وغیرہ اس کو مستند سمجھتے ہیں۔
اور اس کے معتقد ہیں اور مرزا اپنی قسمت کو روئے ہی کہ غیاث الدین ملائے مکتبی آٹنا
مقبول و مطبوع اور میری رائے اتنی مکروہ و مردود۔

مرزا غالب نے ایک موقع پر نواب کلب علی خاں کی کسی تحریر کے سلسلے میں بھی
بالواسطہ یا اشارۃً مؤلف غیاث اللغات کے بارے میں کچھ اسی قسم کی رائے کا اظہار
کر دیا تھا۔ جس سے ان کو خاصی نفرت اٹھانی پڑی اور نواب کلب علی خاں آشفتہ
خاطر ہو گئے۔

۱۔ مولوی روشن علیؒ جوینپور وطن، مشہور فاضل، تصانیف کثیرہ کے مالک، کاتب
تحریر، تلیکس اور خلاصۃ الحساب کا ترجمہ کیا، مقالات حریری کے طرز پر ایک کتاب
لکھی، ایک کتاب عربی لغت میں کلمہ میں انتقال ہوا۔ (عہد جنگش کی سیاسی، علمی
اور ثقافتی تاریخ۔ (فتح ولی اللہ فرخ آبادی) مرتبہ محمد امجد علی قادری (کراچی ۱۹۷۰ء)
حصہ ۲۳۔ غزیرۃ الخواطر جلد ہفتم۔ (احکیم عبدالحی رحیدر آبادی) حصہ ۱۰۔ ۲۸۸
تذکرہ کامران نام پورہ حصہ ۳۔

ہماری کہ نواب صاحب نے کوئی فارسی عبارت مرزا غالب کے پاس بغرض اصلاح بھیجی جس میں مرزا نے بعض الفاظ بدل دیئے۔ اس پر نواب صاحب نے لکھا کہ ارنگ اور ارڈنگ کہ بعض لوگوں نے ایک ہی لکھا ہے اور آشیاں چندی کہ آشیاں بستی کے مراد لکھا ہے۔ چنانچہ نواب صاحب ارقام فرماتے ہیں:

”نیساں خاصہ کہ در تحریر معانی شعر عربی و ہم تحقیق

لفظ ارنگ و ارڈنگ گو ہر بار گر دیدہ بہ خاطر اخلاص فروش ہر
آئینہ مخنی و محتجب بہاد کہ اکثر مالک و تابان علم لغت ارنگ و ارڈنگ
و بعض صاحبہداشتہ اند و عامہ مضراں کلام خیر از می مشا آئین
چیدہ“ و مراد آشیاں بستی لکھا ہے، چنانچہ نظیر بر کیے ملفوف منبر
نامہ پڑاست، بطلانہ عوامہ در سید، معہذا اگر طبع آں استادان
برترقیم الفاظ بالائی الحمد لغوی داشتہ ہم چنان حالہ مسلم
ناید کہ بھوت عند از تقریظ اصلاح شدہ جو انسانیست خود
موسازم زیر اگر مر از ان مشفق واسطہ تلمذ بودہ است، نہ از
عربی و دگیلیں اما نظیر کے کہ نظر گزشتہ است صرف برائے اطلاع
بر نتیقہ نہ امندرج گردید۔“

اس خط سے نواب صاحب کے مزاج ہمایوں کا ٹکد نظر تھا لہذا مرزا نے معذرت نامہ
لکھا لیکن اس کا انداز بھی کچھ نقل پسندانہ ہی تھا۔ مرزا لکھتے ہیں:۔
”بدو فطرت سے میری طبیعت کہ زبان فارسی سے ایک لگاؤ تھا چاہتا
تھا کہ فرنگوں سے بڑھ کر کوئی ماخذ مجھ کو ملے۔ ہمارے مراد بآئی
اور اکابر ہارس میں سے ایک بزرگ یہاں وارد ہوا اور اکبر آباد

۱۔ مکاتیب غالب (مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی) درام پورہ ۱۹۳۶ء (حاشیہ ص ۱۸۰)

۲۔ مکاتیب غالب (عرشی) ص ۶۱۔

میں خیر کے مکان پر دو برس رہا اور میں نے اس سے حقائق و دقائق
 زبان پارسی کے معلوم کئے اب مجھے اس امر خاص میں نفس مطمئنہ
 حاصل ہے مگر دعویٰ اجتہاد نہیں ہے، بحث کا طریقہ یاد نہیں۔
 میلانجرو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ
 رضوی، مثلث علم میں سے نہیں۔ ہند ان کا مولد، ماخذ ان کا
 اشعار قدما، ہادی ان کا قیاس، ٹیک چند اور سیا کھوٹی مل ان
 کے پیروں، سہان اللہ ہندی بھی اور ہندو بھی، نوڈ علی قند
 فقیر اشعار قدما، کا معتقد، ان لوگوں کے کلام کا عاشق، مگر جو
 لغات ان کے کلام میں ہیں، ان کے معنی تو اہل ہند نے اپنے قیاس
 سے نکالے ہیں۔ میں ان کے قیاس پر کچھ کرکچھ کروں، اب جو پیر و مرشد
 نے لکھا کہ ارتقا دارژنگ، متحد المعنی اور آشیان ساختن و مستن
 و جیدین لکھو نسلا بنائے کے معنی پر ہے تو میں نے بے محنت مان لیا
 لیکن نہ ان صاحبوں کے قیاس کے بموجب، بلکہ اپنے خداوند نعت
 کے حکم کے مطابق۔

مرزا کا یہ طرز وضاحت نواب کو پسند نہ آیا بلکہ یہ الفاظ "بحث کا طریقہ یاد نہیں" اور "ان
 کے معنی تو اہل ہند نے اپنے قیاس سے نکالے ہیں۔ میں ان کے قیاس پر کیوں کر کرکچھ کروں"
 اور "میں گراں گور سے چنانچہ اس کے جواب میں نواب کلب علی خاں نے تحریر فرمایا۔
 "مکتوب خیرت، اسلوب مشراختر، یعنی غلط نسبت ہندی نثر والوں پر نہیں
 و دیگر اعتراضات اس کو راقم کا طریقہ بحث یاد نیست موصولی مطالعہ گشتہ
 باعث استعجاب عظیم گردانہ انکار تا حال دلائل تحقیق و نتیجہ امور علیمہ

لے مکاتیب نواب (عرش ص ۱۵۵) (حاشیہ)

لے ایضاً ص ۶۲ (مثنیٰ)

کہ معاذ اللہ! از منظر وہ منقشہ مجسم حق میں بسا بعید ہی نہاید امرے دیگر
 تجلید ریامدہ و آنچه حال خاطر ہم بود بے ریب و رنج حوالہ تلم و قائل رنج
 گردیدہ ممکن ہی نازم ہر ذہن موشگاف آن نریم ز کائن کہ نوشتہ ام را
 بر بحث و اجتہاد محمول نموده امثال این کنایہ ہائے نو، مثل نسبت
 استاد و بجانب لہتم و لفظ بحث کہ ہر دو خلاف واقع و محدث رنج و
 عنایت نگاشتمد پس اگر آن شفیق را ہم جنس منظور باشد اشارتے
 سازند کہ واسطہ ترسیل رسائل اند فیما بین داشته شود ورنہ بیان خاتمہ
 را با مور خارج المبحث تکلیف نداده باشند کہ نتیجہ اش سوائے مدراع
 الداس امرے بخیال نمی رسد وراقم پایہ اعتبار محققان کہ صاحب
 تصانیف مقبول انام بودہ اند از خود زیادہ دانستہ بحوالہ کلام مشاں
 پروا نختہ اگر نزد آن مصمم چا دیدہ آنها قابل قبول نبود بالچستہ کہ ہم
 بر آن نط تحریرے ساقبتند مصلحت این تعدا لطاب سخن از فہم ہمچو
 معنی بیرون زیادہ ازین نوشتنی حکمت بلقان آموختن است۔
 نواب صاحب کی اس تحریر کے بعد تو مزا کی حرک تمام ہو گئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں یہ
 "توقیع وقیع آیا، پڑھتے ہی کانپ اٹھا اور عالم نظر میں تیرہ و تار ہو گیا
 اگر حضور کسار شادات کو بحث تعبیر کیا ہو تو اگلے جناب الہی اور
 اور حضرت رسالت پناہی کی قسم ۱۰۰۰ اشکار بحث سے مراد یہ تھی کہ شعرائے
 ہند کے کلام میں جو غلطیاں نظر آتی ہیں یا ہندی فرہنگ لکھنے والوں کے
 بیان میں جو نادوستی اور باہم حیاں کی حصول میں اختلاف ہیں ان میں کلام
 نہیں کرتا۔ اپنی تحقیق کو ملانے ہوں اور ان سے مجھے بحث نہیں باہر
 صفت حافظ یاد ہے کہ آخر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ان دونوں باتوں کو

میں نے سنا۔ لیکن نہ فرجنگ کہنے والوں کی رائے کے بموجب، بلکہ اپنے
خداوند کے حکم کے مطابق۔ یہ کلمہ موجب عتاب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر
اس کو گناہ سمجھا جائے

وہ آخر تک بگڑا رہوں، کافر نہیں ہوں میں گناہ معاف کیجئے اور نوبہ عفو سے
مجھ کو تقویت دیجئے۔

اس تحریر کے جواب میں نواب صاحب نے لکھا۔

”مشفقاً! سابق الزم بملاحظہ مضمون معاوضہ سابقہ امر سے کہ متخیل شدہ
بود بے شائبہ تکلف حوالہ خامہ گردیدہ علاحدہ آں خبر باں تباد و پیش پر آفتند
ازاں رفع شکوک لاحقہ گردیدہ خاطر لطف مشاہیر مقرون جمعیت باشد۔

لیکن نواب صاحب کا کلمہ خاطر رفع نہ ہوا چنانچہ مولانا امتیاز علی خاں عرش کہتے ہیں۔
”اس کے بعد نواب صاحب نے پھر کوئی نثر اصلاح کے لئے نہیں لکھی جس
کے معنی یہ ہیں کہ ان کی طبیعت کا کلمہ دودھ میں ہوا۔“

مرزا غالب نے اپنے خطوط میں صاحب غیاث اللغات کو توں تو خوب سب و شتم کیا
یہے مکتوباتوں نے مولوی غیاث الدین کی خاص طور سے کسی کتاب کی غلطیوں کی نشاندہی
نہیں کی اور نہ ہی غیاث اللغات سے کچھ مثالیں پیشیں کیں اس کی شاید دو وجہیں ہوں
اول تو یہ کہ وہ بہانہ قاطع کا ہنگامہ دیکھ چکے تھے اس سے انہیں چشم کارا نصیب نہ رہا
دوسرے یہ کہ مولوی غیاث الدین غالب کے خداوندان (نوابانِ رام پور) کے استاد تھے
غالب نے اسی موقع پر مولوی غیاث الدین کا نام نہیں لیا ورنہ وہ بخشنے والے کب تھے۔
ویسے وہ اپنے شاگردوں نیز دوسرے لوگوں کو اپنی رائے برابر کہتے رہتے تھے اور موقع
بے موقع مولوی غیاث الدین وغیرہ پر تبرا بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ یہاں بہر غالب

کے ایک شاگرد ابو الفضل محمد عباس رفعت مشروانی مجدد پالی ٹی کے خیانت المغات پر ایک مفصل تنقید نقل کرتے ہیں جو مشروانی کے شاگرد سید جعفر حسین دیوبندی نے نقل کی ہے۔
 ”دہلی کے درخشاں محفل نعیم مشاغل عمدہ امرایان زمانہ و منشی و شاعر کیمیا
 جہاں مدار الہام منشی جمال الدین خاں صاحب جہا درنائب اول ملک
 محروسہ مجدد پال حاضر بودم آن دم معزئی الیہ قدح تعزیر علیہ نمودہ بودند
 و در شائے اشتغال و خلل ایں حال کتاب غیاث المغات برداشت و

لے ابو الفضل محمد عباس مشروانی المتخلص بر رفعت و سرور شیخ احمد مشروانی صاحب نفوذ امین
 کے صاحبزادے تھے رفعت ^{۱۲۳۲ھ} کو بنارس میں پیدا ہوئے، علوم شداولہ میں دستگاہ
 کامل کئے تھے کچھ وقت دکن اور دہلی میں گزارا مہر ریاست مجدد پال سے وابستہ ہو گئے
 غالب کے شاگرد تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے ^{۱۲۸۵ھ} میں مجدد پال میں
 قتل ہوئے ملاحظہ ہو تلامذہ غالب الاماک دام (مرکز تصنیف و تالیف) محکوم و
 شہداء ۱۲۸۵ھ - ۱۲۹۰ھ

۱۲۸۵ھ جعفر حسین ابن حکیم غلام عباس دیوبند کے رہنے والے، نہایت فاضل شخص تھے
 ان کے والد اور وہ ریاست مجدد پالی میں ملازم رہے۔ رفعت مشروانی سے تلمذ تھا، ان
 کے فارسی خطوط کا مجموعہ ”مکتوبات جعفری“ (دہلی) راقم الحروف کے کتب خانے میں موجود ہے۔
 ان کے مکتوبات جعفری و مجموعہ خطوط سید جعفر حسین مع حالات (دہلی) مولفہ محمد ایوب قادیانی
 ص ۱۵۹ - ۲۱۱۔

۱۲۸۵ھ منشی جمال الدین ابن شیخ وحید الدین وطن بڑے سید نہ پور تھا ^{۱۳۱۲ھ} میں پیدا ہوئے۔ مولانا
 مولانا علی شاہ رفیع الدین اور شاہ محمد اسحاق وغیرہ سے تعلیم حاصل کی مجدد پال کے دارالہمام
 تھے شاہ ولی اللہ دہلوی سے خاص ادب تھی۔ شاہ صاحب کی بہت سی کتابیں شائع کر لی ہیں
 ایک کتاب فرہنگ قرآن بنام کرکب دی کہیں محمد ^{۱۳۹۹ھ} میں انتقال ہوا (مآثر صدیقی
 جلد دوم از نواب علی حسن خاں رکنصوف ^{۱۹۲۵ھ} ص ۳۳ - ۵۴ (رق)

معنی تعویج ماتم پرسی کردن بر آواز و پیش بر ہم خاطر بوده سویم
 بنگر لیست و مخی طلب شده فرمود که ماتم پرسی کردن چه معنی دارد و راقم
 بشکوه محفل و سے ہم کنان پاسخ سوخت و بیج پاسخ عدا پس آن
 کتابے از لغات تازی طلبید و دید، فرشتہ بود کہ بصیر و کجائی غمزدگان
 رفتن، از معائنہ اسی معنی و حل مشکل ملا نخل از برہمی و درہمی برآ مسدہ
 بشاشت بر چہرہ پاکش راہ یافت و زبان بخوش آفرین صنف و مؤلف
 لغت تازی کشاد و بنادانی و شاذ خواہی ملا غیث رام پوری بسیار خندید
 و ہم روز سے ہنگام شب ابراہیم الفضل و دران مولانا محمد عباس خاں است و
 من بر مکالم از غایت کرم چون آئیے رحم نزل داشتند و پیش شمع چراغ
 کتاب غیث شہادہ بود بر پیش تفتن طبع برداشتہ و بر دست نازک
 خویش نہادہ و از صوب راست کشادہ سیر کردن سر کرد و قریب دوم
 سطر خواندہ بود کہ نا گرفت بد و ماغ شدہ و چہیں بچہیں آوردہ فرمود خلو
 آمد ہمار، نیاز مند دست و ساز کردہ قلم دان برداشتہ ہمیش نہاد، آن
 گران مایہ از دست بیضا کار با صلاح لفظ بکناش نوشت
 بکناش کہ بکناش نام انیکے اکابر صوفیہ بود کہ بنہ علم اہل روم و کامل گزشتہ
 است و اکثر روم روم مرید و معتقد اورند و معائنہ فرمود، باز بچندید
 و از اسواج بجز غار خاطر خاطر خود جو شہیدہ بہ لفظ ہزار جریب و بچندہ
 اصلاح داد۔

ہزار جریب کہ ہزار جریب نام بادشاہ عباس و اصغیان و
 ہمنوا ابہ یعنی زوجہ

نہ اسی کہ صاحب غیث نوشتہ کہ ہزار جریب نام مقام کہ ممکن شیخان
 است و در ایران و ہمنوا بہ آخر ای لفظ ہزار نداست و معنی ندارد و از

نہ غیث لغات (ص ۳۴) میں یہ ملاحظہ کرنا معنی ندارد (نہیں ہے) (ق)

آجہا گن اشتہ از چش بکشا و سہاں حال ہمیش آمد
آخر کار ملخص کلام ای کہ کتاب از دست دور ساخته فرمود اگر
صیغہ خبر از آغاز تا انجام بسہولت تمام ہماشتائے آورم راجع کتاب
بیکار خواہد بود فی الواقع کلام سالہ کلام است، از ملا بساطت
پائے فاش سرزود اند۔

برقلموں مولانا صاحب مدوح در یکے از انشائے پارسی صد برگ نام برقلموں
بقائے نبشتہ اند مرا از دیدنش حیرت افزا و کہ صاحب غیاث برقلموں
الفاظ عربی تحقیق کردہ است، ہماں دم ای گفتگو ہم پیش نمودم بخندید
و گفت "برقلموں نام گلبست کہ آغا گل آفتاب پرست" نیز گویند
ہر جا یکہ آفتاب بی گرد و او نیز بر می گرد و دور تمام روز برگ و
و گردناید و در ملک ایران سکہ الفند اکثری رسید ہند یا با ورا سورج
کشی گردید، صاحبان روم و چین و فرنگ ہماں رنگ مختلف و بیائے
می یافتند کہ امروز در ملک ہند وستان یافتہ می شود و ہندیاں اورا
و خوب چھاؤں گویند حکیم حاذق کبیر حکیم ہمام اکبری در مثنوی طلسم
مخمس کہ سامان صبح می نویسد آورده۔

مورز سوراخ بروں کر و سر برقلموں دخت سوئے مشرق نظر
و برقلموں آفتاب فارسی است

اینائے روزگار اورا مستند می دانستند و از نادانی ہر و شوق آن محاورہ را
با وج فلک الافلاک کشیدہ است۔

پائے خاک کی دن چنانچہ ملا آورده کہ پائے خاک کردن یعنی پایہ رفیق مصحف غلط

لہ فی نقل تجربہ نگار اس پر روشنی نہیں ڈال سکا کہ اس میں حرف "ق" موجود ہے۔ مؤلف غیاث
النفات کے علاوہ دوسرے فرہنگ نویس نے بھی اسے غلط لکھا ہے۔ (رقی)

وخطا است زیرا کہ پائے خالی کردن بمعنی پارتاب است چنانکہ رسمیت
کہ قتل یک روز از روانگی سفر بنا بر لحاظ ساعت سعد و نحس غور و پیروں
شہر برآمد و روز دیگر او براہ خند نہ ایکہ تا کلکتہ و لندن خود را پیادوں
برآورد۔

کودن و اگر صاحب خیانت لفظ کردن را بجواز قانوس لفظ عربی نوشتہ در
قانوس یافتہ نشد، صاحب برہان معنی آن مروم کہنہ و دودن و کم
عقل و نادان و کند فہم و کج طبع می نویسند و این لفظ اغلب فارسی است
کنیسہ و کنیسہ لفظ عربی است و معنی آن معبد یہود و نصاری و کفار چنانکہ صاحب
قانوس گوید، کنیسہ معبد آل یہود و النصاری و الکفار پس انچہ صاحب
خیانت و برہان معبد گبران نوشتہ غلط است
سر بخشش و صاحب خیانت سر بخشش بمعنی حصہ و حصہ کلان آورده، و در ہی ہم کلام
است زیرا کہ صاحب سفر گنگ و ساتیر سر بخشش
بمعنی سر آمد و مقصدنی آورده ہے

لہ گبران بھی تو داخل کفار میں۔

۱۲۹۹ھ بمطابق ۱۸۸۲ء مولوی خیر الدین صاحب دہلوی نے تذکرہ علمائے ہند ص ۵۱۶-۵۱۷ء مولوی
نجف علی نے قاطع برہان مولف مرزا قاسم کی تائید میں ایک کتاب دافع بدیان لکھی و ذکر
قاسم از مالک رام (دہلی ۱۹۶۳ء) ص ۲۱۹ء تجویز ہے کہ یہاں صاحب سترنگ مولوی
نجف علی سے حوالہ طلب نہیں کیا گیا کہ انہوں نے سر بخشش کے معنی سر آمد و مقصدنی
کس بنیاد پر لکھے و قاسم

۱۲۹۹ھ کے آخر میں مولوی جعفر حسین دیوبندی نے ایک حاشیہ لکھا ہے وہ بھی خالی
از فائدہ نہیں ہے و ص ۵۱۷

(باقی اگلے صفحہ پر)

ذیل میں ہم مشہور مصنف و فاضل مولوی حکیم نجم الغنی خان رام پوری کی تنقیدات کو بھی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے غیاث اللغات کے سلسلے میں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں:

سفسطہ کہ لفظ سفسطہ کہ جو لفظ قاف سے ہے غیاث اللغات میں سفسطہ قاف سے باندھا ہے۔

تکسینان اور تکسینا کی گبتینان ضبط کیا ہے حالانکہ لفظ اول میں پہلا حرف تائے فوقانی اس کے بعد کاف تازی اس کے بعد سین مملہ ہے انہوں نے پہلا حرف ہائے موصدہ دوسرا قاف فارسی میسر تائے

(بقیہ پچھلے صفحہ کا ماثیہ)

میر غلام علی آزاد و درخزانہ عمرہ و تقرید انوری و مرزا صاحب قدوم بمعنی جمع آوردہ چنانچہ اوگوید تا بعد کی سلطان و عباد منزل اور اپر تو قدوم خود پافر وخت و دنگ صاحب فرماید چوں خبر قدوم پافر زار رسید حالانکہ قدوم مصدر است بمعنی پیش آمدن نہ جمع قدوم چنانچہ زبان مذکور است آنا و درخزانہ عمرہ نوشتہ کتب الام و لام تعریف بر لفظ فارسی داخل کنند میر نجر کا شی و درج خاں اعظم کہ کہ اکبر بادشاہ گریہ آں باذل باذل نسب انرا و بن الرا و گنا آں کو کہ اعظم لقب آں خاں الخاں مرزا صاحب گوید۔

ہر چند صاحب ہی روم سلطان نوید کہتم زلفش بدستم می وید مرز شستہ آسا لہنا و لفظ براہوس ہم اسی قبیل باشد چہ کہ ہوس فارسی لفظ است مراد ہوا و ہوا ہوس گوید اہوس بالتحریک طرف من الجنون و ہوس بمعنی کلمہ و دعا ہواست کہ ہوس و فارسی ملوث ہواست نہ بمعنی جنون و ہوا نوح از جنون قرار دادہ ہیں و لفظ عربی گفتنی سر تکلف است فقط رکعت بات جعفری مع حالات (مستطیع)

جلد ۱۶ ماثیہ

۱۸۴۷ء

عہد خراج الادب (ص ۱۶) جہاں انہوں نے سفسطہ کی شرح کی ہے۔

فرمانی قرار دیا ہے اور لفظ نکسین، تختیں کا ہم وزن ہے جیسا کہ انجمن
آرائے نامری میں مذکور ہے۔

میر میر کہ امیر کا مخفف کہہ ہے اور یہ بھی غلطی ہے اس لئے کہ میر اسم فاعل
عربی کا ہے اور یہ ترکی کا لفظ ہے سردار کے معنی ہیں جیسے میر لشکر، میر شہب
میر آب، میر سامان، میرزا جیسا کہ کلیات صہبائی میں مرقوم ہے۔

عبد الملک بن مردان عبد الملک بن مردان گرجہ لو کا غلیفہ بتایا ہے حالانکہ بغداد
کی خلافت مروانیوں کے بعد بنی عباس سے شروع ہوتی ہے۔

ابحار بحر کی جمع ابحار بتائی ہے اور یہ صحیح نہیں اس کی جمع بحار، بحور اور ابھر
ہے۔

رانا رانا لقب راجا ہے اور یہ غلطی ہے یہ لقب والیان ہوتے
ملک میواڑ کا ہے۔ ان کا یہ لقب رانا راجہ کے عہد سے مقرر ہوا ہے
متاخرین کا مہارانا لقب قرار پایا اور وائی گرجہ کا میں رانا لقب تھا
جس کی اولاد کے قبضے میں دھولپور کنر یا مست ہے۔

طہرزد و منتخب اللغات اور رسالہ معربات کے حوالے سے لکھا ہے کہ
طہرزد طائے مطنی و والی مہلہ کے ساتھ تبرزد کا معرب ہے حالانکہ ان
کتاب میں لفظ معرب کو ذال مجہد کے ساتھ بتایا ہے۔

مردوی حکیم خیم الغنی خاں رام پوری نے اپنی ایک دوسری تصنیف نیج الادب
میں خیانت اللغات پر ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

”ای کتاب در عصر ما بسبب استعمال پر تحقیق علیہ و معانی لغات مزوریہ۔
کثیر الاستعمال عربیہ و فارسیہ و ترکیہ و کنایات و اصطلاحات و مبالغہ
بعض علوم و صحت اکثر الفاظ و محاورات کتب مردجہ نظم و نثر فارسی

و دیگر کتب طبیہ وغیرہ اس زبان شہرہ کر لیں کہ مافوقش متصور نیست این کتاب بسیار سهل عام فہم است و در بعض جاہائے آسانی تفہیم اشکال ہم تحریر نموده و بنا بر سند تحت ہر لغت نام کتاب ہے کہ آن لغت از آن بہ تحقیق رسیدہ مرقوم کردہ مگر بعض جاہی التزام ترک نیز شدہ است و اختلاف و اتفاق کتب ہم بیان سامعہ اہمحتوی است ہر امر سے چند کہ احتراز و اجتناب از ان لازم چنانچہ جلسے کہ طویل مطلب بود اکیلا از محل نمودہ و جلسے کہ اختصار مقصود بود طول لا طائل فرمودہ و نقطہ معنی و تحریر و تصحیف نیز در ان موجود است چنانچہ از کتب لغات و تصحیفات جدیدہ او آن است :

ان کتب لغات و تصحیفات کے سلسلہ میں فاضل مزلت نے مندرجہ بالا سات الفاظ کے علاوہ مندرجہ ذیل اور مثالیں پیش کی ہیں :

تمیور ۔ در لفظ تمیور گشتہ است کہ یاد آؤ و خواران فی آیہ چہ کہ علامت کسر و ضم است این ہم بہ شہادت محابب القدر فی اخبار تمیور غلط است چہ معنفس اصل نام آن پادشاہ تمیور بہ وزن ذی نور لگاشتہ است و تمیور و غیرہ از تصرفات لگاشتہ ۔

ہایا کپور و ہمہ از تصرفات است بابا کپور مخمے کہ فقیر بک فروش بود انتہی کوفت محمدیہ شاہ عبدالغفور عروت شاہ کھدر مجذوب از اولیائے کرام است و مزایر فی نفس الانوار آن جناب در قلعہ گویا است و در منتخب التواریخ مذکور است کہ از سادات حسین بیروہ رابتدائے حال پاکہی فی فی کردیکبار نوکری ترک کردہ بہ مقامی مشغول شد و شہاب بہ خانہ مقررات ہیرہ مستورہ آب رسانا نویسنے و خلافتی راجعہ اجرت آب دادے آن کہ جذبہ رسیدہ و از کار بہار

مذہب ترک اختیار کردہ بطریق محاورہ سخن چکروے و پیوستہ متشکک ہووے
و ہمیشہ سرانگندہ و در مراقبہ می گذرانند شیخ فیضی تاریخ اور اکبر مجذوب یافتہ
ہاجم بخوار بہ بان قاطع نوشتہ کہ ہاجم لفظ ترک است و بہ بان از بی تصریح
ساکت است

نوشاور از بہ بان نقل کردہ کہ نوشاور مرکب است از نوش بمعنی تریاق و آور
بمعنی آتش یعنی تریاقی است کہ از میان آتش بہمی رسیدہ ای ہم افزا ہے است
در بہ بان از بی چیز سے نیست ۔

غفر گاؤ بافتح نزع از گاؤ است کہ از دم آن پرچم و گیس راں سازند و آن گاؤ
در کوہستان کہ ماہین خطا و ہندوستان است بہمی رسید بہ ہندی آن را
سراگائے گویند بہ ہنم ہین ہند از صراح حالانکہ در صراح از بی مضمون چینی
نیست و انچہ در صراح آمدہ ای است مہاۃ گاؤ و شتی جہا بالقتصر جمع مہات
کہ لک در لغات و در ذیل سراگائے نوشتہ کہ بہ عربی آن را مہا بہ فتح
بہم و باب الف کشیدہ گویند صاحب منتخب اللغات ترجمہ جہاگاواں و شتی کردہ
و از محیط انظم مستفاد می شود کہ گاؤ و شتی اسم فاعل گاؤ است کہ بہ فارسی نیر
گاؤ و بہ عربی بقرائش و بہ ہندو جہنا مندی الجملہ شبہ بہ گاؤ است و
شاخہائے آن بے شبہ و مشابہت بہ گزنی ندارد ۔

مولوی حکیم نجم افغانی خاں ایک بات کی طرف اور اشارہ کرتے ہیں کہ ۔
«دہیانے از لغات معانی لغوی را کہ وظیفہ از باب لغت است فرو گناشتہ
و معانی اصطلاحی را کہ موضوع فن غیر بود نگاشتاہ شلا ۔

ذکوۃ و ذکرۃ می گویند چہل حصہ از مال کہ بعد از سالے و در اہ خدا و ہندو اقل درم
آن سال دو صد درم است و معنی لغوی ذکرۃ را نہ نوشتہ و نورالانوار گویند
«الذکوۃ معناه فی اللغات النماء» در صراح گشتہ نمربہ مقتضی گرا لیدی
نماء بالعد مثلاً و گرا لیدی بمعنی بالیدی است پس ذکرۃ در اصل لغت

بمعنی بالبدن است چنانچه از قافوس و غیره نیز همین مستقادی شود.
و یحجر در و یحجر می فریاد که بر بان بمعنی سیاه و تاریک نوشته و قید شب مکرر
حالا که بر بان می گوید و یحجر یعنی اولی بروزن طغوزا شجره را گویند که بغایت
سیاه و تاریک باشد.

باز در لفظ باز گوید که هر چند لفظ باز بمعنی وقت و هنگام در لغت نیامده مگر
در کتب درسی فارسی مثل ظهوری و ابر الفضل و غیره چند جا واقع شده چنانچه
بر متنبی متاسلی پوشیده نیست انشأ حالا که لفظ باز بمعنی وقت و هنگام در
کتب لغت آمده است چنانچه در چهار جلدی ذکر است باز جانور معروف و
نیز بمعنی وقت و زمان چون ازاں باز چنانچه در بیست میر معری کمال
دولت عالی ستوده بدرمنا گوید

مگر نبود اندر نیز چنانچه آدم باز تا اکنون

زیره که معانی - زیره که معانی را که علم زیره سیاه است زیره که معانی ترشته و این خلاف است
مهراراج - می گوید مهراراج بالفتح لقب پادشاه بزرگ و قیاس می خواهد که لقب
سلطین خلف باشد انشأ کلام این خلاف تحقیق است و هیچ آن است که
معنی مهراراج به فتح میم راجه بزرگ است یعنی شاه بزرگ چه در مختلف
جاست که به فتح میم و لام الف کشیده و در لغت هندی بمعنی بزرگ است
وراج در لغت هندی بمعنی حاکم و ملکت و دعوت باشد و این لفظ به
راجه است هندی اطلاق می یابد و هندی و این واجب التعظیم را نیز مهراراج
می گویند و مهراراج بکر اول در مملکت هندوستان پادشاه بزرگ بوده
و در بی و ولایت او راجه منزله جمشید و فریدون می شمرند و بعد بهار
از انبیه او بوده راجه بگیو و تنگ و ملا بار از مساجیان او بودند و از چند

شعیر واجب التعظیم هند که مهراراج نیست گفته بکر صاحب ریاست که علاوه بر همین که مهراراج گفته می شود

سید سالار ادا ہوئے ملکیت مالوہ بہ اسم وے معروف ست و قلعہ گرا الیار
 از بنا ہئے مالچند بود و در آخر عهد مہراج بہرہ اندازہ افش از در خمیرہ
 بہ ایران آمد و بہ زابلستان و سند بود و گر شاسپ بہ حمایت او با سپاہ
 بزرگ بہ افغان منہاک متوجہ شد و در پنجاب یا مالچند سید سالار مہراج مقابلہ
 و مقاتلہ کردہ ہوا و مظفر شدہ ہندوستان رفتہ بالآخر مہراج بعض از ہلاک و راہ
 براورزادہ خود گزاشتہ با گر شاسپ مؤدت و معالمت کردہ و در گر شاسپ
 نام حکیم اسدی طوسی مسطور ست چنانکہ گفتہ اند۔

شچہ بود در ہند مہراج نام	بزرگے بہر کار گستردہ نام
بہرام غوثیچہ بدیش در پناہ	بکوش بہ شہر سراندپ شاہ
میان شان بنا و گاہ پیکار غاست	سچہ نیمہ ہر بہو گشت راست

منہاج بالا اعتراضات کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان میں بعض تو بالکل سلی ہیں
 اور بعض واقعی ہیں، ایک شخص کی انفرادی کوشش سے یہ کتاب مرتب ہوئی پھر اس کی دوسری
 مصروفیات بھی تھیں لہذا بعض جگہ حوالہ دیا گیا کہیں کتاب کے نام میں بھی التباس ہو گیا
 ہے لہذا اس کی تمام محنت و سچ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

غالب سے معاصرین کی ادبی چھیڑ چھاڑ

مرزا غالب ہلکتے میں تقریباً پچھتر سال مقیم رہے، وہاں کی آب و ہوا اور سبزہ زار وغیرہ ان کو خوب پسند آئے مگر مدرسہ عالیہ ہلکتے کی ادبی انجمن کے تحت منعقدہ مشاعروں سے جو ادبی ہنگامہ آرائی ہوئی۔ اس کا سلسلہ غالب کی آئندہ چالیس سال زندگی تک جاری رہا اور اس کا نقطہ عروج قاطع برہان کی ترتیب مئی جو انہوں نے ۱۸۵۸ء کے عولت گزینی کے زمانے میں انجمن عام وی قاطع برہان اور برہان قاطع کی تائید و ترویج کا یہ سلسلہ ان کی زندگی کے آخر دم تک اچلتا رہا۔

فارسی شعر و ادب کا ذوق غالب کو مبداً قیاضی نے بخشا تھا انہوں نے متدرج شعرائے فارسی کا کلام بغور پڑھا فارسی زبان و ادب کی باریکیوں اور غرائض کو ذہن نشین کیا، ذہانت ہلکتے آفرینی اور میلان طبع نے سونے پر پہاگے کا کام کیا۔ مرزا غالب برصغیر پاک و ہند کے فارسی شاعروں اور ادیبوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ہلکتے کی ادبی ہنگامہ آرائیوں نے اس اختلاف کو لغت میں بدل دیا۔ ہلکتے میں مدرسہ عالیہ کی ادبی انجمن کے تحت جو مشاعرے ہوئے وہاں غالب کے مندرجہ ذیل اشعار

جنہے از عالم و از جہد عالم بیشم ————— ہچو مونسے کہ تباں راز میاں بر خیزو
شورائے بے شمار بہن شرکان دارم ————— طعنہ بر بے سرو سامانی طوفاں زرقا

خاص طور سے زیر بحث آئے لے معترضین اجتہاد و قتیل کو سند میں لائے۔ ان میں اکثریت قتیل کے حامیوں کی تھی مخالفین میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے دو مدرس مولوی عبدالقادر اور مفتی کبیر احمد کے نام بھی لئے جاتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے مولوی وجاہت علی لکھنوی وجاہت شاگرد قتیل اور احمد علی گرامی وغیرہ کا بھی نام لیا ہے مجھے بعض لوگوں نے مرزا غالب کا سب سے بڑا حریف مرزا اسحاق علی خاں غالب عظیم آبادی کو بتایا ہے شیخ جہتیل کے شاگرد تھے شیخ قجب ہے کہ غالب کے یہاں یا دوسرے ہم عصر ماخذ میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

مرزا غالب کی طرف سے مدافعت کرنے والے مرزا علی اکبر خاں طباطبائی محمد حسن شیخ، کفایت خاں (سیروانی پراٹ) اور مولوی عبدالکریم وغیرہ تھے۔

۱۔ غالب از مہر ۱۱۵-۱۷، غالب نامہ از محمد اکرام شیخ (لاہور ۱۳۲۷ھ) ص ۴۱
ذکر غالب ص ۴۷

۲۔ مولوی عبدالقادر (کلکتہ) کو شیخ محمد اکرام نے مولوی عبدالقادر رام پوری (وف ۱۸۳۹ھ) کو لیا جو مجھے نہیں (ملاحظہ ہو غالب نامہ ص ۴۱)

۳۔ مالک رام کا خیال ہے کہ سید احمد کبیر رام پوری (وف ۱۲۶۹ھ) تھے ذکر غالب ص ۷۸
۴۔ محمد اکرام پور فروری ۱۲۶۶ھ ص ۱۰۲ بحوالہ ذکر غالب ص ۷۸

۵۔ نقوش آزاد و ترجمہ غلام رسول نہیں کتاب منزل لاہور ۱۲۵۹ھ ص ۲۷۹

۶۔ غالب کا کلکتہ از پروفیسر عبد احمد خاں (ماہ نوگراچی، جنوری فروری ۱۲۶۹ھ)

۷۔ غالب اور بنگال از وفاراشدی (ماہ نوگراچی، جنوری، فروری ۱۲۶۹ھ) ص ۵۷

۸۔ مرزا اسحاق علی خاں نام، غالب مجلس، وطن عظیم آباد، مرزا قتیل کے شاگرد تھے فارسی میں شعر کہتے تھے، ہندو مذہب محمد کر مشرف بہ اسلام ہوئے ایک مدت تک ڈچی کلکٹر رہے آخر میں کلکتہ میں حکومت اختیار کر لی تھی (ملاحظہ ہو مسم شعرائے بہار (حصہ سوم)

از احمد اللہ ندوی۔ کراچی ۱۲۶۶ھ ص ۱۷۷

۹۔ غلام رسول جہر نے ان کا نام محسن لکھا ہے غالب ص ۱۱۷

مرزا غالب نے محسوس کیا کہ اگر یہ اولیٰ جنگ کا رہبر پارہ قرآن کے مقصد کو نقصان پہنچے گا۔ لہذا انہوں نے صلح و صفائی کی بنیاد ڈالی اور ایک مثنوی بادشاہ کے نام سے لکھ کر اس جنگ کا کوہِ ماضی طود سے ختم کر دیا مگر ان کے دل میں جو گروہ چمکنی وہ باقی رہی اور ان کی انتقام نے اسی کو بے چین رکھا۔

برہانِ قاطع اور قاطع برہان کی تردید و تائید میں جس قدر لکھا گیا ہے اس پر مختلف حضرات نے شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے اور اس موضوع پر خاموشی جیسا ہو گیا ہے۔ یہاں ہم چند مزید ایسے واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں ان کے ہم عصروں کے ساتھ مرزا غالب کی ادبی چھڑ چھاڑ کا سراغ ملتا ہے۔

۱۔ امیر حسن خاں بتمل

ملکتِ انگریزی حکومت کا صدر مقام اور گورنر جنرل کا مستقر تھا۔ ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور حکومتوں کے سفارتی نمائندے اور وکلاء مستقل طور سے وہاں رہتے تھے شاہِ اودھ غازی الدین حیدر (وفات ۱۸۳۷ء) کی طرف سے ۱۲۴۱ھ میں مفتی غلیل الدین کاکوروی (وفات ۱۲۸۱ھ) اس عہدے پر مقرر ہوئے۔ جب ۱۲۴۳ھ میں شاہِ نصیر الدین سربراہ آئے حکومت ہوئے تو مفتی غلیل الدین کی جگہ عاشق علی خاں کاکوروی سفارت کے منصب پر فائز ہوئے ان کا تقرر ۱۲۴۳ھ میں ۱۲۴۳ھ کو عمل میں آیا ان کے متعلق شاہِ تراب علی قلندر لکھتے ہیں:

”عاشق علی خاں بیاد... از حضور پادشاہِ اودھ بدرجہ اعلیٰ رسیدہ
مستغنی روزگار شد مردِ فہمیدہ و سنجیدہ و مخیرست در عہدِ دولت و
اقتدار خود کسے را رنجیدہ نشدہ بکے حسبِ حال بایگانہ و بیگانہ خود

جسے کشفِ استواری فی حال نظام الدین القاری۔ از ترابِ علی قلندر (مرتبہ امجد علی علوی) مطبع
اصح المطابع کھنڈو ۱۳۱۵ھ (۱۹۰۳ء)

خدمت ہائے شائستہ کرو دیکھ کد از بد و عمر نصیب و در پے شراست
دینی آخر عمر نہایت مزاج مائل بقصوف مست ۛ

امیر عاشق علی خاں صاحب تصانیف تھے ذخیرۃ العقبیٰ فی فضائل ائمہ
الہدیٰ (مطبوعہ) اور (۲) کلمۃ النقی (۳) نقد دل رغیر مطبوعہ) ان سے یادگار ہیں
۲۰ رمضان المبارک ۱۲۵۶ھ مطابق ۲ نومبر ۱۸۴۰ء کو ان کا انتقال ہوا ۛ
مرزا غالب اور عاشق علی خاں سے نہ صرف تعارف تھا بلکہ ہمہ و وفا کے
تعلقات تھے ۛ ہمارا یہ خیال ہے کہ جب مرزا کلمتہ پہنچے ہوں گے تو انہوں نے
سرکاری اہل کاران اور ان مسلم زعماء سے ضرور تعلقات قائم کئے ہوں گے جو سرکاری
حلقوں اور خاص طور سے گورنر جنرل کے دفاتر میں اعلیٰ مناصب پر فائز تھے تاکہ
ان کو اپنے مقصد کے حصول میں مدد مل سکے ۛ عاشق علی خاں کے علاوہ کاکری
کے دیادار مشاہیر مفتی خلیل الدین خاں خاں (۱۲۸۱ھ) ۛ اور مولوی میح الدین کاکری
(۱۲۹۹ھ) ۛ سے بھی غالب کے تعلقات تھے اول الذکر کے نام ترائی کا ایک
خط پنج آہنگ میں شامل ہے جس میں انہوں نے اپنے مقدمے کے بعض نکات
کی وضاحت کی ہے ۛ

عاشق علی خاں کے ساتھ تعلقات قائم ہونے کے بعد ان کے فرزند
امیر حسن خاں بہتکل سے بھی مرزا غالب کے تعلقات قائم ہو گئے ۛ بہتکل
عربی و فارسی میں کامل استعداد رکھتے تھے اور ”سرآمد سخن سنہان روزگار“ بھی

سے تذکرہ مشاہیر کاکری از محمد علی حیدر (مکتبہ ۱۹۲۵ء) ص ۲۳۱

سے کلیات شرف غالب (مکتبہ ۱۹۵۵ء) ص ۲۰۷ نامہ ہائے فارسی غالب مرتبہ سید اکبر علی ترمذی
(غالب اکیدیں دلی نو ۱۹۶۹ء) ص ۶۵

سے حالات کے لئے تذکرہ مشاہیر کاکری ص ۱۳۶ - ۱۵۱

ۛ ایضاً ص ۲۹۹ - ۴۰۳

ہاتے تھے شیخ غلام مینا سحر کا کردی کے شاگرد تھے مولف صبح گلشن کہتے ہیں
 ”منشی امیر حسن خاں مرحوم ابن منشی عاشق علی خاں مغفور کا کردی
 کہ از ممتاز ان عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ ملک او وہ است و
 جامع صفات لا تحصی ولا تعد شاگرد رشید غلام مینا سحر کا کردی
 است و دستگاہش در نظم و نثر فارسی و ہندی است“
 مولف مشاہیر کا کردی لکھتے ہیں

”قادرا کلام شاعر تھے اور شاعری اور شادی دونوں میں سرآمد
 سخن بخت روزگار کچھ جاتے تھے ... مرزا نوشہ غالب مرحوم
 کے معاصر تھے ایک بار ان سے چٹک بھی ہو گئی تھی۔
 مولف مشاہیر کا کردی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ کہ امیر حسن خاں بیک نے شاعرانہ
 قفل میں مندرجہ ذیل شعر کہا۔

مجد زارغ اند شاعران جہاں ایک یک طوطی شکر خام
 کسی نے خزا غالب کو یہ شعر سنایا تو انہوں نے جواب میں کہا۔
 لاجرم می سزد کہ نگشتہ دران نام بیکل نہند ہیرا من

لے شیخ فضل حق عرف غلام مینا سحر، ابن شیخ فضل امام، شاہ عبدالعزیز دہلوی و شاہ
 غلام علی دہلوی کی خدمت میں کتاب نہیں کیا، شادی میں مصطفیٰ سے تلمذ تھا۔ اپنے زمانے
 کے نامور استاد تھے۔ ۲۳ ذی قعدہ ۱۲۵۷ کو وفات پائی ملاحظہ ہو تذکرہ مشاہیر
 کا کردی ۲ ۳۰۸ - ۳۱۵، از محمد مظفر حسین صاحب روز دشمن (مجلد ۱) ۱۹۳۸

۲ ۳۰۸، کشف المنواری، ۱۳۲

۳ صبح گلشن از علی حسن خاں - مجلہ پال (۱۹۳۵ء) ۶۳۴

۳ تذکرہ مشاہیر کا کردی ۵۱

۳ ایضاً ۵۲۲

طولی کی رعایت سے میرامن (طوطا) لائے ہیں۔

چشمک کے اس واقعے کے زمانہ کا تعین دشوار ہے اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قیام مکہ کا نہیں ہے فوراً کہیں نہ کہیں کوئی ذکر یا اشارہ ضرور ملتا، مہاراجا کیل ہے بسمل کی طرف سے فارسی گریبان ہندوستانی و واقف وغیرہ کی ہم نوائی و تائید کو دخل ہوگا۔ کیونکہ مولف شاہیر کا گوری لکھتے ہیں۔

۱۰۰ (بسمل) کی تصنیفات سے ایک نسخہ منج لکھی ہے جو غالب کے منج آہنگ کا جواب ہے یہ سنہ ۱۲۶۶ھ میں تصنیف ہوئی۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔

امیر حسین بسمل سے مرزا غالب کے ایسے تعلقات تھے کہ اس لوگ مجھک کے باوجود تجدید تعلقات کے لئے مرزا غالب ہی نے پہلی کی انہوں نے نواب مظفر حسین خاں کو ایک مکتوب میں لکھا ہے

”چون بلکشتہ رسیدہ اندھ چون خوش باشد کہ و نوازی و کار سازی را اسکی استوار بنند و لا اباں خوام عرصہ مخدوری یوسف معنی گسری بقلم نمائیہ سائی و بر نفس عطر نشان شیراز باں روشندلان امیر حسین خاں بسمل را باسن آشتی و ہند زنگار آئینہ گراں نشین نیست کہ کف بزودون توان سود و خوشدلی در میان ہم روئے نتوان نمود... بیرواں داند کہ آن گفتار کہ از ایں سویر بہمدہ لافی و از ایں سود و تلانی بمیان آسودہ پسندیدہ ام و دانم کہ و اما نہ پسندد“

بسمل کے والد سے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے مرزا غالب لکھتے ہیں۔

۱۔ تذکرہ شاہیر کا گوری

۲۔ ایضاً ۴۲

۳۔ کلیات مرزا غالب ۲۰۷

”مہر و وفا سے میں بامنتی عاشق علی خاں مغفوراًں ہی خواہ کہ تانا میری
خاں را از جان دوست تر ندارم خود را از حق گزراں شمارم نہ نام
ایں جواں مرد تند خونا سازگار منس راجہ و رسرانتا و کہ با من کہ پیر
غم زدہ گوشہ نشینم بدی بے مہر ہی افتاد“

بدان معاملہ او بیدماغ و من بے دل خوش آگاہ مغذرتی مروت پرستم گرد
با آگاہ عذر از آن سوی بایست و مدار جز مہر و محبت آئین نیست امید
کہ آزارگی و مردی و دلینے ندارد و از گزشتہ در گزشتہ خوشے خود و
خطائے دوستاں در گزاردند“

غالب نے یہ خط عاشق علی خاں کے انتقال ۱۸۳۱ء کے بعد لکھا۔ ایک خط میں امیر حسن خاں
کو لکھتے ہیں کہ

”امید کہ از پی پس بہ ہند مہر بندہ و قمار و لٹمن سخن ہوا دار نگار و بندہ
و بہ لیتین پندارند کہ فلانی را بادل بچی و زبان و دلش ہر دو باماست۔“

اس خط میں غالب نے مولیٰ مسیح الدین خاں کا کہہ دی کہ آداب بھی لکھا ہے۔
امیر حسن خاں بہت سی اس خط کا جواب دیا اور خط کے عنوان پر یہ شعر
لکھا۔ کہ

اے شمع شرح داغ مہر سے از دل غموش سوز و کسے کر گوش بری دامنستان دہ
اس کے بعد غالب نے ایک اور خط لکھا جس کا آغاز اس طرح کیا ہے کہ
”غاقانی پایہ صاحب و خسروی سرمایہ مطاعا تا نہ نامی نام آور چوں
دولت دل خواہ کہ ناگاہ رسد ہم ناگاہ رسید ہم دل خواہ آسود

۱۔ کلیات نثر غالب ۳ ۲۰۹

۲۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری ۲ ۵۶

۳۔ کلیات نثر غالب ۳ ۲۰۹

ہمانا دادا اندازہ شناسی، شکیب داوند و مزد انتظار پیش از انتظار
فرستادند ز ہے مشکبار نامہ بہار کار نامہ

از روی نگار و لکشا تر و ذبا و بہار ہانفزا تر
بدی اندیش اگر خوردانازم و بدی شادی اگر بخت راستایم ہم
من بنارش از دم و ہم بخت بہ ستائش آنگہ دین نامہ طو را
بہ سخن ستودہ اند گوئی با من از ہم ہم زبان بودہ اند

آخر میں غالب لکھتے ہیں یہ

ہتمام زندہ دنا دیدہ سر لائے ترا گمان نہ سر لائے تو کاں جان منت
شرط اسلام بود و دانش نامت بالغیب اسے تو غائب ز نظر میر توایاں منت
تو لے تذکرہ مشاہیر کا کوری لکھتے ہیں کہ مرزا غالب نے مندرجہ ذیل رباعی بھی ان کو لکھ
کر بھیجی تھی یہ

گر پردش بہر زان دل بودے در دہر شیوع ہر خشکی بودے
در صدق ز جملہ رسائل بودے بسم اللہ آن رسالہ بسل بودے
و پنج گلبن کے علاوہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے میرزا ان المعانی اور فارسی دیوان بھی
ان سے یادگار ہے، تذکرہ مشاہیر کا کوری میں بستان کے فارسی کلام کا نمونہ شامل
ہے یہ

امیر حسن خاں بستان، مورخ رمضان ۱۲۶۳ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۷ء کو کلکتہ میں فوت ہوئے
اور سیالہ اسٹیشن کے قریب تدفین عمل میں آئی یہ

بلکہ کلیات نثر غالب ۲ ۲۰۹

تذکرہ مشاہیر کا کوری ۲ ۵۲ مرزا کی یہ رباعی ان کی کلیات میں بھی ہے۔

تذکرہ ایضاً ۲ ۵۵۔۵۶

تذکرہ ایضاً ۲ ۵۵

(۲) خلیفہ احمد علی احمد

خلیفہ شیخ احمد علی نام احمد تخلص باب کا نام شیخ نادر علی تھا تقریباً انیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرے میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۰۰ فارسی کی تحصیل رام پور کے مشہور اساتذہ مولوی عنبر شاہ خاں آشفہ (وف ۱۲۳۹ھ) اور کبیر خاں تسلیم (وف ۱۲۵۱ھ) سے پانی اور دیگر علوم متداولہ کی تحصیل رامپور کے دوسرے علماء سے کی۔ فارسی زبان و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے حافظ احمد علی خاں شوقی رامپوری کہتے ہیں:

• خلیفہ (احمد علی) کہا کرتے تھے کہ فارسی کے لطف نے عربی چھڑا دی۔
 مولانا غرضی رقمطراز ہیں:

”ادبیات فارسی کے ذوق نے خلیفہ صاحب کو عربی علوم کے لطائف کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا اور ان کی ساری عمر شیراز و مروان ہی کے مرغزاروں میں گزر گئی۔“

سے حافظ احمد علی خاں شوقی نے خلیفہ احمد علی کا انتقال نویسے سال کی عمر میں ۱۳۰۹ھ میں کھاجے (تذکرہ کاملان رام پور، دہلی ۱۹۲۹ء ص ۲۳۴) اسی بنام مولانا غرضی نے ان کا سال پیدائش ۱۳۱۹ھ قرار دیا ہے (مکاتیب غالب ص ۱۱۴) مگر شیخ امیر احمد مینائی نے اپنے ”تذکرہ“ انتخاب یادگار کی تدوین (۱۳۲۰ھ) کے وقت ان کی عمر پچیس سال بتائی ہے۔ (انتخاب یادگار دکن ۱۳۲۹ء ص ۱۹) اس طرح ان کا سال پیدائش ۱۳۲۵ھ قرار پاتا ہے۔

سے ملاحظہ ہوا انتخاب یادگار تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۶۱ - ۲۶۸۔

سے ملاحظہ ہوا انتخاب یادگار ص ۹۵ و تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۲۸ - ۳۲۹

سے تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۳

سے انتخاب یادگار ص ۱۱۳

خلیفہ احمد علی کی وجہ سے رام پور میں فارسی زبان و ادب کو خوب ترقی ہوئی رام پور میں ان کے سیکڑوں نامور شاگرد موجود تھے، نواب یوسف علی خاں (وفی ۱۲۸۱ھ) اور نواب کلب علی خاں (وفی ۱۳۰۳ھ) بھی ان کے حلقہ تلمذ سے وابستہ تھے خلیفہ صاحب نہایت نیک اور سادہ مزاج اور دینی کتابوں کے پڑھانے میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ منشی امیر احمد مینائی لکھتے ہیں :-

فارسی کے استاد ہیں بڑے ذوی استعداد ہیں مجلہ کتب و دستہ فارسی پر عبور ہے نام نامی ان کا درونک مشہور ہے... سیکڑوں آدمیان سے مستفید ہیں۔

کبھی کبھی فارسی میں شعر بھی کہتے تھے منشی امیر احمد مینائی نے بلور کوئٹہ تین شعر انتخاب یادگار میں نقل کئے ہیں ۲۹ رمضان ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۸۹۳ء بروز پنجشنبہ انتقال ہوا۔

جب مرزا غالب رام پور آئے تو خلیفہ احمد علی سے بھی ملاقات ہوئی خلیفہ صاحب نے عرفی کے کلام پر نکتہ چینی کی اور مندرجہ ذیل دو شعر زیر بحث آئے تھے

ساکتم این نغمہ تا در نیم شب ہجر و مرغِ سحر خواں می زغم
شاہدی کو کہ یک نفس گوشی بدل درو پرور اندازد

خلیفہ صاحب نے نصف شب کو مرغِ سحر خواں کے ہم آواز ہونے اور دوسرے شعر میں گوش انداختن کی ترکیب پر اعتراض کیا۔ یہ گفتگو پہلی نشست میں ناتمام رہی اور نئے پایا کہ خلیفہ صاحب رات کو اگر گفتگو کریں گے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کسی وجہ سے پہنچ نہ سکے لہذا غالب نے اپنے دلائل

سے انتخاب یادگار ص ۹

سے تذکرہ کامران رام پور

سے مکتب غالب ص ۱۱۴

ایک خط میں لکھ کر بھیج دیئے جس کا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے دیکھ
 ”ہر چند“ سحر“ اور ”صبح“ بطریق مجاز بعد نصف شب سے صبح تک
 متصل ہے، طعناً آخر شب کو ”سحری“ اور ”سحر گہنی“ کہتے ہیں اور
 مرغیان خوش آواز کر بیل بھی ان میں ہے، اکثر پہر سوا پہر رات
 سے جلتے ہیں، نصف شب کو مرغ سحر خواں کا ہم آواز مہنا محل
 اعتراض نہیں ہے۔

مگروش کا استعمال انداختن کے ساتھ اگر شعرائے ہند کے کلام میں آیا مہنا تو
 ہم اس کی سند اہل زبان کے کلام سے ڈھونڈتے، جب وہ خود عربی نے لکھا ہے
 تو ہم سند اور کہاں سے لائیں؟ قواعد زبان فارسی کا ماخذ قرآن حضرات کا کلام
 ہے جب ہم انہیں کے قول پر اعتراض کریں گے تو اس اعتراض کے واسطے قصاصہ
 کہاں سے لائیں گے؟

سائنس احمد علی خاں شوق لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شعر بھی خلیفہ احمد علی رام پوری
 اور مرزا غالب کے درمیان وجہ نزاع بنا ہے

مگر باشم عقل کل را تا تک انداز ادب مرغ توصیف تو از او بچ بیاں انداختہ
 مولانا عرشی لکھتے ہیں کہ مرزا غالب کے خط میں تو اس کا کوئی حوالہ موجود نہیں
 ہے اس کی مرقع بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ ۔ مذکورہ بالا دو شعر مل کے ساتھ یہ شعر
 بھی زیر بحث آیا ہو چکے مرزا غالب نے سنیں فارسیہ کا اجمال حال بھی ایک دو ورق

سے مکاتیب غالب ۲ ۱۱۵

سے تذکرہ کا ملان رام پور

سے مکاتیب غالب ۲ ۱۱۵

سے تذکرہ کا ملان رام پور

سے مکاتیب غالب ۲ ۱۱۵

پر لکھ کر بنظر اصلاح خلیفہ صاحب کو بھیجا تھا۔

۳۔ مولوی علی بخش شرر

مولوی علی بخش شرر بن سلطان بخش ۱۲۳۳ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے
 "خاندان بخش" کے نامور کن اور مشہور عالم تھے۔ مولانا فیض احمد بدایونیؒ کے
 شاگرد اور مولوی عبدالحمید بدایونیؒ (پیدائش ۱۲۶۶ھ) کے مرید با اخلاص تھے۔ انگریزی
 سرکار کی طرف سے صدر الصدور رہے تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔
 سرسید احمد خاں کے سخت مخالف تھے ان کے رومیں کئی رسالے لکھے شہاب
 ثاقب "اور" "تائید الاسلام" اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، ان کے علاوہ تنقیح
 المسائل "اور" "برق خاطف" بھی ان کی تصانیف ہیں۔ ۱۳۰۳ھ میں ان کا
 انتقال ہوا۔ "سید الحاج درہشت رسید" سے تاریخ انتقال معلوم ہے۔
 شرر کو شعر و شاعری کا ذوق تھا لکھنوی اساتذہ کے رنگ میں کہتے تھے لیکن
 اپنے مرشد کے ایماء پر شقیہ شاعری ترک کر کے نعت کہنے لگے۔ ان کا دیوان اسعد
 الاخبار اگرہ سے ۱۲۶۹ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور نے اپنے
 مضمون میں ایک نغمی مجرورہ سے اقتباس دیا ہے۔ شاعری کے متعلق پروفیسر آل احمد سرور
 لکھتے ہیں۔

سے حالات کے لئے دیکھئے مولانا فیض احمد بدایونی از محمد یوسف قادری۔ رپاک اکیڈمی، کراچی
 ۱۹۵۷ء

سے ملاحظہ ہو، تذکرہ علمائے ہند در جلد اول، ۲۴۳، اکمل انسا ریخ حصہ اولیٰ از محمد یعقوب
 ضیاء القادری بدایونیؒ ص ۶۶ نے اور اپنے چرائے۔ آل احمد سرور کراچی ۱۹۵۷ء ص ۱۱۱
 ۱۳۷، عین الانسان از علی احمد محمود الشارو کوثریہ پریس بدایوں، ص ۸۷، ۸۸، غم خانہ جاوید
 انزلہ سرسری رام جلد چہارم رد علی ۱۳۳۷ھ ص ۴۹۸
 سے نئے اور پرانے چرائے ص ۱۲۷

”کلام کا عام رنگ اس زمانے کا سب سے یعنی ناسخ کی رعایت لغتی
ذوق کے مواردے جرات کی معاملہ بندی شاہ نصیر کی شکل و ایض
سب کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے اشعار صاف
اور صاف سے ہیں اور ان میں تغزل کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔“
مرزا غالب سے تعلقات کے سلسلے میں مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری لکھتے ہیں :
”مرزا غالب سے ہمیشہ شاعری میں چھیڑ چھاڑ رہی۔“
پروفیسر آغا محمد سرور اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :

”یہ بات قابل غور ہے کہ اکثر غزلوں پر ہم طرح غزلیں ملتی ہیں مصنف
اکمل التاریخ نے لکھا ہے کہ مرزا غالب سے ہمیشہ شاعری میں چھیڑ چھاڑ
رہی اس کا کوئی اور ثبوت نہیں مل سکتا (کذا) مگر غالب کی غزلوں سے
بہت جھلک رہی۔ ان میں ذوق کا رنگ زیادہ ہے۔“

مؤلف اکمل التاریخ ضیاء القادری صاحب نوے سال کے پٹے میں رہے ہیں۔ ہم نے ان
کی خدمت میں اس اجمال کی شرح چاہی تو انہوں نے فرمایا :
”نوے سال کو پہنچ چکا ہوں حساس منتقل ہو گئے ہیں دکھائی اور سنائی“
نہیں دیتا۔ حافظہ کب کا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ اکمل التاریخ کو چھپے
ہوئے پچھپن سال کے قریب ہو گئے۔ اب مجھے کوئی تفصیل یاد نہیں ہے
کتاب لکھنے کے زمانے میں مدد سر قادیہ کا سارا کتب خانہ میرے
سامنے تھا۔ مولوی علی بخش مرحوم و مغفور کے خاندان کے ذخائر
کتاب بھی رسائی تھی کچھ قلمی مولو مولوی حامد بخش مرحوم اور مولوی

۱۔ اکمل التاریخ (حصہ اول) ص ۳۶

۲۔ نئے نئے اور پرانے چراغ ص ۱۳۶

۳۔ مکتوب ضیاء القادری بنام راقم الحروف مدد رقم ۳ فرد ماہ ۱۹۶۹ء

سراج الحق صاحب کے یہاں کا بھی تھا۔ اس ذخیرے میں کہیں یہ بات بھی
 لکھی تھی کہ مرزا غالب اور مولوی علی بخش شرر سے شعر و شاعری میں
 چشمک اور چھڑچھاڑ تھی تھی۔ میں نے متعدد غزلیں غالب کی زمین
 میں ان کے دیوان میں دیکھی تھیں۔ ان کا مطبوعہ دیوان میرے سامنے
 رہا تھا۔

غرض اس چھڑچھاڑ کی نوعیت اور تفصیل کا سراغ نہیں ملتا مگر یہ حقیقت ہے
 کہ مولوی علی بخش شرر خود کو غالب کا مد مقابل سمجھتے تھے اور ان کے جواب میں
 ہم ردیف و ہم تافیہ غزلیں لکھتے تھے۔ پر و فیروز آل احمد زور لکھتے ہیں کہ
 ”عشقِ دیوان کے علاوہ آپ (شرر) کے چار نعتیہ دیوان بھی ہیں مگر
 یہ انہوں نے اپنے جتنی مولوی حامد بخش کے نام سے چھپوا دیئے
 ہیں اور اس میں حامد بخش رکھا ہے۔ یہ نئی بات نہیں ہے اور بھی بہت
 سی مثالیں اس قسم کی ملتی ہیں۔ نعت میں یہ رنگ زیادہ اچھا معلوم ہوتا
 ہے اور بعض شاعر حسن کا کردار کے پائے کے ہیں۔“

نعتیہ دیوان ”گلزارِ نظم حامد“ مطبوعہ مطبع نسیم سحر بدایوں ۱۳۳۸ء ہمارے
 پیش نظر ہے۔ اس میں اکثر غزلیں غالب کی غزلوں کے جواب میں ہم ردیف و ہم تافیہ لکھی
 ہیں۔ اس کے علاوہ ایک واقعہ اور قابل ذکر ہے۔ جس سے اس چھڑچھاڑ کے خیال کو
 اور تقویت پہنچتی ہے، مرزا غالب لکھتے تھے تو مولوی کرم حسین بگراہی نے اپنے ہاتھ
 پر بکینی ڈلی رکھ کر کچھ اشعار کہنے کی فرمائش کی جس پر مرزا غالب نے ایک دلچسپ
 قطعہ کیا جس کا پہلا شعر ہے۔

ہے جو صاحب کے کف دست پر یہ بکینی ڈلی
 زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہئے

اسی زمیں میں مولوی علی بخش شرر بدایونی نے ایک پھوپان کی رسید لکھی ہے جو درج ذیل ہے۔

پھوپان حق عنایت جو کیا حضرت نے
تہ عرش معلیٰ کے مشابہ کھئے
برج سے دل کے گروہ میں دیکھے تشبیہ
سروگون سے پری زاد کے نسبت دیکھے
کان سے زہرہ کے بجلی ہے مگر ٹیٹری
باش فردوس کا، اس گراں گل شبہ کھئے
کوزہ ہلے لب کوثر کے شائبہ کھئے
آب حیات کے یہ بہرنے کی سرا ہے مگر
اور اس نیچے کو تشبیہ میں کھئے رگ جاں
حق کو کھئے اگر ماہ شب چار دم
مارا کنڈلی میں لئے بیٹھا ہے مہر اپنا
گوہر گوش حسیناں جو کہا حقے سکر
سارے نیچے پہ جو ہے کام یہ فردوزی کا
دور پہ اس کے تو گردن بھی بلا گردن ہے
غم کو نیچے کے ہے محراب حرم سے تشبیہ
حلقے میں نیچے کے چمکے ہے خود و روشن
حلقہ زلف میں ہے روئے حسیناں کی چمک
ہے مناسب اسے کھئے جو شباب ثاقب
کے کردہ کھینچو تو ہے اک زاپہ لاغر کی مثال

جگر و دل میں یہ جگڑا ہے اسے کیا کہئے
اور لطافت میں سرور سے ماہا کہئے
روشنی میں بھی اسے عہد ثریا کہئے
زادوں کا دل پر نور و مصفا کہئے
یا نئی وضع کا تابندہ ستارا کہئے
یا بنی فقرہ جنت کی ہے شہنا کہئے
وضع میں اس کو نہ کیوں کشیدہ مہیا کہئے
حضرت خضر کی تسبیح کا شمس کہئے
حلقہ زلف حسیناں خود آراء کہئے
نیچے کو کہتے ہی، چاند کا بال کہئے
ہے سجا، اگر اسے دم دار ستار کہئے
حلقہ نیچے کا نہ کیوں کان کا بالا کہئے
لبکشاں سے بھی نہ کیوں تعبیرا ملا کہئے
کہئے غرق قوس قزح تو بھی نہ بیجا کہئے
خمر ابروئے شگفتاں خود آرا کہئے
چہاں تشب میں مگر چاند کا جلو کہئے
یا کہ قدیل اسے محراب حرم کا کہئے
یارگ جاں سے ملا قلب مجلا کہئے
ذکر حق حق کو نہ کیوں اس کا وظیفہ کہئے

یا اسے ترسیناں کے مشابہ کھئے
آتش گل سے جو اُس نے پہ چکیتی ہے علم
طور سے مجھے کو تشبیہ چمک میں دیکھنے
ایک نیزے پہ ہے خورشید قیامت چمکا
گہراں نے کو کہتے ہی کہ ہے ناپرت
دارک شکل ہے نئے حق کہے ہے حق حق
دم میں دم آئے ہے جو شخص ہواں کا ہدم
گوشتِ غلام کا تو آؤ یہ یہ حق ہے، شتر
غیرت سر و نہایت وہ طوباکھئے
ساتھ موٹے کے مٹیائے وہ بیضا کھئے
پھر چلم اس کی نہ کیوں برق تبلا کھئے
سرو پہ یا کہ بہار گل لالہ کھئے
کیوں نہ پھر حقے کو ناقوس کلیسا کھئے
مثل منصور نہ کیوں حقے کا رتبا کھئے
دم کو اس کے مگر انفاں مسیا کھئے
نیچے کر خشک وہ گیسوئے حورا کھئے

۴۔ مولوی ہدایت علی تمکین

مولوی ہدایت علی قصیدہ کنندہ کی ضلع ملو آباد کے باشندے تھے۔ عربی کے عالم
فارسی کے ادیب و انشا پرداز اور صاحبِ دیوان اشعار تھے۔ تمکین تخلص تھا۔ فارسی
میں شعر کہتے تھے۔ سرکار انگریزی میں منصف رہے۔ پیش لینے کے بعد کنندہ کی ہی میں
رہتے تھے اور شعر و ادب سے دل بہلاتے تھے۔ انہوں نے فارسی شعرا کے کلام کا
انتخاب چار جلدوں میں کیا ہے اور اس انتخاب کا نام ”ہدایت الشعراء“ رکھا ہے اس
انتخاب میں انہوں نے یہ التزام رکھا ہے کہ مشہور فارسی مہجوں، محاوروں اور خصوصاً
طرزِ ادا کے متعلق فارسی اساتذہ نے جو اشعار کہے ہیں اور استعارے اور تشبیہات
استعمال کی ہیں، ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ تمکین کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔
رنگ و بہارِ گل و گلزارِ پشیں روئے تو
نیتِ بیجا یا اگر خشک چھچھو گریں تو
گرچہ صائب غزلے گفت از پیِ تمکین
غزلے بہتر از پیِ درہم دیوان تو نیست
بزمِ میں از دود آہم آسمانِ دیگرست
از خبرِ خاطر من سایہ باقی دیگرست

قاصد شہ پیغام صلح آہدوں برسم لبش، تا کہ ایں پیغام شیریں از زبان دیگرست
 آن صید خلق گردد و ما صید چشم تو نسبت چنان و ہم بہ چشمت غواہد را
 معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چودھری عبدالغفور مارہروی نے کسی معاملہ میں
 ہدایت ملی تمکین کا حوالہ بطور سند دے دیا تھا اور تمکین ہندی نثر اور تحریک سے
 ممکن ہے تمکین کا مرزا قنیل یا مولف غیاث اللغات سے بھی کسی نوع کا تعلق ہو
 لہذا مرزا غالب نے تمکین کی خوب مجدد اثنیٰ چنانچہ مرزا غالب کہتے ہیں یہ
 "مولوی ہدایت علی تمکین کا آج تک میں نے نام نہیں سنا تھا۔ مجھے
 ہوئے رستم ہیں۔ صائب اگرچہ اصغرہانی نثر اور دشتاوار و شاہجہان آباد
 مختار انتقام کشیدن و انتقام گرفتن دونوں بول گیا۔ مولوی صاحب
 بچے فارسی بولتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ۔"
 مرزا غالب نے تمکین کے ساتھ صائب کی بھی خبر لی۔

۵۔ احسن بلگرامی

محمد احسن بن محمد احمد صدیقی، اوہ کے مشہور مردم خیز قصبہ بلگرام میں پیدا
 ہوئے (۱۲۴۲ھ)۔ صفی پور (ضلع اٹالہ) میں سکونت اختیار کر لی تھی، ابتدائی
 تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر کھنوسے فراغ حاصل کیا، فارسی زبان و ادب
 میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ مولوی احسان اللہ ممتاز اور گل محمد ناطق گجراتی کے
 شاگرد تھے، احسن تخلص تھا۔ کچھ مدت نواب مختار الملک مددرا الہام حیدر آباد
 دکن کی سرکار سے بھی وابستہ رہے، بیوپاری میں نواب صدیق حسن خاں کے صاحبزادوں
 کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔
 نواب صدیق حسن خاں کے یہاں ہر ماہ کے اختتام پر ایک مجلس مشاعرہ منعقد

ہوتی تھی۔ جس میں ممتاز و مخصوص شعر اشراکت کرتے تھے، ان میں احسن بگرامی بھی تھے۔ یہ نواب علی حسن خاں لکھتے ہیں۔

”بہوجب طلب حضرت والہی و امم ظہیم از آنجا رحیدر آباد و کن
رخت برداشت و در دارالاقبال محبوبال قدم گذاشت و بتعلیم
نامہ نگار و جناب برادر صاحب عالی مقدار (نواب نورالحسن)
توجہ گماشت۔“

احسن بگرامی نے فارسی زبان و بیان سے متعلق چند وقیع تصانیف یا دیگر
چھوڑی ہیں جن میں ارتنگ فروزنگ، کارنامہ فروزنگ، صحیفہ شاہجہانی اور اسرار
احسن خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر فارسی انشا پر دازی کی تعلیم کے لئے
نہایت سوزوں اور مفید کتاب ہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں۔

”بعبارت عام فہم این رسالہ است محتوی تعلیم حکسہ سرفہر زبان
کہ باشد کیے نثر بہر طرز و روش کہ خواهند، دوم کارگزاری بدای
پایہ کہ در ابتدائے علاقہ ہر کار تحریر کہ باشد صورت کمال انتہا
نماید، سوم شاعری اختیاری یعنی عام مصنون تازہ ہے زحمات
نکر ہر آن زیر قلم و زیر نگین باشد۔“

اس زمانے میں بڑی حد تک ریاستوں میں دفتری کام فارسی زبان میں ہوتا
تھا، لہذا دفتری مراسلات اور کارگزاریوں کے لئے یہ رسالہ نہایت مفید تھا۔ اس
رسالے ”اسرار احسن“ کی ترتیب اور احسن بگرامی کے طریقہ تعلیم کو غالب نے
سرابا اور اشتیاق ملاقات کا اظہار کیا، بلکہ غالب نے ان کی دستگاہ اور قابلیت

۱۔ مائثر مدین، جلد چہارم، از نواب علی حسن خان (نزل کشور پریس کمپنی ۱۹۵۲ء) ص ۱۹۵

۲۔ بنم سخن از نواب علی حسن خاں (مطبع شاہجہانی محبوبال ۱۹۳۹ء) ص ۱۵

۳۔ اسرار احسن از محمد احسن بگرامی (رقوم پریس کمپنی ۱۹۰۴ء) ص ۲

سے متاثر ہو کر ان کے مشاہیرے میں ترقی کی سفارش کی، چنانچہ آئین لکھتے ہیں :-

”چوں بہ تعلیم ہمیشہ زادہ مولوی صبیح اللہ خاں صاحب دہلوی کہ امروز
بصدور الصدوری علی گڑھ نامور و کامور ہستند، چاکر شدم تنے چند از
واردان دولت کہہ مثال کہ از اینان یکے از اعزہ مرزا غالب و نظری
بودہ اند۔ اولیں مسودہ کہ بخواہر زادہ ممدوح نویسانیدم، بچہ اطلاع
من پیش مرزا غالب رواں داشتند۔ مرزا بجواب آں سلام شوق من
و درانی ستائش مسودہ ہاں فرستگان مسودہ نگار کرد کہ خدا را
مولوی صاحب را دینی تعطیل انگیزی کہ نزدیک است بالضرور بہ بنی
آمدن دن است و نیز چون مرزا در یافت کہ فلانے یعنی فقیر ہنگی پانزدہ
روپیہ از علاقہ چاکری مولوی صبیح اللہ خاں صاحب می یابد آگہی
ندا و ندش کہ چیل روپیہ دیگر از تعلقہ ہائے دیگر می یابد بہ معوی الیہم
برنگاشت کہ برائے مولوی صاحب چاکری پنجاہ روپیہ یا مانہ و رانی
خورشید بجائی قرار دادہ ام کہ سخن شناس است و قدر دان“

اس کے بعد مرزا نے اپنے کسی اکبر آبادی شاگرد کے خط میں آئین بلکراہی کو
سلام شوق لکھا، اس کا یہ اثر ہوا کہ غالب کے حلقہ تلامذہ میں آئین کی پذیرائی شروع
ہو گئی۔ آئین لکھتے ہیں :-

زیر تحریر پیش آؤ دو مہنتہ گزشتہ ہو کہ مرزا و دانہ مسودہ کیے از تلامذہ
خریش باز ہم چنان سلام شوق با و عدہ احسان بنامہ رنگاشت و بعد
ظہور ای معاملہ بعضے از شاگردان مرزا شیرینی مرسوم پیش فقیر
آمدند و بتکمیل فقیر با فشر دندہ چنانچہ از جلد آمان ہووند محافظ

لے اسرار احسن، احسن ہم

لے اسرار احسن، احسن ہم

مصلح الدین منصور تخلص ساکن روہانڈی کہ از محلات اکبر آباد است
ہر کہ خواہم دریا بد

غالب کی اس بہت افزائی اور قدر دانی سے آئینہ کو بھی ملاقات کا اشتیاق ہوا،
مگر عظیم آباد کا سفر وہ پیش آ جانے کی وجہ سے ان کو ملاقات کا موقع بہم نہ پہنچ سکا
چنانچہ کہتے ہیں :

دشوق و بیار مرزا دل بہرزم دہلی داشتہم کہ ناگاہ اہل مشرق کنندے بگردنم
انداختند و بے عظیم آباد رساندند

بعض لوگوں نے آئینہ بگرامی کے کلام کو مرزا غالب کے پاس بھیجا۔ مرزا نے
اس میں اصلاح کی کوئی گنجائش نہ پائی اور ان کو بھیج دیا اور اس کے بھیجنے والوں کو
ایک گز شرمندگی ہوئی۔ آئینہ بگرامی کہتے ہیں :

مہتے چند دیکر کہ بقواعد اس نقشہ باغ لہا بہر لڑ عیند و باغ لے حسروان
پیش اسد اللہ خان غالب و طہری رواں داشتند و چوں غولہا بیدار
اصلاح ہم چنان واپس آمد پیش فقیر آموزد و عقد لم خواستند و بھید
کردند کہ دگر گز چنیں کردار نخواستیم گشت ہر کہ خواہد از خود شان دریا بد

غالب نے عود ہندی میں ایک موقع پر اشارتا اور دوسرے موقع پر مراٹھا بیدل پر
تقریض کی تھی۔ یہ بات آئینہ بگرامی کو پسند نہ آئی اور انہوں نے اس سلسلے میں اپنے
قلم کو حرکت دی۔ چنانچہ کہتے ہیں :

”بھچناں غالب و طہری در عود ہندی بھو حضرت مرزا بیدل علیہ الرحمہ رقم

لے اسرار حسن، ص ۴

لے اسرار حسن، ص ۵

لے خطوط غالب، جلد دوم درتیبہ غلام رسول جہاں، ص ۲۲۹

لے اسرار حسن، ص ۵

کر دہ است و منبر حضرت ہیدل روشن تر از آفتاب است ، وجود حقیقت
 آن ہجا گرا از انشائے صحیفہ شایعہ نافی دنیا بند کرد پارہ از ان بگرم ضرورت
 جواب گزاری از جانب حضرت بیدک دیکھ ازرقعاتش رقم کردہ ام

(۶) شعری کشمیری

خواجہ ابو محمد حسنی شعریؒ ابن خواجہ صدر الدین پنج ۱۲۲۳ھ میں مری نگر میں پیدا
 ہوئے ، وہ ایک علمی خاندان سے کے فرد تھے ۔ ان کے بھائی حافظ محمد مشتری دکن
 (۱۲۲۹ھ) اور چچا حبیب اللہ فقہابی شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے ۔ سکھوں کی چیرہ
 دستیوں کی بنا پر کشمیر کو خیر باد کہہ کر امرتسر میں طرح انامت ڈالی ، مختلف دیار و اصہار
 کی سیاحت بھی کی ، ایک موقع پر دہلی پہنچے ۔ یہاں در شاہ ظفر قلعہ دہلی میں رونق افزا
 تھے ، مفتی صدر الدین آذرودہ ، صہبائی ، موتمن اور مولوی عبداللہ شاہ علدی جیسے
 اساتذہ سخن دہلی میں موجود تھے ۔ مفتی صدر الدین آذرودہ کے توسط سے شعری نے غالب
 سے ملاقات کی ، شعر و شاعری کا ذکر و اذکار رہا ، یہاں تک کہ مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی
 اور پھر آپس میں شاعرانہ نوک جھوک بھی رہی ۔ اسی داستان کو شعری کے دیوان ”مرآت
 خیال“ کے مقدمہ نگار کے قلم سے نیچے ہے :

”یو جو ہم قومی مہاں خواجہ صدر الدین صدر الصدور آذرودہ گروہ یہ کہ
 روزے ہمراہش بریکان دمیرالملک مرزا اسد اللہ شاہ غالب برد
 بعد از چنین وچنان مرزا گفت کہ اگر جناب شاعرانہ بر صریح :

لہ شعری کیے حالات کے لئے ملاحظہ ہو : مرآت خیال دیوانی شعری ، مطبعہ ریاض ہند امرتسر
 ۱۳۰۴ھ ، ص ۱۲ تا ۱۶ نیز دیکھیے ”کشمیر کی فارسی شاعری“ از مولوی محمد عبداللہ قریشی
 (دہلی دنیا اسلام آباد کشمیر فہرست مدارج و اہمیل ۱۹۶۶ء) ص ۲۴۱ - ۲۴۳
 مکتبہ مرآت خیال ، ص ۷۰

باز ماتم خود و گرنہ در ہر دیم باز بود
 جمع آزمایند اشعری گفت شاغر میستم اما بچ تو اتم ہارم، چنانچہ غزلے بدید آرد من
 بعد مصرع !

مداغم از کجا ای جوش شادابی ست مینارا
 طرح مشاعرہ اناخت، صہبائی و موتن و غائب و طوی مع اختلاف طبع آرزو مند
 از اسد اللہ غالب است ہر

نہی بینیم در عالم نشاط کا سماں مارا
 چوں فور از چشم نابینا ز ساغر رفت مینارا
 ہر یک کث بعد مرۃ داو سخنوری داو امشاعرہ قریب الانتقام بود کہ
 صد اصد در از قریب الوطن ارمغان خواست پیش کش کرد۔

جنونے کو کہ دست از آستین ہیروں تہد پارا
 زند چاکے بجیب و غوش لند داماں صحرارا
 بہر شعر مرا احسنت رفت تا آنکہ صہبائی اسام بخش بود و موتن مقتدی
 مگر شیر میشہ عالی و صافی غالب مل کل غالب و زیتاں آتش شک سوخت
 تلامذہ اش مستعدی طرح دیگر شدند و بہ مشاعرہ دوم غالب بطرح گفت:

ہر دم دوزخ و آں داغ دہائے سینہ تابش را
 سرا بے بود در درہ تشنہ برق عتابش را
 بہ پیدائی حجاب جلوه سماں کرو نشس تا زم
 کف صہباست غمئی پنبہ مینا سے شرابش را

اس غزل مملو مطامن آتش صہبائی بکوش آرد و صد اصد در آرزوہ ساخت
 هنوز فرو نشد ہر کہ کث اشعری در دست در دھن نمود بالآخر محاکمہ بجا و لہر رسید بالغ الکلام
 را دو صلف شدہ جمعے جناب غالب گرفتند و بر نھے جانب غالب، بلا مغالطہ نتیجہ
 تنقید نظری بدی شد، صہبائی بیام طرح بدو آید، آوارہ وطن آئینہ گفت بہ ایران

است زشتہ نوازانت، شقیقہ را حید کر و مگر بعد از دوم یوم پہمائے
زشتہ۔

در گریہ از بس نازکی رخ مانده بر خاکش نمگر
وال سینہ سودن از پیش بر خاک فناکش نمگر
خواند بہ امید اثر اشعار غالب ہر سحر
از کتہ سپین در گزرفرنگ و اوراکش نمگر
چونکہ شہری قبلش دلی را خیر باد گفتہ بود، صہبائی ریخت، آن قدر
بلکست و آن ساقی ماند۔

شہری لا انتقال ۸ رجب ۱۲۹۸ھ کو امرتسر میں سہا اور وہیا دفن ہوئے
رحمت خدا آمد سے سال انتقال بہ آمد ہوتا ہے۔

غالب اور مارہرو

مارہرو (ضلع ایٹا، یو۔ پی) ایک قدیم تاریخی قصبہ ہے، اس قصبے میں تین قبیلے خاص طور سے ممتاز اور نامی گرامی تھے۔ شیوخ کنہوہان کہ عہدہ قانن گزئی اور منصب چھ عہدہ شاہی سے ان میں رہا۔ شیوخ انصاری کہ عہدہ قضاء ان سے متعلق رہا۔ اسادات واسطیہ کہ مشہور پیر زادے ہیں اور ان میں نامی گرامی صوفیہ گزریے بھی ہیں۔

مرزا غالب کا تعلق مارہرو کے کنہوہ شیوخ اور اسادات سے بہت خاص رہا ہے اور ان دونوں قبیلوں کے متعدد ارکان غالب کے شاگرد، دوست اور شناسا تھے۔ غالب نے اپنے اکثر خطوط میں مارہرو جاننے کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ایک خط میں چودھری عبدالغفور کو لکھتے ہیں:

”اگر زمانہ میری خواہش کے مطابق نقش قبول کرتا ہے تو میں

مارہرو کو آتا ہوں، حضرت پیر مرشد کا اشتیاق اور اس جلسے میں

تہاری دید کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے

دے گا۔“

دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

”لے اصح التواریخ از محمد میاں مارہروی، جلد دوم، ”لغات فقہ عالیہ برکاتید مارہرو“

(۱۳۴۲ء) ص ۶۶

”لے الہینا“ ص ۲۲۹

”لے خطوط غالب جلد دوم ص ۲۲۲

”جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور
پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں، طاقت کہاں
سے پاؤں۔“

کنبدہ شیوٹا میں سے پہلے شخص جو مارہرہ میں سکونت پذیر ہوئے، وہ
خواجہ عماد الدین عروت شیخ عمار تھے۔ یہ مہاجرین بادشاہ کا زمانہ بیان کیا جاتا
ہے۔ ان کی دو صاحبزادیاں، دو لگے بھائیوں خواجہ محمد امین اور خواجہ محمد حسن
ملتان سے منسوب ہوئیں اور خانہ دانی تذکروں کے بیان کے مطابق ان دونوں
بھائیوں کو ۹۵۲ھ میں مارہرہ کی قانون گریز اور چودھرات ملی کے کنبدہ مہر میں
سے پانچ حضرات

۱۔ چودھری عبدالغفور سرور

۲۔ غنایت الہی

۳۔ عبدالعزیز ضیاء

۴۔ عطا حسین عطار

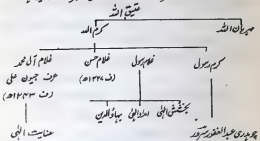
۵۔ حکیم اشفاق علی۔

ترغالب کے شاگرد تھے مگر دوسرے حضرات سے بھی ترغالب کے مراسم تھے
جن میں سے چودھری غلام رسول رئیس مارہرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ترغالب
ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ شاید ہی کوئی ایسا خط ہو جس میں ترغالب نے ان
کو سلام و پیام نہ لکھا ہو۔

اس جماعت کے دواور رکن منشی ممتاز علی میرٹھی اور مولوی غلام بسیم اللہ
بسمی بریلوی دف ۱۳۱۵ھ/۱۱۸۹ء سے بھی ترغالب کے تعلقات تھے لہذا لاکر

۱۔ سید عالم علیٰ زکیم غنایت حسین مارہروی (تصنیع و ترتیب و اصناف از فیض احمد از علیہ
ناظمی میرٹھ ۱۳۰۶ھ) ص ۳۱۔ ۲۔ المشاہیر از فیض احمد (نای پریس میرٹھ ۱۹۱۱ء) ص ۹۔

عہد ہندی کے مرتب و جامع اور ناشر ہیں اور آخر الذکر غالب کے شاگرد ہیں دونوں آپس میں علاقہ جہانی تھے اور ان کا تعلق مارہرو سے بھی تھا مگر مستقل طور سے ان دونوں کی حکومت میرٹھ اور بریلی میں تھی۔
چودھری عبدالغفور سرور کے خاندان کا مختصر سا شجرہ درج ذیل ہے :



چودھری غلام رسول :

چودھری غلام رسول کا خاندان کبودان مارہرو میں "بارہ جے والا" کہلاتا تھا ان کے والد شیخ کرم اللہ (ف ۱۲۲۶ھ) کے متعلق اس خاندان کے مورخ حکیم شیخ عنایت حسین مرحوم (ف ۱۲۶۵ھ) لکھتے ہیں :-

مکرم اللہ بن عتیق اللہ صاحب دانش و اقبال و در شکست
دشانت حسن قیاد ممتاز اقران و امثال ہد و باسحق و ارشد
عہدہ سرورنی چودھر و قانون گوئی درست آوردہ بیحد در ریاست
قرار و در زید و لازم عہدہ مذکور بخوبی سرانجام دادہ تا پایاں عمر
و اقتدار ہمہری گزارشت :-

چودھری غلام رسول معلوم ہو جس سے آراستہ اور ریاست و امارت کے مالک تھے
حکیم عنایت حسین لکھتے ہیں یہ

”وے بادانش و بہاء خلیق و متواضع است ہموارہ ہرقرار و اقتدار

می گزارد“

۱۹ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو چودھری غلام رسول رنگبڑے عالم آخرت ہوئے ان کے
سہائے منشی کرم حسن نے مصرع ۱

فخر دو جہاں قبلہ دل کعبہ جاں ہائے (۱۲۸۷ھ)

سے تاریخ نکالی ہے رنگبڑے آل محمد مارہروی نے چودھری غلام رسول کی تاریخ
انتقال اس طرح کہی ہے یہ

شہاذی عالم رئیس محترم ہر کہ فوت اوشنیدہ ہائے گفت
بندہ آل محمد سال او بستم ذی الحجہ بابو ای گفت

۱۲۸۷ھ + ۲۸ = ۱۲۵۹

چودھری غلام رسول کی اولاد نے امارت کا کارخانہ جلد ہی درہم برہم کر دیا۔
منشی فیض احمد لکھتے ہیں یہ

”وہ شکستے سے مجموعہ ریاست متفقہ چند ہی صد سالہ را کہ باعث
اعزاز و دوامان ہو و بود بخش بخش کردہ نام ریاست از صفحہ دہر
نور و دزد و باندک فرصت کشف نمودند“

چودھری غلام رسول کے کچھ صاحبزادے بہاء الدین بخشش الہی

۱۔ سلسلہ عالیہ ص ۲۷

۲۔ ایضاً ص ۲۷

۳۔ دیوان توارخ (مکاشفہ متفرقہ) از سید آل محمد (مطبوعہ نذرانہ آراء شکر) ص ۱۸

۴۔ سلسلہ عالیہ ص ۲۷

اور ابدال الہی رف ۱۲۹۲ھ) تھے۔ چودھری بہادر الدین کتاب اخبار المادہ کے مولف ہیں۔ یہ کتاب مطبع صبح صادق سینا پور سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا پر مولف کو انگریزی حکومت کی طرف سے دو سو روپیہ انعام بھی ملا تھا۔

چودھری عبدالغفور:

چودھری عبدالغفور چودھری کرم رسول رف ۱۲۶۳ھ) کے صاحبزادے اور چودھری غلام رسول کے حقیقی بھتیجے تھے۔ چودھری کرم رسول کے متعلق حکیم عنایت حسین لکھتے ہیں:

”مرد دانش مند باقبال و در شہد مروت و سخا و اخلاق و تواضع و سائر صفات جمیدہ و اوصاف پسندیدہ گیارہ زمانہ و ممتاز اقران و امثال و حال ابصر عہدہ پیر قانون گوئی و چودھری و افروز است“

چودھری عبدالغفور نے مردہ تعلیم اپنے چچا چودھری غلام رسول سے حاصل کی اور ان کو چودھری غلام رسول کی پوتی (روختر بہادر الدین) منسوب تھیں۔ چودھری عبدالغفور کے متعلق منشی فیض احمد لکھتے ہیں:

”عبدالغفور المتخلص بر سرور شاعر شیوا بیان شیریں زبان و مزہم روشن و مدح ستودہ منش اخلاق روشن سیر چشم در چشم مہر جو آندہم نعت و مین الاخلاق بہ حلم و مروت و وقار و اعتباری گزارد و در فن سخن بانجم الدولہ و ہیر الملک اسد اللہ خان غالب و ملوی کہ غلطہ جادو بیانی و از ہند تا بہ ایران رسیدہ، نسبت شاگردی راست حاصل کردہ و بر رقعات اردو غالب و سیاچہ نوشتہ کردہ آن مجرم“

بقالب طبع آمدہ باسم ”حمود ہندی“ مشہور دیار و امصار است۔
 چودھری عبدالغفور کے کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اپنے برادر نسبتی (سلے)
 عزیز الدین کے بیٹے عبدالصبور کو گردے لیا تھا۔ عبدالصبور کو بھی شعر و شاعری کا
 ذوق تھا۔

چودھری عبدالغفور سرور کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہو سکا لیکن بعض قرائن
 کی روشنی میں ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرے میں
 فوت ہوئے۔

برحسب احمد زہیری مارہروی لکھتے ہیں:
 ”عبدالغفور صاحب میاں قد کے تھے اور شیا پا جا مذہب تن کرتے
 تھے امد آپ کے یہاں شروع رمضان سے آخر تک احباب اور
 اعزہ کا روزہ انظار ہوتا تھا۔“

چودھری عبدالغفور سرور نے حکیم امداد حسین مارہروی (ن ۱۲۸۲ھ) کے
 صاحبزادے غل حسین (ن ۱۲۸۳ھ) کے انتقال پر جو تاریخ لکھی ہے وہ بطور
 نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

دا درلیقا وا درلیقا وا درلیقا وا درلیقا
 ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے
 دو ہزار و دوصد و ہشتاد و دو ماہ صیام
 جانب فردوسی شد فخر الملباء رنگہا
 پنج پور نامور از وسے بگیتی یادگار
 صاحبان عقل و علم و دانش و منہم و ذکا

ملک مکتوب برہیں احمد زہیری بنام راقم موصولہ دسمبر ۱۹۶۸ء

نکستہ سلسلہ عالیہ ص ۱۷۰

سہل نگزشتہ زلفت و لہو والا سے شاں
 پر چارم زار وید اے وے از عالم قضا
 برو نام او مرکب از علی و از حسین
 وہ چہ نام است ای کہ برحقے باو جان دل خدا
 از وقوع ای چنین بس سخت و سنگین واقعہ
 رنج و غم گشت پیدا محشرے شد رونا
 از یگانہ تا بہ بیگانہ ہدی رنج عظیم
 ہر یکے راست برب نعرہ و احسرتا
 دل بدو آرد و تاریخی و فاش نظم کرد
 ہر کہ در مدار ہرہ باشعرو سخن بود آشنا
 ہم سرور خستہ ناشاد از دے امید
 گفت "محشرش با حسین و با علی ہر جزا"

$$1282 + 1 = 1283 \text{ھ}$$

عنایت الہی

عنایت الہی چورخبر کا غلام رسول کے بھتیجے اور چورخبر کا غلام آل محمد عزت
 جیون علی (ف ۱۲۸۳ھ) کے صاحبزادے تھے چورخبر کا غلام آل محمد کے متعلق حکیم
 عنایت حسین لکھتے ہیں یہ

"مردے با وانش و اخلاق در صفت ہمت و مروت و علم و وقار یگانہ"
 آفاق بود ہر صدر عہدہ پدر قرار گرفت و متوفی عہدہ مذکور سر انجام
 داد

عنایت الہی نے مروجہ تعلیم حاصل کی تھی اور غالب سے مشورہ سخن کیا

تھا۔ غالب، چودھری عبدالغفور مراد کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-
 "عنایت الہی کا کون مشتاق نہ ہوگا اس کی پرستش زائد، میں خدمت
 گواری کو حاضر ہوں، جب چاہیں اپنا کلام جمیع دیو میرا سلام امد پیام
 کہہ دیجئے گا۔"
 ان کے متعلق منشی فیض احمد مدہروی لکھتے ہیں :-

۱۔ سلیم الطبع حلیم المزاج شیریں زبان لطیف و خند داں سخن سنج معانی
 شقائق است بر عہدہ موروثی قانون گزشتہ متنازعہ ماندہ را کفوں از سرکار
 گردوں و تقارر انگلیشیہ ہنشن ہی یا بد وہیں الاخوان با امتیاز می گزارد و
 چون حسب قوانین جدیدہ گورنمنٹ انگریزی حق موروثیت حق قانون گزشتہ
 ذائل و ساقط شدہ و قرار یافتہ ہر کہ از عمر و زبیا با امتحان و قابلیت
 قانون و استعداد کاروانی کامیاب شود و سند آن از گورنمنٹ پست
 آرد، بریں عہدہ مامور شود و اجناس و سے صغیر و شیر خوار بودند
 لہذا انجو دیگر خانوادہ و دیو دو دمان گزراں ای عہدہ برو ختم شدہ۔"

عنایت الہی کا نمونہ کلام دستیاب نہ ہو سکا۔ ان کے نامور فرزند مولوی
 غفلت الہی زہیری تھے۔ جنہوں نے کچھ عرصہ وکالت کی اور پھر ایک مدت
 تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار رہے ۲۳ نومبر ۱۹۱۷ء کو کراچی میں ان
 کا انتقال ہوا۔

عبدالعزیز ضیا و ۱۔

مولوی عبدالعزیز کے والد کا نام غلام کمال تھا۔ ان کے متعلق منشی فیض احمد
 لکھتے ہیں :-

۱۔ خطوط غالب، جلد دوم - ص ۲۱۸

۲۔ سلسلہ عالیہ، صفحہ ۲۷

۳۔ ایضاً ص ۱۷۳

”عبدالعزیز پسر دم غلام کمال، موزوں طبع، خوش فکر و در نظم
شیریں مقال است و از دختر سخاوت حسین بن شاد بخش کنفا شد“
مولوی عبدالعزیز کے متعلق مرزا غالب اپنے ایک مکتوب بنام چودھری عبدالغفور
میں لکھتے ہیں:

”عبدالعزیز صاحب آئے ہیں بے کلاہ و سپرچن پنگ پر لینا ہوا
تھار ان کو دیکھ کر اٹھار مصافحہ کیا۔ انہوں نے جناب شاہ عالم
صاحب کا خط مع مسودات، اشعار دیا اور فرمایا کہ
پرموں جاؤں گا عرض کیا کہ کل آخر بعد آپ تشریف لائیں، خط کا
جواب اور اصلاحی مسودے لے جائیں۔ وہ تشریف لے گئے۔“
مولوی عبدالعزیز کے فرزند برجیس احمد زہری مارہروی لکھتے ہیں:

”چودھری عبدالغفور کا تخلص سرور تھا اور مولوی عبدالعزیز صاحب
کا تخلص صیاد تھا۔ یہ دونوں بزرگ حضرت غالب کے شاگرد تھے۔
مولوی عبدالعزیز درگاہ (ظہور) کے وقت کے سربراہ تھے اور آپ اپنے
مدد سرا اسلامیہ میں دس رندیں بلا معاوضہ دیا کرتے تھے اور
شہر کے تمام ہندو مسلمان آپ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ
کے اثر و عوت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ کا گزر بازار سے ہوتا
تو تمام ہندو مسلمان تعظیماً گھر سے ہو جاتے۔“

اس زمانے میں مارہروں میں چودھری انتظام علی کے یہاں مشکل مشاعرے

لے خطوط غالب جلد دوم - ص ۲۵۱

۱۔ غالب نے صہباً یا مزامان کے نام سے قبل اعجاز میر لکھ دیا ہے۔

۲۔ مکتوب برجیس احمد زہری بنام راقم موصولہ ۹ دسمبر ۱۹۲۶ء نیز دیکھئے میری

سرگزشت از برجیس احمد زہری کراچی ۱۹۴۷ء ص ۵۷

ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سرور اور منیا میں ایک غول میں کسی بات پر بحث ہوگئی
وہ غول مرزا غالب کو بھی گئی۔ اس کا ایک شعر یہ تھا:

مہندش بن سکی زلف ووتا کی رسانی دیکھ لی مسکڑ سا کی
غالب نے اس غول میں ایک آدھ لفظ بدل کر اصلاح کر دی اور لکھا کہ
بھائیوں میں میل جول رہنا چاہئے۔

غیار کا ایک شعر ہے:

نظم ساقم سے جو جاتے مقابل ہٹا دو آئینہ کو رو برو سے

عبدالعزیز منیا کے فرزند برہیں احمد زبیری کا بیان ہے کہ غیار کا
دلیان اور مرزا غالب کے کچھ خطوط ہندوستان سے پاکستان آنے پر لاہور میں
ہجرت کی حالت میں تلف ہو گئے۔ عبدالعزیز منیا کا انتقال ۱۹۱۳ء میں ہوا۔
برہیں احمد زبیری کا انتقال نوے سال کی عمر میں ہوا۔

شیخ عطا حسین عطا

شیخ عطا حسین حکیم نجف علی مارہروی کے صاحبزادے تھے۔ درس و تدریس
مشغلہ تھا۔ منشی فیض احمد مارہروی لکھتے ہیں:

• نہایت خوش مزاج، ایک نو، بذلہ سنج لطیفہ گو تھے۔ فارسی کی عمدہ
استعداد تھی۔ ہر شخص کے ساتھ خلوص نیاز اور دلسوزی سے ملنے و قلب
رقیق تھا عربیہ و آشا کی تکالیف دیکھ کر دل بھرتا تھا۔ آبدیدہ ہو جاتے
تھے۔ عمر مسلم گری میں بسر کی۔ شعر و سخن کا چمکار و شہسوار (شکایت
سعایت) اردو زبان میں ان کی تصنیف سے مشہور ہے۔

یہ مکتوب برہیں احمد زبیری بنام راقم موصولہ ۹ دسمبر ۱۹۶۸ء سنیز دیکھنے میری سرگشت
از برہیں احمد زبیری دکن (۱۹۶۸ء) سے

آلہ الشاہیر ۲۳۶ - نیز ملاحظہ ہو سلسلہ عالیہ ۳۳، ۳۴، ۳۵

کچھ لوگوں نے شیخ عطا حسین کو نکالیت پہنچائی اور ان کا ذہنی سکون چھین لیا اس کے رد عمل میں انہوں نے مثنوی "شکایت سعایت" لکھی اور مرزا غالب کی خدمت میں بھیجی انہوں نے کہیں کہیں اصلاح بھی کی۔ مرزا غالب اپنے ایک مکتوب بنام چودھری عبدالغفور میں لکھتے ہیں :-

"صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے۔ ہے ہے اس بزدل گوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہوں گے، تب یہ تراوش خوابِ ظہور میں آئی ہوگی۔ مزہ یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب انہیں کے معلوم ہوتا ہے۔"

۱۲۹۰ھ کو شیخ عطا حسین کا انتقال ہوا۔

مثنوی "شکایت سعایت" کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں :-

دل شکستہ ہوں اور غم زدہ ہوں	خستہ تن اور میں ستم زدہ ہوں
درومند اور جگر گداختہ ہوں	ایک غم سے میں زہرہ باختہ ہوں
تاب و طاقت میں وحشت ہے	غواب و آرام وقت حسرت ہے
نہ چمن ہوں نہ باغبان چمن	مرغِ گم گشتہ، آشیان چمن
کیا کہوں کیسا بے نصیب ہوں میں	ہوں وطن میں ولے غریب ہوں میں
ماجرا اپنا مگر سناؤں کبھی	چشمِ خورشید سے گریں آنسو
اب کا سینہ چاک ہو جاوے	برتن بھی مل کے خاک ہو جاوے
دیکھ کر حال چرخِ دوں پردہ	کی معلم گری میں عسر و ہر
گرچہ کچھ اس قدر نہ تھی پروا	مقتضائے زمانہ پر یوں تھا
ایک مدت بربکِ فضل بہار	دہی مکتب کی گرمی بازار
پھر کچھ اس میں کساد آنے لگا	آخر آخر فساد آنے لگا

حکیم اشفاق علی زکی

حکیم اشفاق علی ابن شیخ الطاف حسین مارہروی ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا تعلیم کے علاوہ علم طب کی بھی تحصیل کی۔ محکمہ عدلیہ میں ملازم رہے۔ کچھ دنوں گوالیار میں رہے۔ ۱۹۰۷ء میں جھوپال پہنچے۔ ملازمت کی اور وہیں ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو انتقال ہوا، طویل عمر پائی۔ شعر و سخن کا ذوق تھا اور غالب سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ شاہ ابوالحسن نوری میاں مارہروی سے بیعت تھے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

دم الجھنے لگا ہے بے الجھے زلف الجھی اگر تو کیا ہوگا
گہزار بلا پہ بیٹھے ہیں نہ ملا راہبر تو کیا ہوگا

صبیاد دور، موسم گل، سانسے چمن
کنج قفس میں دوؤں نہ کیوں بال و پیر کو میں
نار انتظار خط نے کیا اس قدر بجھے
انجان سوچتا ہوں مگر نامہ بر کو میں
قد سخن زمانے میں باقی نہیں زکی
کس کو دکھاؤں آج سنا ہنر کو میں

سفلوں سے پوچھتا ہوں غربت میں کبھے کیسا مزاج عالی ہے ؟
مولوی فضل احمد مارہروی
غالب کے خطوط میں مولوی فضل احمد مارہروی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ وہ گہوانہ مارہرہ میں بحیثیت معلم و فضل ایک ممتاز شخصیت تھے۔ عربی و فارسی کی اعلیٰ استعداد

رکھتے تھے۔ ان کی تمام عمر درس و تدریس میں گزری۔ تمام شہر مارہرو ان سے فیض یاب تھا۔ مولوی فضل احمد کا ۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ سید آل محمد حرم نے مندرجہ ذیل قطعہ تارکچ کہا ہے یہ

نجان مولوی فضل احمد گزشت
میں آل محمد چٹے سال نقل
ز صہبائے علم و عمل کیف رفت
نوشتم کہ اسکو ما حیف رفت

۱۲۸۵ھ

اب مارہرو کے خاندانِ سادات و اسلم کی جن لوگوں سے غالب کے تعلقات تھے ان کے حالات ملاحظہ ہوں۔

صاحب عالم

عبد اکبری کے نامور صوفی شیخ میر عبد الواجد بگرامی صاحب سبع سنابل (د ۱۰۱۷ھ) کے فرزند میر عبد الجلیل (د ۱۰۵۷ھ/ ۱۶۷۴ء) تھے جو جذبِ رکیت کی حالت میں واردِ مارہرو ہوئے اور اس زمانے کے کبرہ شیعہ کے نامور اور ممتاز رکن چودھری صدر الدین اور ان کے صاحبزادے چودھری وزیر محمد خاں ان کے مرید ہوئے۔ ان لوگوں نے میر صاحب کے لئے حویلیاں وغیرہ بنوا دیں۔ ان میں میر عبد الجلیل کے پرکے شاہ برکت اللہ عشق (د ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء) ابن میر اولیس تھے جو بگرام کی سکونت ترک کر کے مستقل طور سے مارہرو میں سکونت پذیر ہو گئے۔ شاہ برکت اللہ صاحبِ حال صوفی عارفِ کامل اور ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ تھے۔ فارسی میں عشق اور مجاہد کا میں پختی تخلص کرتے تھے۔ ان کا فاقہی ارادہجا کا کا کلام شائع ہو چکا ہے۔

ملہ دیوانی زاد بخج ص ۳۳

ملہ خاندانِ برکت از محمد میاں مارہروی (صنی پریس بریلی ۱۹۳۷ء) ص ۵۔

ملہ ایضاً ص ۷-۱۲

شاہ برکت اللہ کے دو صاحبزادے آلی محمد (ف ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۶ء) اور
 نجات اللہ (ف ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء) تھے۔ ان دونوں مجاہدوں نے مارہرو میں
 الگ الگ دو خانقاہیں قائم کیں۔ بڑے بھائی کی خانقاہ ”سرکار کلاں“ اور چھوٹے
 بھائی کی خانقاہ ”سرکار خورو“ کہلائی۔ صاحب عالم شاہ نجات اللہ (سرکار خورو)
 کے پوتے تھے۔ صاحب عالم کے سلسلے کا شجرہ درج ذیل ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ
 کے مختلف حضرات کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

سلسلہ چم نے یہ شجرہ سادات مادہرو سے متعلق مختلف کتب کاشف الاسرار (رقم منلوکہ راقم الحروف)
 آثار احمدی (رقم منلوکہ راقم الحروف) اصح التواریخ از محمد میاں (مطبوعہ) خاندان برکات
 از محمد میاں (مطبوعہ) نور مدالح حضور از غلام شہید امینی (مطبوعہ) برکات مادہرو از
 طفیل احمد امینی (مطبوعہ) کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔

شاه جو بیگمیت اللہ عرف شاہشاہ

شاه نجات اللہ عرف شاہشاہ

شاه آں کو عرف شاہشاہ

سید امام پورن شاہ مکرا عرف شاہشاہ

شاہ مستیال اور عرف سندھا عرف شاہشاہ

برگات بخش بیگماری

نجات بخش انور

برگات بخش بیگماری

نجات بخش انور

سید کوکس پورن امیر عرف شاہشاہ

دکتر ضمیمہ بہادر عالم

صاحب عالم

سلطان عالم عرف شیرازہ

درجہ بیگم

شاہ کوکس

دکتر

مستی عالم

سید عالم

سید عالم

شاہ جتین پورن عرف شاہشاہ

سید عالم

مستی عالم

سید عالم

نجات بخش بیگماری

سید عالم

مستی عالم

سید عالم

نجات بخش بیگماری

سید عالم

مستی عالم

سید عالم

نجات بخش بیگماری

سید عالم

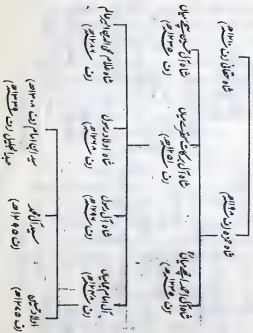
مستی عالم

سید عالم

سید عالم

شاہ آں کو عرف شاہشاہ

شاه آلی محمد رت سنه ۱۱۲۰ھ



صاحب عالم سے مرزا غالب کے نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ وہ اپنے ہر خط میں محبت، خلوص، نیاز مندی اور ارادت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ تو نہ معلوم ہو سکا کہ صاحب عالم سے غالب کے یہ تعلقات کب اور کس طرح قائم ہوئے مگر ان ہی تعلقات کی بنا پر صاحب عالم کے احباب بیٹے اور نو سے غالب کے حلقہ تلمذ میں منسلک ہوئے غالب اپنے ہر خط میں صاحب عالم کا ذکر نہایت محبت و ارادت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”آئندے وید حد سے گزر گئی۔ یارب جب تک صاحب عالم کو مارہروی اور انوار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہو لوں میری روح کو قبضی کا حکم نہ ہو۔ لیکن ۲۴۸ھ میں دو جہیزے باقی ہیں۔ اب کے محرم سے اس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے گا۔“
مرزا غالب ایک خط میں چودھری عبدالغفور کو لکھتے ہیں:

”میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں۔ اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نصیب قبول کرتا تو میں مارہروں کو آتا ہوں۔“

صاحب عالم کے نام مرزا غالب کے صرف ایک خط ہی جو خطوط غالب میں شامل ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ چودھری عبدالغفور مارہروی کے نام بیسٹھ خط ہیں۔ وہ باہرم چودھری صاحب اور صاحب عالم کے نام مشترک ہیں۔ صاحب عالم کا خط غراب تھا غالب ایک ہی خط میں دونوں کو مشترک لکھ دیتے تھے اور غالب اس طرح جواب

۱۔ اردوئے معلیٰ ص ۱۷۸

۲۔ خطوط غالب جلد دوم ص ۲۷۴

۳۔ ایضاً

جہاں ہوگا۔

صاحب عالم ابن مخدوم عالم ۱۶ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ کو پیدا ہوئے۔
تعلیم مائیدہ، فرخ آباد اور کھنویس ہائی۔ کچھ دنوں صاحب عالم اودھ کے مجائی
سلطان عالم فرخ آباد میں رہے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ تذکرہ خازن الشعراء
کے مولف سید محمد مرین جہان محمدی المر آبادی ۱۲۶۰ھ میں صاحب عالم کا تذکرہ
ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

• شاعر سراپا کمال عدیم المثال مولوی سید صاحب عالم صبیحہ واسطی
بگرامی ثم المارہروی سلمہ اللہ تعالیٰ است۔ ولادتش روز سہ شنبہ
وقت منیٰ شانزہم ربیع الثانی سال ہزار و دو صد و پانزدہ ہجریہ کہ لفظ
تاریخ ازاں خبری دہم و دو صد و اکرام بگرام بودہ۔ میر عبدالواحد بگرامی
مصنف کتاب سبع سنابل و شارح نزہت الارواح از اجداد و پوری
اوست۔

مولوی جمیع کتب و سید و محمودہ کتب و ہندوت مولوی ولی اللہ
غیاں گزرائیدہ و دو فن شعر از خلی خود سید افتخار علی بگرامی متخلص
برقہ تلمذ دار و و چلی اتحاد سلسلہ بیعت و اجانت حضرت شیخ محمد علی

بلکہ محمد میاں (غلامان برکات میں ۱۷۴۳ء نے ۲۶ ربیع الثانی لکھا ہے۔

۱۷۵۱ء ایک مرتبہ صاحب عالم نے غالب کو لکھا کہ میرا سال پیدائش لفظ "تاریخ" سے نکلتا
ہے تو غالب نے لکھ دیا۔

ہاتف غیب شب کو یوں چیتا "ان کی "تاریخ" میرا "تاریخ"۔

تاریخ سے ۱۲۱۱ھ اور تاریخ سے ۱۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

۱۷۵۱ء تذکرہ خازن الشعراء کا یہ اقتباس مولانا حسرت موہانی نے اردوئے معلیٰ میں نقل کیا تھا
وہی سے ہم نے یہاں افسوس اردوئے معلیٰ کا ماہ و سال اشاعت لکھنے سے روک دیا۔

الآبادی رسید بکشت اللہ عرفت شاہ اہل البرکات عشق مخلص و عبد
 الامجاد مولوی) بخاندان حضرت کالپی فی مابین بزرگان ابن فقیر و
 بزرگان آل عزیز محبت و ودا و بود۔ بعد معاودت از قصبہ کراتہ
 مع قبائل بسابقہ معرفت و الدآباد نشین آوردہ رونق افروز دائرہ
 مشہر کہ ہدم حضرت شیخ محمد اجمل قدس سرہ شد در میان والد ماجد
 ابن مستہام و ابن فقیر بنام بان صاحب عز و احترام سلسلہ مودت
 و محبت احکام و گیر پذیرفتہ و در مدار ہر بر سجادہ آہستہ کرام خود
 گم گشتگان وادی حرماں را رہنوی کند۔ و سہ مرتبہ و مجاز و مافوق
 از خدمت میرسد ابوسعید عرف شاہ خیرات علی صاحب سجادہ
 حضرت قطب الاقطاب میرسد محمد ساکن کالپی است در مدح پیر
 روشن ضمیر خود ابن رباعی گفتہ:

فیض ز عنایات علی یافتہ ام رشد و کرامات علی یافتہ ام
 علم و عمل و دولت اولاد و ثروت ابن حبلہ ز خیرات علی یافتہ ام
 مولوی صاحب دیوان است و در دیوان او از ہر قسم غزل، رباعی، فرد
 قطعات و مناسبات موجود است۔

نمونہ کلام

آل حور کہ از آئندہ مستور نشیند بے پردہ کہا ہامن مہجور نشیند

عمر بن شد بجدائی آخر جان من آہ کھائی آخر
 صاحب عالم نے فن تارک گئی ہر ایک کتاب "تحفۃ المورخین" فارسی زبان
 میں لکھی ہے جس کا تکی نسخہ "جواہر زمزم" اٹارو میں محفوظ ہے، اسی کتاب میں ۵۲
 احادیث ہیں اور تقطیع ۵۰۰ ہے، یہ کتاب ایک مقدمہ، دو ابواب اور ایک

خاتمہ پر مشتمل ہے اور ۱۲۵۸ھ کی مکتوبہ ہے۔

صاحب عالم کا انتقال ۲ محرم ۱۲۸۸ھ کو مارہروی میں حواری مولوی محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں۔

و گنبد دنگاہ معلیٰ (مارہرو) میں جانب غرب دفن ہوئے۔ آپ کا عقد ختم

حضرت فقیر صاحب ابن حضرت شاہ گرام صاحب سے ہوا۔

سید آل محمد مارہروی نے اپنے مجموعہ "تاریخ" و "دیوان تاریخی" میں یہ صاحب عالم

صاحب کے انتقال پر بہت ہی تاریکیں لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک درج ذیل ہے۔

جناب صاحب عالم درینا منورہ زہی جہاں ناگاہ رحلت

گجو آل محمد مگر بہر سند مکر رسال رحلت "آہ رحلت"

۲۷۶۲۳ = ۱۲۸۸ھ

صاحب عالم نے تین صاحب زاوے سید عالم، شاہ عالم، مقبول عالم اور

تین لڑکیاں باوگار چھوڑیں۔ بڑی لڑکی عبدالحی عرف سید احمد بگرا می سے منسوب

تھیں۔ جن کے صاحب زاوے فرزند احمد صغیر بگرا می تھے۔ صاحب عالم نے

حکیم ادا حسین مارہروی (ف ۱۲۸۲ھ) کے انتقال پر ایک مرثیہ لکھا ہے۔ اس

کے کچھ اشعار بطور نمونہ کلام درج ذیل ہیں۔

درینا ز خیرنگی آسمان درینا ز بیداد دور زمان

درینا ز انقلاب لیل و نهار درینا از ی انقلاب جہاں

درینا کہ جمعیت ما گینخت درینا کیے رفتہ از ہم سنان

درینا ز گلاب سے احباب ما گلے رنجیت بر خاک باو خزاں

شہ جابر زوہرہ از اہل جہین فاروقی (۱۹۵۹ء) ۲۲۲ - ۲۲۳

شہ خاتون برکات ۲۲

شہ دیوان تاریخی ص ۲۲

شہ سلسلہ عالیہ ص ۱۵۲ - ۱۵۵

دریغا کچھ از محبتی خاص
دریغا کھجے میخانفس
سرب کن اندو را با حسین
دریغا گوشت آنکہ ہوتے بہنم
دریغا غمناکہ آنکہ در شہر بود
دریغا کہ رفت آنکہ در دہر بود
نہیں گشتہ از چشم مانگاہاں
بگم تضار و قدر داد جاں
سپس نام نامی اور را بخوان
نواسنج چون بیل بوستان
گفتار طوطی شیریں زبان
ہر سوز اوصاف او داستان

ہمد را لب ناکہ از درد و غم
خیالش جہان نہ ز دلہا سے شان
کند شرح غم ہائے آنہا رقم
دریغا ملال و لغم صاحب
کہ شمش نیار و فلک در وجود
فغانم نہ غیرو ز سینہ چرا
دریغا کہ رفت از کف روزگار
کنوں تاکہ باقی ست مارا حیات
ز یاران مادرہ و بگرام
فرام کند ما بہ را بخلد
قلم سال این بار مادرہ
ز رضوان شنیدیم تاریخ او
مرزا غالب نے اپنے شلو میں صاحب عالم کے تینوں بیٹوں سید عالم
شاہ عالم اور مقبول عالم اور ان کے پوتے خورشید عالم ان کے برادر زبیدی رسلے
سید محمد امیر اور ان کے فرزند بیکات حسن کا ذکر بار بار کیا ہے لہذا ان حضرات
کے مختصر حالات بھی درج ذیل ہیں۔

ز چشم ہمہ معلوم خوں رواں
یکے لہ یک لعل یک دم یک آن
قلم را چہ بار چہ تاب و توان
ز فوت چنین زبہ درستان
انہیں ہدی و صفا تو اماں
سر حکم گنہ ریزو ز دیدہ چہاں
چہن گمہر سے بے بہا رنگاں
بود داد اور مولیٰ ما بجان
رواں شد ہوسے عدم کارواں
رب مستغاث و حق مستعان
رقم زو عجب بار غلہ آشاں
محل نو بیامد بباغ جناں

سید عالم

صاحب عالم مارہروی کے فرزند اکبر ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲ محرم ۱۳۰۲ھ کو فوت ہوئے، وہ اپنے والد کے سجادہ نشین تھے ان کے دو بیٹے نور شید عالم اور نور عالم تھے۔ نور شید عالم کا ذکر غالب نے اپنے خط میں کیا ہے۔ نور شید عالم کی پیدائش ۲ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ کو ہوئی اور انتقال ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۰۲ھ کو ہوا ان کے ایک بیٹے سید جان عالم تھے جن کے بیٹے سید بدر عالم تھے جو انجمن ترقی اردو کراچی میں ملازم اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کے خاص خادم تھے۔

شاہ عالم

صاحب عالم کے دوسرے صاحبزادے تھے ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے ان کا انتقال ۱۱ محرم ۱۳۰۲ھ کو ہوا والدان غری گنبد درگاہ میں دفن ہوئے تھے ان کا ہند ان کے ماموں سید محمد امیر کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا تھا غالب کے شاگرد تھے، مخلص شائق تھا۔ ان کے نام غالب کے دو خط ہیں۔ انہوں نے صغیر بلگرامی کے لڑکے کی پیدائش پر جو قطعہ تاریخ کہا تھا وہ بطور ثبوت کلام درج ذیل ہے علیہ

چول نشوم شاد کو ناگہ ز مشرق	مژدہ رساں پیک صبا آمدہ
گفت کہ در خانہ شمس الضحیٰ	رنگ سہا، بدر الدجی آمدہ
ہاں بوجد آمدہ پر صغیر	کو جہ تن ذہین و ذکا آمدہ

۱۔ خاندان برکات ص ۴۵ - ۴۶

۲۔ ایضاً ص ۴۶

۳۔ ایضاً ص ۴۷

۴۔ تلامذہ غالب ص ۱۶۷ -

شائق شاداں پے ماریج طفل گفت ”زبے شمس ضعی آمدہ“
 ۱۲۸۳ھ

مقبول عالم

صاحب عالم کے تیسرے بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش ۶ جمادی الاول ۱۲۴۴ھ
 اردن کا انتقال ۱۰ محرم ۱۳۰۳ھ کو ہوا۔ والدان غری گنبد درگاہ میں دفن ہوئے۔
 ان کا پہلا عقد دختر سید مظہر حسن کے ساتھ ہوا جس کا ذکر غالب نے اپنے خط
 میں کیا ہے اور صاحب عالم کو مبارک باد دی ہے۔ ان سے دو لڑکیاں پیدا
 ہوئیں جن میں سے ایک نور شید عالم کو منسوب تھیں۔ مقبول عالم کی دوسری
 بیوی اظہر غافلہ دختر سید ابوالقاسم تھیں جن سے دو صاحب زاوے مخدوم
 عالم اور افتخار عالم ہوئے۔ آخر الذکر حیات النذیر کے مؤلف ہیں۔

محمد امیر

سید محمد امیر ابن نجات بخش مہکاری ۱۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۴
 ربیع الآخر ۱۲۹۹ھ کو انتقال ہوا۔ والدان بائیں گنبد درگاہ میں دفن ہوئے
 اپنے چچا برکات بخش مہکاری کے انتقال (۱۸ رجب ۱۲۵۳ھ) کے بعد سجادہ
 نشین ہوئے۔ وہ صاحب عالم کے برادر نسیبی (سائے) اور شاہ عالم کے خسر
 تھے۔ محمد امیر کے متعلق غالب ایک خط میں لکھتے ہیں:-

”جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلام
 نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت باسلام و پیام اب جی
 بار بھی نہیں پہنچا۔“

غالب نے اپنے متعدد خطوط میں سید محمد امیر کو سلام لکھا ہے اور شاہ عالم

شہ خاندان برکات میں ،،

شہ خاندان برکات ۱ ص ۱،

کے دونوں خطوں میں لکھا ہے کہ اپنے ماسوں کو سلام کہئے۔
 سید محمد امیر کا انتقال ۱۲۹۰ھ میں ہوا۔ سید کا محمد نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ
 لکھا ہے:-

ہنگامہ جناب کمال ما قبلہ ما رخ کرد بخلد و شد ز دنیا بزار
 تاریخ وفات اکں جنگ وصال گفت آل محمد آہ فخر ابرار
 ۱۲۹۰ھ

برکات حسن

سید محمد امیر کے صاحبزادے برکات حسن تھے جن کا ذکر غالب نے اپنے
 اسی خط میں کیا ہے جو انہوں نے صاحب عالم کو لکھا ہے۔ برکات حسن دہلی میں غالب
 سے ملے بھی تھے اور یہ غالب کا آخری زمانہ مختار جب برکات حسن نے مزاج پرکاش
 کی تو غالب نے اپنے شعر کو بدل کر میں پڑھ دیا۔

ضعف نے غالب نکھار دیا دست ہم بھی آدمی تھے کام کے
 برکات حسن کی پیدائش ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۵۱ھ کو ہوئی اور ان کا انتقال ۱۷
 جمادی الاخریٰ ۱۳۲۴ھ کو ہوا۔

صفیو بنگرامی

سید فرزند احمد صفیر بنگرامی، جیلوہ خضر کے مولف، غالب کے شہور شاگرد
 اور صاحب عالم کے نواسے ہیں۔ وہ مادیرہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مادیرہ
 ہی سے غالب کو لکھنے کے لیے درخواست مع کلام گجی جس پر ان کے ناتا صاحب عالم
 نے سفارش بخط چودھری عیدالغفور مادیروی لکھی۔ غالب نے اس پر اصلاح دے
 کر مادیرہ بھیجا۔ صفیر خود کہتے ہیں:-

کے خاندان برکات ۷۳

کے جیلوہ خضر جلد دوم۔ صفیر احمد بنگرامی (آرہ ۱۸۸۵ء) ص ۱۸۸

”صغیر محمد اہل مؤلف تذکرہ (جلد ۱۰ خضر) سید فرزند احمد بگڑھی آری
مقامی ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۴۹ھ کو بمقام مادرہہ ضلع ایبہ متصل علی گڑھ
کوئل اپنے نانا لالہ میں پیدا ہوا۔ تین برس کی عمر میں بگڑھ ضلع ہردویں
صوبہ اور دہلی کے وطن میں آیا اور پانچویں برس بمقام آدھ ضلع شاہ آباد
میں اپنے جد والد کے ساتھ آگڑھ۔ چودھویں برس شاعری کا شوق
ہوا۔ ۱۲۸۹ھ میں ہنسیویں برس فارسی پر توجہ ہوئی۔ دہلی جاکر حضرت
غالب کی شاگردی اختیار کی۔

صغیر مادرہہ سے دہلی پہنچے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رسیم از مدح بخت تاباں ہرہ بدل از اوہ دہلی ضرور ترکوم
ولے رسیدن دہلی بود توقف... ز حال خویش جناب ترا خبر کردم
ز جد مادریم رفتہ پیش ازین رفتمے من این مرام را سال پر اثر کردم
صغیر کی کتاب ”فیض صغیر“ (رسالہ تذکرہ وراثت) پر غالب نے جو دیا ہے کھابے
وہ ان کے نانا کے پاس مادرہہ ہی آیا تھا۔ صغیر بگڑھی کا انتقال ۲۲ رمضان ۱۳۰۶ھ
کو بمقام عظیم آباد ہوا اور آدھ میں دفن ہوئے۔

سید آل محمد

خاندان برکات کے ایک اور رکن سید آل محمد تھے جو سید آل امام مجاہدیاں کے
فرزند سوم تھے۔ نہایت ذی علم اور شعور سخن کا ذوق رکھتے تھے۔ ان کو تاریخ گوئی
کا بڑا ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے ”دیوان تواریخ“ کے نام سے ایک مکمل دیوان
مرتب کیا۔ جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے تاریخیں لکھی ہیں، ایک نمہ مکاشفہ
غیبیہ کے نام سے شامل دیوان کیا ہے۔ دیوان تواریخ میں سید آل محمد نے
مرزا غالب سے متعلق متعدد تاریخیں لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں: مرزا غالب سے

مرزا غالب کے انتقال پر جو تاریخیں لکھی ہیں وہ ”در سبک صفوں میں نقل کی گئی ہیں۔

خاص رابطہ منبسط تھا۔ بلکہ ان کی ایک تاریخ غالب کی اصلاح شدہ بھی ہے جو درج ذیل ہے۔ اس طرح کسی حد تک ان کو غالب کے تمدن کی نسبت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

قطبہ تاریخ صحت کلام مجیدہ عربیہ افتخار حسن بنابر صحت بر اقم ورنہ نگیر
داوہ بردند و قطبہ اپ تاریخ اسلامی شہرزا غالب صاحب است۔
عربیہ سعید افتخار حسن ذکی و ذہین عاقل و ہر شیار
کتاب خدا بہر صحت کنوں بہن داو از فضل پروردگار
گجو شہم چنان آمد آواز غیب کہ تاریخ صحت گجو افتخار

۱۲۸۲ھ

سید آل محمدؐ ۱۲۸۶ھ میں مارنہرہ میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی تاریخ پرورش
خود اس طرح کہی ہے

چو کردم از پئے میلا و خود فکر کر گویم مادہ حسب لیاقت
ولے ہائف بطرز سلسلہ گفت منور خیرتے برج سیادت

۱۲۸۶ھ

عربی و فارسی کی مروجہ تعلیم حاصل کی ان کے اساتذہ میں مولوی فضل احمد
مارہروی، افتخار علی بگڑائی سید محمد حافظ مارہروی اور حضرت صاحب عالم مارہروی
کے نام نمایاں ہیں۔ شیخ صادق علی گڑھ مکٹیشری المتخلص بربدائع سے ان کے
خصوصی تعلقات تھے ان سے متعلق کئی تاریخیں "دیوان تواریخ" میں موجود ہیں۔
اسی طرح کمشنر کے مجتہد سید محمد رفیعؒ ۱۲۸۸ھ سے بھی آل محمد گہری محبت و
ازدات رکھتے تھے۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۲۹۰ھ کو سید آل محمد کا انتقال ہوا اور

بارغ پختہ (مارس ۱۹۰۷ء) میں دفن ہوئے۔ یہ ان کے بھتیجے عبدالجلیل (ف ۱۳۲۶ھ) نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہلاتے۔

زونیا ئے دوں سوئے فروں اعلیٰ سفر کرد تا کاہ کیست مورخ
جلیل از چنے سال تاریخ فوئش رقم ساعت ۲ بود آہ کیست مورخ

۱۲۹۵ھ

اب ہم ذیل میں وہ تاریخیں نقل کر رہے ہیں جو سید آل محمد مدہر دی نے غالب کے مشق کہی ہیں۔

تاریخ الطباع رقعات مرزا غالب مرحوم دہلوی

(۱)

نثر نثرہ نثار شد ترتیب دل بوجد آمدہ چو گردش شغفت
عقل سال مسج از پے طبع رقعات از جناب غالب گفت

۱۸۹۸ء

(۲)

لَقَدْ طَبَعَ الْكَلَامَ كَلَامَ غَالِبٍ بَفَضْلِ الْوَاحِدِ الْمُتَعَالِ فِي الْأَحْصَاءِ
سَلَّطَ الْعَامَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَى كُلِّ كَلَامٍ غَالِبٌ قَالَ

۱۲۹۴ھ

تاریخ خلعت یا بی نواب اسد اللہ خاں صاحب المتخلص بقالب شاعر دہلی

از سرکار گورنر جنرل بہادر و ام اقبالہ

خلعت بیش بہا یافت جناب غالب آئندہ خلایق پے معنی و مضمون آمد
شد چو بنجیدہ کلام شمرائے آفاق لطف شعر و سخنش از ہمہ انشروں آمد
ہر کجا نقطہ از ملک گھر سکش رنخت غیرت و رشک فرائے قدر ممکنوں آمد

شاعر فارسی و ریختہ استاد زماں ہجو اور نامہ زیب پیش و نہ آگنوں آمد
خاتم آل محمد سند تار بخش زور قلم خلعت زیبا و ہمایوں آلا

۱۲۸۳ھ

تاریخ کرشدن مرزا اسد اللہ خاں المتخلص بقالب والمشہور بہر زانوشہ

دہلوی۔

کان بہرے میرزا نوشہ کے آہ بیٹے بیٹے یک یک کیونکر ہوئے
دوستو! مگر بچ اوس کی غیب سے یوں سنی میں نے کڑ غالب کر ہوئے

۱۲۸۴ھ

مرزا غالب کے خطوط میں مارہرہ کے چند اور حضرات میرا داد علی شاہ
فیض علی خاں اور بخش الدین کے نام بھی آتے ہیں مگر ان حضرات کے
متعلق کوئی معلومات فراہم نہ ہو سکی۔

✦

ایک فارسی مکتوب میں ابن کو مشرور دیا کہ وہ شاہ مذاق میاں بدایونی شے رحمتا کی غالب کا یہ خط تمہیں بیان نقل کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس خط کے مندرجات سے بعض دوسرے امور پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

بمقام شہر ریلی روپیل کھنڈ

بخدمت مولوی مفتی سید احمد خاں صاحب

سید عالی تبار اگر دسر گروم وہ ہیشکا ہشش رستے سیاہ غولیش ہر زین
سایم وہر چند از مشم گناہ سخن نمی قرائم کردیم بدین اندیشہ کہ میاوارفتہ
رفتہ پیوند مہراز ہم گسلہ ناچار بگشتار آیم، درود نامہ نامی جان ورتن
وقول شادمانی بر من و مید رسیدن نامہ شفیع مکر می حضرت عبدالحمید
خاں صاحب و بدون قدسی صحیفہ با مسودہ غزلیات در نود، آئی نامہ
ہما نا فراموش کرد و بودم تا دہائی نامہ کہ پاسخ آن می نویسم مگر سبب
بر رسیدن آن فراموشیدم، مستدقہ کہ ہر رنگ کاغذ دہائی نگاہ می دارم
و نامہ ہائے جواب طلب و مستودات نظم و نشر را گنجینہ جزاں نیست
پیش نظر داشتہم و ورق ورق را نود و از ہم کشودم آن نامہ و آن فرد کہ

سے شاہ ولدار علی مذاق ابن حافظ شیخ نثار علیؒ ۱۲۳۵ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے
شامی میں شیخ محمد بابا ہیم فوقی دہلوی کے شاگرد تھے۔ شاہ فضل غوث شہر طوسی اور
شاہ جی عبدالرحیم شاہ جہاں پوری کے مرید و خلیفہ تھے تفصیلی مقام ذکر کرتے تھے۔
مذاق علیؒ کے بانی ہونے کیلئے دیوان طبع ہو چکا ہے۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ کو انتقال
ہوا۔ (ملاحظہ ہو آئینہ ولدار از اہل علی صدیقی طبع اول انجمن پریس کراچی ۱۹۵۶ء)
سے محفوظات طبعیات مذاق میاں۔ انبار علی بدایونی سامیہ الاقبال پریس بدایوں سال
طبع نادرہ اسی رسالے سے یہ خط انبار علی صاحب صدیقی نے آئینہ ولدار میں نقل کیا
ہے۔ محرم ۹۱-۹۲۔

مسودہ غولیات داشت ، بنافتم سخن این است کہ عسرو انہم سپاہ دہلی
 غلہ اللہ ملکہ و سلطانہ نامہ نگار را بہ نگارش تواریخ فرمانروایان محمودیہ
 و کشورکشایان باہر یہ گماشتہ است و از سہ ماہ بدین کار با مہرم سرور
 شب خامہ از جنبش آرام ندر و رسالہ ہائے وقایع و سوانح سلاطین
 سلف بروئے یک و گر نہاود و دفتر اوراق پراگندہ ہر سو قتاوہ سرگوشہ
 را انتخاب نون و بار بہ عیارستے روشن مسودہ کردند ۔

مسودہ را و گربارہ دوبارہ لیوا و اندر آوردن کیے بہ نظر گاہ کارفرما
 فرستاد و کیے خود نگاہ داشت و این ہمہ کار را بہ چہائی انہام داد و من
 و انہم دول کہ چہ علیہ آشوب دارد ۔ ہدائم کن اہل اقل کجا رکت و چہ
 شدہ ۔ بالجلد این سعادت است ہم از ہمائے رفتہ و ہم از ہمائے آئندہ ۔
 دل بہ نثر آچنان کہ بہ نظم تو را نم بہ فاخست مشفق مولوی ولد اعلیٰ صاحب
 مذاق کہ بدانت بندہ در معنی آفرینی با سلطان الشراشخ محمد بابا ہم ذوق
 برابر و بہ اعتقاد خویش شاگردان ویرینہ سخنور اند آفرین ہدم و ہم نشین
 آن والا گہ اند چرا با ایشان در سخن مشورت نرود و مشورت در سخن تنگ
 نیست ، غلط کاران استاد ہی و شاگرد ہی را دور مبدہ اند نزد بندہ ہم زبان
 و ہم نفسی پیش نیست ۔ نامہ نگار شاگردان خویش را ہمدم و ہم راز می نرود
 و ہرگز ہمیشہ کہ ہر آن نمی گروہ و استاد چرا با خود بالہ و شاگرد چرا فرو تنی
 کند ہمکہ در راہ دو گام از خود پیش است و ہنما بدوش جبائے
 خویش است ۔

عجب کہ اند ہی نامہ از جانب والا تبار عبد الحمید خان سلائے دیارے
 مرحوم خود و خداست کہ خدمت من کیا است در روز نگارش چون می گزرد
 از مرگ میزدنیش قاضی نصیح الدین بدوش چہ گوشتہ باشد بالذات من
 نصیح الدین یارے بود عزیز و دوستے بود ہمہ ہمیشہ ہے ہے کجارت

وچند ہندو جنگام مولنشن بنو مخدوم مرحوم خٹے آن درشت کرد
 سولن تیا سوسے و ہمیشہ رہ پیو دے۔ یاد وارم کہ بارہا ہرے گفتہ ام
 کہ از باد یہ تیردی باز آئی وچوں گوشہ و گوشہ داری و وطن بیاسائی گفتہ
 مرا غر و دشتی بلکہ خواستی کہ مرا از جائے بیانگیز و آئین آوارگی آموزہ
 و حدی بار کہ یہاں دینار باز پیشش بود، لیکن می فرمود کہ اسے خاک زمین
 گر پر خیز و بسجے حیدر آباد خرام۔ میں باتو ہم ہم۔ یہیں تا چہ می کنم و
 گوہر کمال ترا یکدم بہا می فر دلم۔ یہاں تا بگ و ساز و فرجام آیدیم و قدر
 اندوزیم، یہاں تا یہاں تا

عرفی چہ نشستہ کہ یاراں رفتند

داستان اسی اندر بدتر گراں پذیر و تادری یک دق چوتہ
 تو اند غنید خدایش بیمار زاد و بہ فر دوس ہری جا و داور مشفق مولوی محمد
 ولد ارمل صاحب مذاق سلمہ اللہ تعالیٰ سلام خواند و السلام مع اکرام۔

از اسد اللہ لکاشتہ پنج شنبہ سوم اکتوبر ۱۸۵۵ء

جنگ بہادر نظام

الملک اسد اللہ خان

نجم الدولہ ویر

مفتی سید احمد خان نے تحصیل علوم کے بعد سرکار انگریزی کی ملازمت کی جب
 جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا تو وہ تحصیل داری کے منصب پر فائز تھے انگریزی
 نظم و نسق کے درجہ برہم ہونے پر وہ اپنے وطن بریلی آ گئے اور تراب خاں بہادر خان نانم
 روہیلی کھنڈ کی قومی حکومت میں مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے یہ انہوں نے جنگ آزادی

۱۸۵۷ء میں باقاعدہ حصر لیا۔ انگریزوں کے دوبارہ اقتدار قائم ہونے کے بعد مفتی سید احمد خاں کو جس دعام جہود و ریائے شعور کی سزا ہوئی اور جزا اثر اندازمان و کنگو بار بیچ دیئے گئے۔ مفتی سید احمد خاں نے جزا اثر اندازمان و کنگو بار میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک مظلوم عرضداشت لکھی۔ جسے شرف قبولیت حاصل ہوا مگر ان کو خاک وطن نصیب نہ ہوئی۔ رہائی کے بعد وطن آنے میں چند روز باقی تھے کہ جزا اثر اندازمان ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی یہ مظلوم عرضداشت قاضی عبدالجلیل جنوں نے مرزا خائب کی خدمت میں بھیجی تھی۔ جس کی رسید میں خائب نے ان کو خط لکھا کہ

”وہ خط میں میں اشعار تید مظلوم کے تھے۔ مجھ کو پہنچا اور میں نے اس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکر اشعار نظم انداز کیا، فارسی کیا لکھوں یہاں ترکی تمام ہے۔ اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں، آپ غم زدہ اور آپ غم گسار ہوں اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں، مرزا سر پہ کھڑا ہے پابکاب ہوں۔“

خائب نے یہ مکتوب ۲۸ ستمبر ۱۸۵۷ء کو لکھا۔ لہذا اس سے قبل تید احمد خاں کا انتقال ہوا۔ تید مظلوم کو وہ مظلوم عرضداشت اور کچھ کلام جو دستیاب ہوا ہے۔ درج ذیل ہے۔

قسم ہے تجھے اے نسیم سحر	مری انیکسی پر ذرا دم کر
میسر شہیں کوئی پیغام میر	میتے میں ہوسے جو تیرا محور
تو میری طرف سے زمیں چوم کر	یہ کہتا ہر گاہ غیسر البشر
نہی الوریٰ	یا نہی الوریٰ
بہیں حال ما	یا نہی الوریٰ

سہ خطوط خائب (حصہ دوم) مرحوم غلام رسول جہرم ۲۷۲۔

سے یہ مصرعہ مولوی محمد سلیمان بدایونی دف ۱۹۶۳ء نے ”حیات النبی یا حیات النبی“ لکھا ہے (دکن اگلے صفحہ پر)

شہادتیرے محکوم ہیں بگردِ پا
اشارے کے تابع قضا و قدر
جو آیا یہ احب از کاموچا ہے
توسوچ کو پیرا کیا شقِ قمر
کیا دم میں اعلیٰ کو صاحبِ نظر
کیا رحمِ اشتر کی منہ یاد پر
نبی الوریٰ یا نبی الوریٰ

بہیں حالِ ما یا نبی الوریٰ
صنئی نورِ المہر سے آدم ہوئے
کو اس سے وہ سجدِ اعظم ہوئے
اسی سے دورِ رحمت سے باہم ہوئے
شہا کیا کہوں مجھ پر جو غم ہوئے
جدا مجھ سے سب یار و سوہم ہوئے
نبی الوریٰ یا نبی الوریٰ
بہیں حالِ ما یا نبی الوریٰ

جہاں نام سے تیرے آباد ہے
ہر اک دل تری یاد سے شاد ہے
بہت مجھ پر طوفانِ بیدار ہے
بہت تنگ تر جان ناشاد ہے
شرِ داد گزرت امداد ہے
خبر لیجئے جلدِ منہ یاد ہے
نبی الوریٰ یا نبی الوریٰ
بہیں حالِ ما یا نبی الوریٰ

(بجہ حالیہ تلویشہ صنف)

(۹۸۳) مگر ہم نے ۱۵۵۰ء کی ایک محکمہ بیاض ملا تاحد بخش مملوک حکیم عبدالغفور آفریدی
بریلوی (ت ۱۵۶۶ء) سے نقل کیا ہے۔ اسی بیاض میں سید احمد خاں سید کے غالب کے شاگرد
حوتہ بھی صراحت ہے۔ مولوی محمد علی نعیمی مراد آبادی (ت ۱۹۶۶ء) کی بیاض میں بھی یہ
نسخہ اسی طرح ہے۔ انہوں نے یہ مناجات مولانا نعیم الدین مراد آبادی مرحوم (ت
۱۳۶۶ھ) کی بیاض سے نقل کی تھی۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی مفتی سید احمد خاں
بریلوی سے جو نسخہ کی رشتہ داری بھی تھی۔

بندھے بند آہیں سے سب دستِ پا
رہا بند یک چند آب و غذا
نہ سنا تھا جو کچھ وہ سب کچھ تا
نہ سنا تھا جو کچھ وہ سب کچھ ہوا
نہ گھر دیا وطن بھی تھا
چھٹے سب کے سب دوست احشاشا
نہی الوری یا نہی الوری

بہیں حالِ مایا
نہی الوری
غضب ہے کہ سید پر جو یہ جفا
جو مشہور عالم میں ہو آپ کا
نہ ہو حال پر اس کے فضلِ خدا
نہ اعداد کو ہوا اس کے اب تک سزا
تعب بہت ہے کہ ہے دیر کیا
رہا کیجئے جلد مولا رہا
نہی الوری یا نہی الوری
بہیں حالِ مایا
نہی الوری

جہاں پر عیاں حسنِ اخلاق ہے
شاگرزِ آہِ خلاق ہے
ترے نام سے رکھنِ آفاق ہے
تری ذاتِ احسان میں طاق ہے
امیر ہی بہت اس پر اب شاق ہے
پرستیدِ رانی کا مشتاق ہے
نہی الوری یا نہی الوری
بہیں حالِ مایا
نہی الوری

تڑپتے ہی مجروحِ تیغِ جفا
خود بہرے کیجئے مریمِ عطا
جمالِ مبارک سے دیکھئے شفا
چھپاتے نہیں ہیں رخِ پر صفا
مرضیوں کی کرتے سب اپنے دوا
اشا کیجئے سب یہ رنگِ وبلا
نہی الوری یا نہی الوری
بہیں حالِ مایا
نہی الوری

سیدِ مہرِ مہر نے بارگاہِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک دوسرے

موقع پر یوں اظہارِ عقیدت پیش کیا ہے:

لے ہر بند ہم نے مولوی محمد عمر شریکِ مرحوم کی بیاض سے نقل کئے ہیں۔

جب حضور نے حکم دیا کہ عثمان اہل تسنن جو اطراف و جوانب میں ہیں، ایک ایک نقل ان کو بھیجی جائے۔ میں نے دفتر میں بقید مل گزرا، کرنل، مفتی صدر الدین خاں صاحب کلاں اور قہار نام لکھوا دیا اور کاپی میں نواب قزاق الدولہ اور بریلی میں سید احمد کا نام لکھوا دیا اور کوئی ایسا سنی گرانمایہ میرے ہاتھ نہ آیا۔

۳۔ مولوی سلطان حسن خاں سلطان

بدایوں کے مشہور عثمانی خاندان کے ایک رکن مفتی درویش محمد حافظ الملک (ف ۳۷۷۸) کے زمانے میں مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۳ء میں ان کا انتقال ہوا مفتی درویش محمد کی زوجہ اول سے پانچ فرزند مفتی عبد الغنی، قاضی ابن الدین، مولوی حبیب الدین، مولوی وجیبہ الدین اور مولوی محمد امجد پدید ہوئے اور دوسری بیوی سے مولوی محمد انجب اور مفتی محمد عوض ہوئے آخر الذکر وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ۱۸۶۷ء میں انگلیزوں سے جہاد کیا۔

۱۔ خاندانی تذکروں کے مطابق اس خاندان کے پہلے بزرگ وانیال قطری لاہور و دیوبند ہوتے ہوئے بدایوں پہنچے۔ یہ زمانہ شمس الدین التمش کا بیان کیا جاتا ہے طوابع الانوار، مطبع صبح صادق سیتاپور۔ ۱۳۸۹ھ لازمولی انوار الحق، ص ۵۰۔ حصہ اول اکمل التاریخ۔ محمد یعقوب صنیا قادری۔ مطبع قاوری بدایوں ۱۳۳۳ھ۔ ۲۰۔ ۲۱) ابراہیم الیہ عبدالودود بریلوی کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ اس خاندان کے بزرگ شاہان مغلیہ کے زمانے میں مصر سے ہندوستان (بریلی) پہنچے (گلدستہ مشاہیر بریلی، ماہنامہ کمال وطنی جنوری ۱۳۱۹ء) یہی بیان ملکولم نے (تکاملہ غالب ص ۷۷) اور مولانا غلام رسول ٹہرنے (خطوط غالب جلد دوم ص ۲۵۷) دہرا دیا ہے۔

۲۔ مفتی دل اللہ فرخ آبادی عہد جنگل کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ (مرتبہ محمد ایوب نقاری۔ ۲۰۹)

۱۸۱۶ء میں انگریزوں سے جہاں کو کیا لے مفتی عبدالغنی کی اولاد میں مولوی سلطان حسن سلطان جعفر سلطان جعفر علی تھے۔ سلسلہ اس طرح ہے۔ مولوی سلطان حسن ابن مولوی احمد حسن ابن مولوی ابراہیم المعانی ابن مفتی عبدالغنی۔

مفتی دولش کے صاحبزادے محمد امجد کی اولاد میں مرزا غالب کے دوسرے نامور شاگرد خان بہادر قاضی عبدالجلیل جنون (ف ۲۰ مئی ۱۹۰۰ء) تھے۔

مولوی سلطان حسن کے دادا مولوی ابراہیم نامور عالم مفتی وقت اور شاہ آل احمد اچھے میاں ماہر ہوی (ف ۱۲۳۵ء) کے مرید و مخالف تھے۔ شعر و شاعری کا ذوق تھا۔ حسن متخلص کرتے تھے۔ ان کی ایک فارسی غزل مولف اکمل الدیکچ میں نقل کی ہے۔ جس کا مطلع ہے کہ

مژدہ یاروں کہ پر پی خانہ برواں خواہم شد
مفتی در دست و در لیا ندر واں خواہم شد
مولوی سلطان حسن کے والد مولوی احمد حسن خان صدر الصدور تھے۔ جن کا انتقال ۱۲۷۳ھ میں ہوا۔

مولوی سلطان حسن کے حقیقی چچا مولوی محمد حسن خان بھی عالم و فاضل تھے حکومت انگلشیہ کی طرف سے صدر الصدوری کے منصب پر فائز رہے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف (۱) رسالہ اصل الاصول (نحو) (۲) غایۃ الکلام، فی تحقیقۃ التصدیق عند الحكماء و الامام (۳) منہاج الموانع شرح

کے مفتی محمد عوض کے لئے دیکھئے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از محمد یوسف قادری رپاک

اکیڈمی سنٹرل ۱۹۴۶ء ص ۲-۵۱

کے اکمل التاریخ ص ۴۴

کے اکمل التاریخ ص ۴۶

کے اکمل التاریخ ص ۴۷

معارج العلوم (عربی منطلق) (۴) صلوٰۃ محمدیہ مع کلمات ذکر (اوراد) (۵) ذوق
الذہاب فی بحر المذاہب (فارسی علم کلام) چیستان چمن (مجموعہ کلام فارسی داروم)
مطبوع و مشہور ہیں۔

محمد حسن خان صدر الصدور کا تقریباً ۱۸۷۳ء میں انتقال ہوا ہے۔ ان کو شعر و شاعری
کا بھی ذوق تھا۔ اسیر شخص کرتے تھے۔ مرزا غالب سے تعلقات تھے۔ جب
مرزا غالب دوسرے سفر میں رام پور سے وطن واپس ہوئے تو بسبب علالت
مولوی محمد حسن خان بریلوی صدر الصدور مراد آباد کے یہاں پانچ دن رومبہر
۱۸۶۵ء کے بالکل آخری دن اور جنوری ۱۸۶۶ء کے ابتدائی دن مقیم رہے
جیسا کہ انہوں نے نواب کلب علی خان والی رام پور رف ۱۸۸۷ء کو لکھا ہے۔
”مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئے اور مجھے اپنے گھر
لے گئے پانچ دن وہاں رہا۔ بھائی نواب مصطفیٰ خان وہیں آکر مجھ
سے ملے۔“

منشی ہر گز بال تفتہ کو لکھتے ہیں۔

”بعد روانگی کے مراد آباد میں پہنچ کر بیمار ہو گیا۔ پانچ دن صدر الصدور

سے مکاتیب غالب (متن) ۱۵۸۳ء معلوم نہیں ڈاکٹر لطیف حسین ادیب نے
کس بنیاد پر مفتی صاحب کا سال انتقال ۱۸۶۸ء لکھ دیا ہے (ملاحظہ ہو۔ بریل کے
خاندانی مفتیاں کی شاعری کا مختصر جائزہ۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ معارف
اعظم گڑھ، اگست ۱۹۶۶ء و ۱۹۸۱ء)۔

سے ملاحظہ ہو تذکرہ نادر از مرزا کلب حسین نادر (مرتبہ مسعود حسن رضوی لکھنؤ
۱۹۵۷ء و سخن شعرا

سے مکاتیب غالب (عزیزی) متن ص ۸۴

سے خطوط غالب (میں) جلد اول ص ۲۱۷

صاحب کے یہاں حیار پڑا رہا ، انہوں نے ہیار داری اور غم خوار
بہت کی ۔

مولوی سلطان حسن ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے تھے بریلی کے عائد و روستا میں
تھے حکومت انگلشیہ کی طرف سے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے ۔ مولانا فضل حق خیر آبادی
وف ۱۲۷۸ھ کے مشہور جلد مند میں تھے تھے اگر وہ میں ص ب ن ج رہے مولوی محمد
یعقوب ضیاء قاری دہلوی لکھتے ہیں ۔

” مفتی سعد اللہ صاحب مراد آبادی سے آپ سے علمی چھڑ چھاڑ رہتی تھی
چنانچہ دونوں صاحبوں کا ایک زبردست مکالمہ رسالے کی صورت
میں چھپا ہے ۔“

ہمارے کتب خانے میں مولوی سلطان حسن کا یہ رسالہ مطبوعہ موجود ہے ۔ اس کا
سرورق غائب ہے ” خاتمہ الطبع “ کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے جس سے پوری
کو غایت واضح ہو جاتی ہے کہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی نے مولانا فضل حق خیر آبادی کی
مشہور کتاب ہدیہ سعید یہ پر بعض اعتراضات کئے تھے ۔ ان اعتراضات کے جواب
میں مولوی سلطان حسن نے یہ رسالہ لکھا ہے ۔ خاتمہ طبع کی عبارت یہ ہے تھے ۔
ول بعد فہذہ رسالہ شیعہ و عمالہ ائیتہ حرکۃ الفاضل العلام البحر الزکى التمام
مولانا المولوی سلطان حسن ابرطوی لازال راشد کحل غی وغوی
محباً سما اورده العالم المتورع المستزہ المتبرع مولانا المولوی المفتی

لے تاریخ روہیل کھنڈ ۲۰۳

لے مولوی عبدالشاد خاں شروانی نے ان کا نام ” سلطان احمد “ لکھ دیا ہے جو درست

نہیں ہے (دہلی ہندوستان بھونہ ۱۹۳۵ء) ۱۹۳۴

لے اکمل تاریخ ص ۴۴

لے رسالہ مولوی سلطان حسن ” مطبوعہ مطبعہ شعلہ طور کاخوہ ۱۲۸۸ھ ۱۸۴

محمد رسول اللہ المراد آبادی اللہ بالآبادی علی البقیع عبائر الہدیۃ السعیدۃ
 فی الحکمتہ الطبیعہ ولقد اساب واما دقیا احباب واما دقلمتہ درہ من
 عجیب ارشد و افہم و سکت المورد و افہم تحقیقات لائقہ و تدقیقات
 فائقہ جزاء اللہ خیر الجزاء انعم علیہ بالاجزاقہ طبع اللطیف
 بشکلہ طور الواقع فی ہمدہ کافور فرائی طبعہ بالتمام فی شہر المحرم الحرام
 سنۃ الف و عاتین و ثمان و ثمانین من ہجرت - سید اقبین علیہ و علی
 آلہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین -

مولوی سلطان حسن ملازمت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی رکھتے تھے
 ان کے تلامذہ میں مولوی ہدایت علی بریلوی مولوی بشیر الدین قزوینی اور مولوی غلام لہم اللہ
 بھٹل خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

منشی عبد العزیز خاں عاصمی مؤلف تاریخ روہیل کشتہ لکھتے ہیں :-

”قصیدہ بردہ اور بابت سعاد آپ سے یادگار ہیں۔“

منشی سلطان حسن نے قصیدہ بردہ و قصیدہ بابت سعاد کی مشروح کاپی
 ہیں ان کا ایک طویل نعتیہ قصیدہ ہمارے پاس محفوظ ہے جس کے دو شعر
 درج ذیل ہیں۔

تمہارے فضل میں سب سے مرتبہ حق فائق ہے نہیں است میں بدکردار مجھ سا یا رسول اللہ
 مدینہ کی گدائی ہو کہیں سلطان کر حاصل ملے بہر حق اس کو یہ حصہ یا رسول اللہ

۱۲۹۹ھ میں دہلی میں مولوی سلطان حسن کا انتقال ہوا اور حضرت خواجہ باقی باللہ
 علیہ الرحمۃ کے حواری دفن ہوئے۔ حافظ غلام رسول ویران نے مندرجہ ذیل قطعہ
 تاسیخ کہا ہے۔

قطرہ

مولوی سلطان حسن خان عالم نیکو عمل چوں سفر کردند از دنیا سوئے دارالنعیم
 بہر سال رحلت ایشان بگوش دل رسید این نامہ از عالم بالا " لہم اجر عظیم
 (۱۲۶۶ھ)

مفتی سلطان حسن کی ایک صاحبزادی اور پانچ صاحبزادے تھے۔ صاحبزادی 'قاسمی محمد فیصل حیات' رت ۷، جنوری ۱۹۳۹ء) ابن قاسمی عبدالحمید جنوں کو منسوب تھیں صاحبزادگان میں مفتی حبیب الحسن آتھی اور مفتی عماد الحسن تھو نے شہرت پائی۔ 'احسن غلام لہم اللہ بسمل کے شاگرد تھے اور قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔ عماد الحسن تھو ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ (۱۳ ستمبر ۱۹۲۶ء) کو فوت ہوئے ان کے صاحبزادے صاحب حسن شیخ آ قیام پاکستان کے بعد بریلی کی حکومت ترک کر کے کراچی آ گئے تھے۔ ۶ دسمبر ۱۹۷۷ء کو ان کا انتقال ہوا۔

سابق رام صاحب نے بلا حوالہ سلطان حسن مرحوم کا تخلص آتھی لکھ دیا ہے۔

تعبیر کے کڑا کٹر لطیف حسین نے انجی بی بات دہراوی ہے۔

۳۔ مولوی محمد حسین قضا

مراد آباد کے قدیم باشندے تھے۔ علوم مروجہ کی باقاعدہ تعلیم و تحصیل کی شہر و ادب میں اس زمانے کے مشہور شاعر شیخ عبدی علی خاں ذکی رت ۱۳۸۳ھ کے شاگرد تھے مراد آباد میں ذکی کے چار شاگرد محمد حسین قضا، کفایت علی کافی، معین الدین

۱۔ شیخ ابرار رحمہ کے حالات کے لئے دیکھئے راقم کا سفر نامہ "شیخ ابرار رحمہ"۔ "اعلم کراچی" ۱۹۷۹ء

۲۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب ص ۱۱۱

۳۔ مراد آباد کے ساکن 'عالم' شاعر احمد مجاہد تھے جنگ آزادی میں ۱۸۵۷ء میں مددگار احمد ۱۸۵۸ء میں شہید ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (محمد ایوب قادری ص ۵۶۶۔ ۵۶۷۔

نزدبست اور شیرعلی خاں تنہا پٹار پارت مشہور تھے۔

ایک اندازے کے مطابق متنازع پیدائش ۱۲۶۷ھ کے قریب ہوئی۔ مولوی محمد حسین مراد آبادی کہتے ہیں کہ

موشی محمد حسین تنہا ادبی شہر ہستند تعلیم باطن شیخ راویدہ نجات خرد داشت
دور در سخن آں مشغول اند و آواز و مجرود و گردشہ تنہائی زبیت می کنند و
اوقات مستعار خود را در تلاوت کلام اللہ و مطالعہ کتب فقہ وغیرہ
می گذرانند و در فن شاعری بزبان فارسی و اردو نظیرے نادرند و صاحب
دیوان فارسی و اردو ہستند

نواب صدیق حسن خاں قزوچی مٹھ بھوپال لکھتے ہیں کہ

شیخ محمد حسین متخلص بہ تنہا ساکن مراد آباد و نسبت تلمذ و شعر گوئی
فارسی با استاد العصر مرزا اسد اللہ خاں غالب و طبری دارند کلام ایشان
در شعر فارسی حقیقہ است سہ سال و سخن ایشان و نظم در پی جوہری است
بے مثال۔ چند سال شد کہ بھیدر آباد و کن بلاش معاش رفتہ بودند آنجا
صورت روزگار نشد و زیہ بار شدہ مراجعت بطن نمودند وقتے کہ در بلاد
بھوپال رسیدند فقیر صحبت چند ایشان دریافت و از اخلاق حمیدہ و

نہ حسین الدین نزدبست ابن امین الدین راسخ مراد آباد کے قریب باشند۔ ۱۳۳۹ھ میں
انتقال ہوا۔ ان کا دیوان نزدبست ان نظریہ مطبوع ہے۔ ان کے نامور فرزند مراد آبادی
نعم الدین مراد آبادی تھے۔

مراد آباد کے مشہور فاروقی خاندان کے رکن تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا۔
یہ انوار العارفین۔ از مولوی محمد حسین مراد آبادی۔ مطبع صدیقی بریل ۱۳۹۰ھ ق ۱۳۹۰ھ
تہ تاریخ فتوح و فتوحات نواب صدیقی حسن خاں مشہورانی لکیش، سلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۰۴ء
نیز دیکھئے مابنا سرحد کراچی جولائی ۱۹۰۳ء

خصائل سنجیدہ ایشان خیلے محفوظ گردید۔

نواب صاحب نے شیخ انجمن میں بھی ان کی خیالات کا اظہار کیا ہے۔
مولوی محمد حسین قنات، مشہور شیخ طریقت شاہ عبدالغنی مجددی سے نقش بندی سلسلے میں بیعت تھے۔ اپنا تمام وقت تذکرہ عبادت میں گزارتے تھے۔ عہد رفعت پروردہ (مراوا باد) میں ان کا قیام تھا۔ جن مسجد میں وہ وعظ کرتے تھے وہ مسجد مسجد مولوی محمد حسین قنات کے نام سے مشہور ہے۔
مولوی محمد حسین قنات نے اپنے کلام میں اکثر جگہ اپنے شیخ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

حاصل نہ کیوں ہو کچھ کو قنات نے دل
عبدالغنی ہے نام مرے دستگیر کا

مرض دور ہوتے ہیں واں جسم جاں کے
مدینہ بھی کیا طرف دار الشفاء ہے
ملا ہے اسے گنج نعمت نبیؐ کا
کہ عبدالغنی شاہ کا یہ گرا ہے

۱۔ شیخ انجمن۔ نواب صدیق حسن خاں۔ مطبع شاہجہانی جوہاں ۱۲۹۳ھ ۴ ۱۰۰ - ۱۰۱

۲۔ شاہ عبدالغنی مجددی بن شاہ ابوسعید ۱۲۳۵ھ ۶ ۲۰ - ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے۔

۳۔ مولانا مولانا منصور الدین اور شاہ محمد اسماعیل وغیرہ سے تکمیل علوم کی مجددی نقش بندی سلسلے کے مشہور شیخ طریقت تھے۔ معنی ابن ماجہ کا ایک ذیل انجاء الحاج

دکھا ہے جو طبع جو چاہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا۔ فوجی جہاد پر دھنچ گئے

پھر سقوطِ دہلی کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں ۱۲۹۶ھ ۸ ۱۸۷۸ء میں انتقال ہوا۔

۴۔ ایمان سرکس نے ان کو شاہ عبدالغنی ابن شاہ ولی اللہ مسجد لہاں سے (تعمیم) لطیفہ مات المرحوم

والمرحوم عبد اول مصر ۱۳۴۶ھ ۴ ۱۸۸۹ء میں ملاحظہ ہو۔ تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ)

عبدالغنی قریشی دین پروردگار فقیر
محرورم چون روم ز سر آستان تو
سرگرم رہنے غنیمت اولی داشتی سودم
پہائے حضرت عبدالغنی پاک و امانش
مولوی محمد حسین قنات نے اپنے شیخ طریقت کی مدح میں فارسی میں کئی قصیدے
لکھے ہیں اور ایک طویل قصیدہ (۹۳) اشعار کا اردو زبان میں لکھا ہے۔ اس
قصیدے کے شروع اور آخر کے چار چار اشعار درج ذیل ہیں۔

میری ہشتاد سالہ عمر اور ضعف مرض اس پر
کہاں یا راہت میرے سر میں سخت سرائی کا
وہ ہے اک امام اولیاء کے ہے یہ مداحی
نہلنے میں ہے روشن نام جن سے پارسائی کا
خدا عبدالغنی قلب زمان و اعرف و اکمل
انہیں پر خاندان اب ہے کمال رہنمائی کا
زخرو غنائی بچن باقی زخرو غافل تجھ شافل
وہ ایسے نقشبندی ہیں کہ نقش اسم ذات حق یا
میں کیا موصول کرواؤں ہی نہیں اکے مراتب سے
میرے مرشد مرے ہاں ہی مرے مولا سر آقا
نما تجھ کو ان کے خاک پا ہے بھی نہیں نسبت
قنات کی تمام شاعری محدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے
وہ نعمت گزنی میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ سیدھے سادے الفاظ میں
اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ رہنمائی الفاظ، سادہ تراکیب اور صاف منہ کے
تشبیہات اور استعارے استعمال کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ
کرامؓ مدینہ منورہ اور متعلقات ذات اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر
سے ان کے قلب و روح کو ایک خاص کیفیت حاصل ہوتا ہے۔

مولوی شاہ اسماعیل دہلوی (ف ۱۸۳۱ء) کی کتاب تقویت الایمان کی
بعض عبارتوں پر مولانا فضل حق خیر آبادی نے اعتراضات کئے اور خاص طور سے
اس عبارت پر اس شہنشاہ کی تریہ شان کی بڑبڑ کے پیدا کر ڈالنے پر اہلکار
نظیر احمد امتناع نظیر کی بحث شروع ہو گئی۔ پھر اس سلسلے میں طرفین سے بہت سے

رسالے لکھے گئے اور نصف صدی سے زیادہ یہ مسئلہ تازہ رہا۔ یہاں تک کہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے اس بحث میں مرزا غالب کو بھی گسیٹ لیا اور اپنی تائید میں ان سے ایک فارسی مثنوی لکھوائی کہ اس مسئلے میں مولوی محمد حسین قرناوی مولانا فضل حق خیر آبادی کے ہم نوا اور موید تھے۔ انہوں نے اپنے اردو کلام میں مقتناع نظیر کی کھل کر وضاحت و حمایت کی ہے۔ ہمارے خیال سے شاید یہ کسی شاعر کے اردو میں اس مسئلہ پر اس بلند آہنگی سے اظہار خیال کیا ہو۔

اس زمرے کے کلامی مباحث میں حیات النبی اور علم غیب کا مسئلہ بھی زیر بحث و گفتگو تھا۔ اگرچہ مذہبی حلقوں میں آج بھی کہیں کہیں ان مباحث کی مدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اس سلسلے میں قرناوی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

حیات النبی

جب دوستوں نے ان کو حیات النبی کہا
جیتے ہی جی تمام سہر بہ اندیش مر گئے!

علم غیب

ازل کا ماجرا ظاہر اید کا حال روشن ہے نہ پوچھو علم ان اللہ کے شاگرد ارشد کا
قرناوی نے اپنے کلام میں جا بجا ہندی الفاظ استعمال کئے ہیں اور خوب کئے ہیں۔ چند
اشعار ملاحظہ ہوں۔

کیا رصف لکھوں فرش حریم نبوی کا وہاں اطمس گردوں ہے اور حوت کے باہر

مشہور نام ہند میں جس کا اکاس ہے لنگر کا شاہ دین کے وہ چھپنا سا طاق ہے

وہ رحمت خدا ہے نہ ہواں سے نا امید مومن نہیں جو رحمت حق سے نراں ہے

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ مثنوی غالب و تائید مسائل اختلافیہ العلم اکراچی ناشر مرزا

گیسے مصطفیٰ کا منار جہاں پڑے واں دبے مشک تاب بھی بسن کی باں ہے

وہ دو چار طرموں سے وقت ضرورت کئی دن کے سہو کھے مچکا دی ہزاروں
مولوی محمد حسین قنجا کا ۱۳۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ مرزا نصیر الدین برلاس مراد آبادی (رف
۱۹۰۹ء) لکھتے ہیں کہ

”اس سال (۱۳۱۷ھ میں) نوے سال کی عمر میں آن (قنجا) کا انتقال
ہوا جناب رسالہ کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت میں قصائد اور غزل
خوب کہتے ہیں۔“

منشی امیر احمد مینائی (رف ۱۳۱۳ھ) نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔
شوق وید را الہی میں پڑھتی رہی روح آغاس دمن میں سوئے غلہ بری جا نکل
سال رحلت جو کہا با تفت غیبی نے امیر جان کیا نکل قنجا کی قنجا نکل

۱۳۱۷ھ

قصائد قنجا

قنجا کے فارسی قصیدے ”قصائد قنجا“ کسٹم سے مطبع منشی ہیرام سروپ (کھنڑ)
میں طبع ہو چکے ہیں۔ یہیں اس کتاب کا ایک ناقص الاخر نسخہ ملا ہے اس لئے سنہ
طباعت اور مقام طباعت کی وضاحت نہ ہو سکی۔ ان قصائد میں تین قصیدے
قنجا نے اپنے مرشد شاہ عبدالغنیؒ کی شان میں لکھے ہیں۔ اور بقیہ تمام قصائد حضرت
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہیں۔ ان قصائد کے ملاحظے کے بعد شاہ
عبدالغنیؒ نے قنجا کو دعا دی کہ

”مرزا نصیر الدین، اوقات نصیر خانی (مرتبہ و مرتبہ محمد الیوب تادری) مستور و علم و حق
و کائنات عبدالقادر خانی جلد دوم، آل پاکستان ایکریسیٹنٹ کانفرنس کراچی ۱۹۶۱ء ۹۹۳
نمبر مولوی محمد حسین قنجا کا اردو کلام دو جلدوں میں خطی صورت میں ہمارے دوست
مولوی محمد اعظم نعیمی صاحب کے پاس ہے۔ اس میں آخر میں یہ دونوں تحریریں شامل ہیں۔“

”بشارت“ اللہم ابدا لا جبروت العکس من مبشر باشد۔

یہ وہ دعا ہے، جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاتم کو دی تھی۔ مرزا غالب نے ان فارسی قصائد کو دیکھ کر اپنے ایک مکتوب میں حاتم کو لکھا کہ لے۔

”تکلم لفظی نظام را دیدم بسیار خوب خوش اسلوب است من نیز مداح این قصیدہ ام۔“

تتبعاً کا اردو بیان ۱۸۹۷ء میں طبع ہوا۔ ہمیں ان کا اردو

اردو دلیوان | کلام دو جلدوں میں قلمی صورت میں مولوی محمد اظہار فیضی

صاحب سے سلا ہے جس کے لئے ہم ان کے شکریہ نگاہیں ہیں۔

۴۔ رخاں بہادر منشی سخاوت حسین مدہوش

جہاؤں کے ایک انصاری خاندان کے چشم و چراغ تھے، شروع دور اسلامی میں ان کے ہندگ یہاں اگر حکومت پذیر ہوئے۔ مدہوش کے دادا میاں جی عبدالملک انصاری مرحوم اپنے دور کے نامور شیخ طریقت شاہ آل احمد اچھے میاں مادرہوسی۔ (ف ۱۲۳۵ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ میاں جی عبدالملک کی زندگی زیادہ تر دکن و تدریس اور تذکیر و دیانت میں گزری۔ ۱۲۷۱ رمضان المبارک ۱۲۵۸ھ کو میاں جی عبدالملک کا انتقال ہوا اور بچنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

میاں جی عبدالملک کے تین صاحبزادے (۱) امان اللہ حسین عرف خلیفہ کو (۲) املاو حسین اور (۳) شیخ عنایت حسین تھے۔ آخر الذکر شیخ عنایت حسین خاں

لے ایضاً

تذکرۃ الاربابین۔ از مولوی رضی الدین بسل۔ (طبع دوم لفظی پریس جہاؤں ۱۳۴۵ھ)

بہادر منشی سخاوت حسین مدحوش کے والد تھے۔

سخاوت حسین مدحوش جدایوں میں ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے تھے مدحوش نے مزاج طریقہ کے مطابق عربی و فارسی کے تحصیل کی۔ ان کی تعلیم و تحصیل کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ قانون کا امتحان پاس کرنے کے لئے انہوں نے وکالت کا پیشہ اختیار کر لیا۔ مدحوش کے اساتذہ میں مولوی حکیم سعید الدین کامل (ف ۱۲۱۶ھ) کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ چنانچہ حکیم سعید الدین کے صاحبزادے مولوی رضی الدین بسمل (ف ۱۲۹۵ھ) کی کتاب تذکرۃ الواصلین پر تقریظ لکھتے ہوئے مدحوش لکھتے ہیں تھے:

”یہ سب کچھ میرے معلم و مکرم استاذان (مولوی رضی الدین) کے والد ماجد حکیم مولوی محمد سعید الدین صاحب مرحوم و مغفور کا فیض و برکت ہے کہ جو باوجود اپنے تعلیم یافتہ اور صاحب دولت ہونے کے نہایت منکسرانہ اور بزرگانہ مدحوش پر زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی اظہار کبر و خود منائی کو کام نہ فرمایا کبھی تو یہ ہے کہ جناب حکیم صاحب موصوف خدا پرستی اور ملک ملازمی میں اپنی مثال آپ تھے۔“

جنگ آزادی ۵۸-۱۸۵۷ء کے بعد منشی سخاوت حسین مدحوش نے شاہجہانپور میں وکالت شروع کی۔ کیونکہ اس زمانے میں ضلع جدایوں۔ شاہجہان پور کے علاقہ جی میں شامل تھا۔ وہ نہایت کامیاب و مکمل ثابت ہوئے۔ خان بہادر کا خطاب پایا۔ بکھرے ایوں کے سب سے چہے خان بہادر وہی تھے۔ ان کے فراموشی حجابی

سے رفعت مدحوش۔ مرتبہ حاجی حامد سعید خان لودھی۔ نظامی پریس جدایوں ۱۹۶۳ء
 ۵۴ غالب کی نادر تحریریں۔ از ڈاکٹر خلیق انجم۔ مکتبہ شاہراہ دہلی ۱۹۶۱ء ص ۴۵ (۱)
 نے سال پیدائش ۱۸۲۰ء لکھ دیا ہے۔

سے تذکرۃ الواصلین (طبع اول) مولوی رضی الدین بسمل منشی عکاب سنگھ اینڈ سنز پریس
 لکھنؤ ۱۳۱۸ھ ۲۶۶۲ ناشر طبع دوم نے یہ تقریظ شامل نہیں کی ہے۔

حامد سعید خاں صاحب لورسی لکھتے ہیں :-

”قبلہ مدہوش موصوف گرا ایک متوسط طبقے کے فروختے۔ لیکن آپ نے اپنی محنت، لیاقت، حسن اخلاق اور جوہر انسانیت کے باعث ہندوگان خدا میں ہر دل عزیزی حاصل کی۔ آپ برسوں یونیورسٹی شاہجہان پور کے والٹس چیمبرلین سب سے ہندو مسلم اتحادی بورڈ تھے اور تعلیم کے صدر رہے نیز اعوامی اسپیشل مجسٹریٹ رہے۔ ہر طبقے اور ہر مذہب کے ہندوستانی اور فرنگی معززین موصوف کی بڑی قدر اور عزت کرتے تھے۔ وہ ان مٹھی بھر لوگوں میں تھے، جنہوں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی۔“

مدہوش، محلہ جاہ میر (بدایوں) میں رہتے تھے انہوں نے اپنے جدی مکان کے سامنے ایک اور مکان نہایت مستحکم تعمیر کرایا۔ اور جدی مکان کی جانب مشرق ایک کونٹری بنوائی۔

مدہوش بدایونی سرسید احمد خان بہادر اور ان کی علی گڑھ تحریک سے بہت متاثر تھے اور وہ اس تحریک سے آخر وقت تک وابستہ رہے۔ آل انڈیا کونگریس اور نیشنل ایجوکیشنل کانفرنس کے چودھوی اجلاس منعقدہ رام پور ۱۹۰۰ء میں بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

”میں (تعارف) رقعات مدہوش ۱۱-۱۲-۱۳

کہ اس زمانے میں ہندو مسلم اتحادی بورڈ کا وجود سمجھ میں نہیں آیا۔

کہ کانگریس کی بنیاد ڈالنا بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ خاں بہادر سادات حسین شرواح سے سرسید احمد خاں کی تحریک کے عالم تھے۔ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے سرگرم کارکن تھے جہاں کانگریس کے قریب ۱۸۸۶ء میں قائم ہوئی تھی۔

کہ مدہوش محمد علی ایجوکیشنل کانفرنس، چودھوی اجلاس منعقدہ رام پور

”چونکہ سرسید احمد خاں کریم نے دیکھا ہے۔ اس لئے میں کچھ کہنے کو
کھڑا ہوں ۱۸۶۳ء سے میری اور سرسید احمد خاں کی ملاقات تھی۔
میرے خطوط کے جواب میں وہ اکثر مَرْحُوم اور جزاک اللہ رکھا کرتے تھے
آخر میں کہتے ہیں یہ

”باقی میں ترسید صاحب کا معتقد مثل ان لوگوں کے ہوں جیسے فتح
مکر کے قبل کے مسلمان تھے۔“

رام پور میں کانفرنس کے ایک غیر معمولی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے انہوں
نے جو کچھ فرمایا۔ اس کی تفصیل کے لئے کانفرنس کی رپورٹ کے متعلقہ صفحات دیدنی
ہیں۔

اس اجلاس میں ایک رزولوشن

”اس کانفرنس کی ایک رائے ہے کہ مسلمانوں میں تعلیم قانون بہت
کم پورگئی ہے۔ اس کو ترقی دینے کے لئے پورے کا کوشش کرنی چاہئے۔“

پر تقریر کرتے ہوئے خان بہادر مفتی سادات حسین دہلوی نے سرانیش میڈیکل کے
ایک استفسار کے جواب کا سوال دیتے ہوئے پانے وکلاؤ کی زہوں حال کا ذکر کیا اور
پھر فرمایا کہ

”لہذا ضرورت ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کو قانونی تعلیم دی جائے
تاکہ لائق مسلمان آئندہ سربراہ اور وکیل ہو سکیں۔ لہذا میں اس
رزولوشن کی تائید کرتا ہوں اور دو سال کے لئے دس روپے ماہوار
کا ایک اسکالرشپ دوں گا۔“

۱۔ رپورٹ محمد بن احمد مثل کانفرنس (اجلاس رام پور ۱۹۰۰ء) ص ۲۴۰۔

۲۔ رپورٹ محمد بن احمد مثل کانفرنس (اجلاس رام پور ۱۹۰۰ء) ص ۳۰۔

۳۔ رپورٹ محمد بن احمد مثل کانفرنس (اجلاس رام پور ۱۹۰۰ء) ص ۱۰۸۔

نواب عمن الملک مرحوم (ف ۱۹۰۶ء) کا ایک خط منشی سخاوت حسین مدہوش کے نام ملتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ علی گڑھ تحریک سے گہری دلچسپی اور تعلق رکھتے تھے۔ نواب عمن الملک کا خط درج ذیل سے ہے

جناب والا۔ آپ کی بے انتہا کوششوں کا میں بہت مشکور ہوں
اگر قوم میں آپ جیسے لوگ موجود ہوں تو ہندوستانی موجودہ پستی کی
حالت میں سرگت نہ رہیں۔ میرا مقصد فردی کے جینے میں روہیل گنڈ
میں دورہ کرنے کا ہے۔ بدایوں، مراد آباد وغیرہ میں جلا آپ کی
امداد کے کامیابی ہونا محال ہے۔ جہاں فرما کر تحریر فرمائیے کہ
کون سی تاریخیں بدایوں کے جلسے کے لئے زیادہ مفید ہوں گی۔
امسال کانفرنس کلکتہ میں ہوگی اور اس کے فوراً ہی بعد میسوریل فنڈ کا
اجلاس ہوگا امید ہے کہ آپ اس کانفرنس میں شامل ہوں گی

آپ کا خادم
(عمن الملک)

قاضی سجاد حسین بمبئی بدایوںی کے مکتوب کے حوالے سے مالک رام صاحب نے
”تلامذہ غالب“ میں خاں بہادر منشی سخاوت حسین مدہوش بدایوںی کا مرن نام لکھا ہے
ان کی حالت بالکل نہ مل سکے۔ مدہوش کے زاسے حاجی حامد سعید خاں صاحب
لودھی لکھتے ہیں یہ

خاں بہادر منشی سخاوت حسین صاحب مدہوش (۱۸۲۷ء - ۱۹۱۱ء) صاحب
غالب فردوسِ مکاری کے، مولوی عزیز الدین عورتی بدایوںی کا طبع

سہ رقعات مدہوش ص ۷۲

سہ تلامذہ غالب ص ۲۵۸

سہ نقارۃ رقعات مدہوش ص ۵۲

ایک نہایت صاحب تمیز تکمیل تھے۔

مدحوش کو اردو اساتذہ کے بہت سے اشعار یاد تھے اور اپنے اساتذہ غالب کا تو بیشتر کلام یاد تھا بلکہ وہ اپنی صاحبزادی مسماۃ نیاز رسول کو اپنے اساتذہ کا کلام یاد کروا تے تھے۔ نیاز رسول کے صاحبزادے حاجی محمد سعید خان کو ویں لکھتے ہیں کہ

”اپنے اساتذہ حضرت غالب کا اچھا شعر یاد کرتے تھے اپنی بیٹی کو بغرض

دل افزائی ہمیشہ روپے سے اشرفی تک انعام دیا کرتے تھے۔ اس

طرح نیاز رسول غالب کے کلام کی حافظ ہو گئی تھیں۔“

مدحوش کے فارسی رقعات کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس میں ایک خط حضرت

غالب دہلوی کے نام ہے۔ اس سے اُن کے تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

مہربان فصیح زبان والی ملک نظم و نثر۔

شعر

ہیں مشوق چہ حاجت کہ سود آتش دل توں شناخت بسوزے کہ در سخن باشد

نامہ محبت نگار بعین انتظار معطر لہائے اردو قصیدہ فارسی و پنج آہنگ

خوبیش از مشرق تا بہ مغرب رسیدہ پر تو افروز و صول آودہ تارک نفاخر بفرق

فروزان رسانیدہ بے تکلف می نگارم کہ در ریختہ ناسخ را نسخ ساختہ سخن آتش در آتش

انداختہ و لذت شعر ذوق را بے ذوق نمودہ خوش قسمت خاقانی و انوری و عرفی کہ

در زمان حال موجود نیستند۔ اگر بعد سے مقابلہ نظم قصیدہ رہوے درو بر دے نثر نامہ

پر نور نثر ظہوری بے نظیر، ایگہ کلمہ چند بطور توصیف بلکہ مرزا صاحب اساتذہ خاں

غالب از زبان بندہ می گویند۔

لہ رقعات مدحوش ص ۱۵۰

لہ رقعات مدحوش ص ۱۵۰

مثنوی

طرز اندیشہ آفریدہ اوست! در حق لفظ جان و میدہ اوست
 پشت معنی قوی ز پہلویش خامہ لا فرہی ز بازویش
 نقول رقعات اوز و تر مرزا صاحب عنایت فرمایند و یاد بندہ فراق و خاطر
 دارند اسی طرح مرزا غالب کا بھی ایک خط ان کے نام ہے جو درج ذیل ہے :-
 شفق گرمی مٹی سناحت حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ -

بھان اللہ آپ کے خط کا جواب نہ لکھوں اپنے کو نفی کروں اگر
 شتاب نہ لکھوں اس وقت ڈاک کے ہر کار سے نے تہا را خط دیا
 ادھر پڑھا ادھر جواب دینے کا قصد کیا میں ایک شخص گوشہ نشین
 فلک زدہ اندوہ گین نہ اہل دنیا نہ اہل دیں تہہ جیسے نکتے آدمی کا جو
 کوئی مشتاق ہو ظاہر اتم خود جمیع اخلاق ہو و نہ کیوں تم کو یہ اس قدر
 اشتیاق ہو۔ ہاں ایک بڑی بھلی شاعری - اس کا حال یہ کہ آگے جو کہا ہو
 کہا اب شاعر بھی نہیں رہا بہر حال تمہاری فقیر نوازی کا شکر گزار اوند
 طالب دیدار ہوں -

منہات کا طالب

غالب

چاشت گاہ ووشنبہ ۳۰ فروری ۱۸۶۱ء

مدحوش کے رقعات کا ایک مجموعہ رقعات مدحوش مسی
 بہ شراب الکوش کے نام سے مرتب ہوا ہے یہ نمبر وہان کے

رقعات مدحوش

شہ رقعات مدحوش ۱۳۱ء

یہ شراب الکوش اس کا نام تھا ایک ہے جس سے ۱۳۱۰ء (م ۱۲۵۰ء - ۱۲۴۲ء) لکھے گئے ہیں۔
 اس میں غلطی اس کے بعد کے ہیں بلکہ یہ کہ آغاز ترتیب کے وقت یہ نام رکھا ہو۔

دوست ادراسا دھمہدی محمد سعید الدین حسین عرف میاں جان رئیس اعظم کھڑہ بزرگ
(دیا لیل ۱) ۱۸۷۹ء میں اپنے مطبع افضل المطابع و سعید الاخبار میں چھپوایا تھا۔ اس
کتاب کا دوسرا ایڈیشن احمد الدین نظامی مالک نظامی پریس دہلیوں کی تحریک سے
ان کے نواموں عابد سعید خاں لودی اور حافظ حامد سعید خاں لودی نے ۱۹۶۳ء میں
شائع کیا تھا۔ حاجی حامد سعید خاں نے آٹھ ذک کتاب میں مدہوش کے حالات بھی شامل
کر دیئے ہیں۔

حالات سرشتہ تعلیم جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ مغربی بحاثات حسین مدہوش
کو ملی گڑھ تحریک سے گہرا تعلق تھا اور وہ سرسید
احمد خاں کی تعلیمی کوششوں میں برابر دل چسپی لیتے تھے۔ چنانچہ جب ”کیٹی خواستگار
ترقی تعلیم مسلمانان“ کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان ”انسانس بجزوت اہل اسلام و
حکام ہند و باب ترقی تعلیم مسلمانان ہندوستان“ شائع ہوا تو اس سلسلے میں ۱۳۷ مضامین
موصول ہوئے جن میں سے بعض مستقل تالیفات کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک
رسالہ بعنوان ”حالات سرشتہ تعلیم“ مدہوش نے لکھا ہے۔

اس ”کیٹی خواستگار“ کا ایک ایڈاس ۱۲ مئی ۱۸۷۳ء کو بنارس میں ہوا۔ سرسید
احمد خاں نے ان مضامین سے اکثر پر اپنا رائے بھی دیا ہے۔ صفحات حسین
مدہوش کے معنوں پر دس صفحات میں سرسید احمد خاں نے تبصرہ کیا ہے۔
اس رسالے کا ایک قلمی نسخہ ”کتب خانہ بہار جنگ مرحوم“ میں موجود
ہیں۔ اس کا سائز (۱۳ x ۸) ہے اس میں (۱۰۶) صفحات ہیں ہر صفحے
میں (۲۱) سطریں ہیں۔ کاغذ ولاتی ہے۔ خط نستعلیق ہے کاتبت
۱۳۷۰ء میں ہوئی ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

۱۳۷۰ء۔ ریڈیٹ کیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان (مرتبہ سرسید احمد خاں) بنارس

آغاز

پیلے جتنے میں گریڈنٹ کالجوں اور سکولوں کے متعلق بحث ہے
جہاں تعلیم علوم پر زبان انگریزی ہوتی ہے اور نیز دوسری زبان اردو
فارسی، عربی، سنسکرت سکھائی جاتی ہے۔

اختتام

نہ صرف گریا بالا اتفاق و اکثر لوگ علماء اور علماء اکثر اطباء ہندوستان
سے بہت زیادہ ہیں۔ لیاقت میں مگر اطباء ہندو مسلمان بھی بعض بعض
علماء اور تجربہ میں ان سے زیادہ ہیں۔

خاتمہ

نام مصنف سخاوت حسین ساکن بدایونی وکیل عدالت دیوانی ضلع

شاہجہانپور وارڈ شاہجہانپور کشتری روہیل کھنڈیریلہ

افسوس کہ مدتبہ اش کا نوٹہ کلام اردو یا فارسی دستیاب نہ ہو سکا۔

۵۔ مولوی عزیز الدین بدایونی المستخلص بہ عزیز و صادق

مرزا غالب کا ایک مکتوب مولوی عزیز الدین بدایونی کے نام ہے جو اردوئے معلیٰ

عہد ہندی اور خطوط غالب مرتبہ مولانا غلام رسول قہر میں شامل ہے۔ مولانا قہر کو

عزیز الدین بدایونی کا حال نہ مل سکا، البتہ ملک رام صاحب نے مختصر رسالہ لکھا
ہے۔

غالب کے اس خط میں ایک محضر کا ذکر ہے جو ایک خاص واقعہ کے متعلق

ملہ فہرست مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ از نصیر الدین امشی رحیم آبادی (۱۹۵۹ء) ص ۸۱۸

۱۵۱۸ء مولیٰ، مطبع مجیدی، کانپور ۱۹۲۲ء ص ۱۴۰

۱۵۱۸ء تلامذہ غالب از ملک رام، گنڈورہ ۱۹۵۷ء ص ۱۴۲ - ۱۴۳

ہے جس کی یہاں وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ پہلے مولوی عزیز الدین بدایونی کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

مولوی عزیز الدین بدایونی ابن مولوی اسام الدین صدیقی فرشتہ ری بدایوں کے قدیم باشندے تھے۔ ۱۷۵۰ء صفر ۱۲۴۴ھ کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ باقاعدہ علم طب حاصل کیا۔ اور شاعری میں مرزا غالب کے شاگرد ہوئے۔ خوش غلطی میں میر تقی میر سے لکھیں۔ ۱۸۵۵ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۵۷ء تک دہلی میں وکالت کی۔ اس کے بعد اپنے وطن بدایوں چلے آئے کچھ دنوں شاہ جہانپور میں وکالت کی وہیں وکیل سرکار مقرر ہوئے پھر منصف کے عہدے پر ترقی پائی۔ ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۱ھ کو انتقال ہوا۔

مضمونہ کلام ملاحظہ ہو

اُس میں تائیدِ نظرِ علوہ خدا کے نور کا بت بنانے کے لئے فرمایا ہے پھر نور کا

وہ ایک جہم ہیں کہ پرہاں نہیں کرتی اپنا اور ایک وہ ہیں کہ دل لیتے ہیں زمانے کا

جس خستہ حال سے عیب کے ادشتا محال تھا کس طرح اب جہاں سے وہ ناتواں اٹھا

اُس جہروش کے سن کا نظارہ کر کے اتنا نہیں ہے حوصلہ اپنی نگاہ کا
صادق ہے وہ شیفہ تُوئے یار ہے سنبھلے کون حال کسی داد خواہ کا

گور کو نکھر ہو ایسے آستان تک تصور بھی نہیں جاتا جہاں تک
بہی گر آہ و نالہ ہے تو صادق رہے گا دم نہ تاثرِ فغاں تک

مولوی عزیز الدین کے ایک بھٹے بھائی مولوی حکیم سعید الدین المستخلص بدایوں

تھے جو ۲۱ رمضان ۱۲۳۱ھ کو پیدا ہوئے، وہ علوم متداولہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے، علم طب میں حکیم صادق علی خاں دہلوی کے شاگرد تھے، خط نستعلیق خوب لکھتے تھے، ان کے کلمے چوتھے بعض رسالے ہماری نظر سے گزرے ہیں، حکیم سعادت علی خاں مدارالہدایہ ریاست رام پور میں آفرید کے یہاں ملازم تھے، ۲۷ رجب ۱۳۱۶ھ کو ان کا انتقال ہوا۔

اتفاقی سے جس زمانے میں دہلی میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا۔ اس وقت حکیم سعید الدین بدایونی رام پور میں تھے، ہنگامے کے فروغ ہونے کے بعد جب دہلی میں معافی و اسلام کی بحالی کا سلسلہ شروع ہوا اور تحقیقات کا آغاز ہوا تو ان کی جو اسلامک و معانیات، دہلی اور اس کے مضافات میں تھیں، ان کی بحالی کے لئے وہ درخواست گزار ہوئے۔ بعض دستاویزوں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ عزیز الدین کے بڑے نجاتی حکیم سعید الدین کا نام بھی شامل تھا اور اس تحقیقات کا انچارج ایک انگریز افسر تھا، جو یہ کہ دہلی میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے موقع پر جہاد کا جو فتویٰ مرتب ہوا تھا، اس میں ایک صاحب مولوی سعید الدین نامی کی بھی جہرتی۔ اس انگریز کو خیال ہوا کہ یہ وہی مولوی سعید الدین ہیں۔ لہذا اس نے ان کو اصالتاً طلب کر لیا اور اب حکیم سعید الدین کی زندگی خطرے میں تھی۔ بدایوں اور رام پور کے عائد و مشاہیر کی مواہیر سے حکیم سعید الدین کی بدایوں میں موجودگی کا محضر مرتب ہوا اور دہلی کے مشاہیر کی مواہیر سے ان کی دہلی میں عدم موجودگی کا محضر مرتب ہوا، یہی وہ محضر ہے جس کا اس خط میں ذکر ہے۔ مولوی عزیز الدین نے اپنے استاد مرزا غالب کے ذریعے اس محضر پر دہلی کے مشاہیر کے دستخط اور مہر لگائی تھیں۔

۱۔ اصحاب شیعہ فرشتہ بایں از دین بنی راکبیں پرین شاہ آباد بغیر سال طباعت)

اب اس داستان کو مولوی عزیز الدین کے جیسے اور حکیم سعید الدین کے جیسے خاں بہاؤ مولوی رضی الدین وکیل دہلوی نے ۱۱۹۲۵ کی زبان کلم سے نیچے لکھا

”ان املاک کی تحقیقات میں ... ایک قضیہ نامرضیہ پیش آیا ، ایک ملک میں ہمارے والد ماجد مرحوم حکیم محمد سعید الدین کا نام بشمول ابراہیم دہلوی وغیرہ کے داخل تھا اور تحقیقات معافی داروں کی شروع تھی کہ آیا معافی دار تو باغی نہیں ہوا یہ تحقیقات ایک پورے مہینے تک شخص کے سپرد تھی اور اس نے ایام غدر میں جو اپنی ہم قوموں کو گرفتار ہوتے اور مارے جاتے دیکھا ، اس کو ذرا ذرا بات پر شبہ ہوتا تھا جب ہمارے والد کا نام آیا تو اس کو یہ شبہ ہوا کہ محمد سعید ایک شخص کی جبر فتویٰ جہاد پر جو وہی کے رہنے والے تھے ، وفتر میں برآمد ہوئی تھی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ محمد سعید وہی شخص ہے جس نے مخفی رہ کر تھی۔ میرے دادا صاحب وقت تحقیقات موجود تھے ، انہوں نے عرض کی کہ حضور اس کا نام محمد سعید الدین ہے محمد سعید نہیں ہے یہ اور وہ ایام غدر میں دہلی میں نہ تھا بلکہ رام پور اور آلودہ میں تھا ، لیکن صاحب نے حکم جاری اصالاً کا دیا جب والد کو یہ خبر ہوئی تو والد مرحوم نے حکیم محمد سعادت علی خاں بہاؤ رئیس آلودہ میں کے ساتھ وہ ایام غدر میں رہے ، ان سے تذکرہ کیا ، انہوں نے اپنی تصدیق کچھ کر اہد فواب صاحب بہاؤ درجنت آشیان یرسف علی خاں بہاؤ مرحوم منظور والی ریاست رام پور کی مہر و دستخط مزید فرما کر وہ کاغذ منظر کیا کہ حکیم محمد سعید الدین ہمارے یہاں

لے کتر اتدیکچہ از مولوی رضی الدین لعل رنگاوی پرمیں جلایل ۱۹۰۷ء ۲۵۱-۲۵۲

یہ فقرے ہیں محمد سعید نہیں سعید الدین نام ہے ، ملاحظہ ہو ۱۵۷ء مار کے مجاہد شعرا ص ۴۹

ایام قدر میں رہے اور وہ غیر خواہ سرکار میں۔ جب یہ کاغذ پیش ہوا اس وقت بھی صاحب کو یقین نہ ہوا اور فرمایا کہ مسلمان مسلمان کو بچانے کی کوشش کرتا ہے، اس کو حاضر ہونا چاہئے، تب تو مایوسی ہوئی کہ اتنی بڑی صفائی پر کچھ خیال نہ ہوا تو کیا امید جان بری ہے، پھر بدایوں سے مشرکار سکیل صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے روبرو روڑے سے بدایوں نے محضر بنارویش کیا اور انہوں نے تصدیق کر کے بھیج دیا کہ یہ شخص دہلی نہیں گیا تھا اور پھر بھی مقررہ حاضری مسموع نہ ہوا۔ الغرض والد ماجد کو بدایوں سے جانا پڑا۔ جب جب والد یہاں سے گئے ہیں تب مایوسی ہم لوگوں کو تھی کہ اب دیکھئے سلامت آنے میں یا نہیں، مہر دہلی پہنچ کر یہ حاضر حضور صاحب مجسٹریٹ بہادر کے ہوئے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اپنا نام بتایا اور اپنی بہر کے کاغذات جو قبل قدر کے تھے اور ان پر مہری تھیں پیش کئے کہ میری مہر میں محمد سعید الدین ہے اور فتوے پر محمد سعید صرت مہر میں تھا۔ پھر تحقیقات کے لئے یہ معاملہ تحصیلدار دہلی کے سپرد ہوا ایک شخص کھتری یا جٹے تحصیلدار دہلی کے تھے جب ان کے پاس والد و دادا صاحب گئے تو وہ دیکھ کر سرودھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں جناب حائظ یعنی ہمارے والد کے جد امجد کا شاگرد ہوں، آپ کا کیا کام ہے۔ والد سے سب قصہ کہا گیا، انہوں نے تحقیقات کر کے حزد جا کر صاحب سے کہا کہ یہ شخص اب میں اور یہ مقام دہلی ایام قدر میں نہ تھے۔ تب صاحب کا خاک رفع ہوا۔ اور اس بلائے ناگہانی سے نجات پائی اور معافی بدستور قائم رہی۔

اس تشریح و توضیح کے بعد منرا غالب کا اصل خط ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب :

کیسی صاحب زادوں کی سے باتیں کرتے ہو؟ ولی کو دیا ہی آباد
 جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ مہم جان کی لگی، میر خیراتی کے چھانک سے
 فتح اللہ بیگ خاں کے چھانک بے چراغ ہے اور ہاں اگر آباد
 ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خاں کی حویلی اسپتال ہے اور ضیاء الدین
 خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے
 مکانوں میں ایک اور صاحب عالی شان انگلستان تشریف رکھتے ہیں
 ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل و عشائر لوہاروں میں۔ لال
 کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں، مہارے مکان
 میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی، اس کے پاس اور کھمبے کی دوکان پر اس
 اشتہار کرکھیا۔ بیگم لاہور گئی ہوئی ہے۔ کھمبے کی دوکان میں کتے
 لٹتے ہیں، مولوی صدیق الدین صاحب لاہور، اینڈویشن، براب
 علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں۔ میں نے آپ مہر کردی، حکیم
 احسن اللہ خاں اور میاں غلام نبھت اور بہادر بیگ اور نبی بخش
 ساکن دیر، ان کی مہر میں ہو گئیں۔ محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں
 خط از روئے احتیاط سیرنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر لکھ
 مہر جاتے ہیں۔ چنانچہ قاضی عبدالجلیل صاحب کا خط، جس کا ذکر آپ
 نے لکھا ہے، آنکھیں پھوٹ جائیں۔ اگر میں نے دیکھا ہو۔ آپ
 ان سے میرا سلام نیا نہ کہئے۔ اور خط کے نہ پہنچنے کی ان کو خبر
 پہنچا ہے۔

۲۔ شیخ صادق علی گڑھ مکیشری المتخلص بر سوزاں و مداح

منشی صادق علی گڑھ مکیشری رطلع مہر پٹہ یڑی رائدیاں کے ایک ممتاز

خاندان کے رکن تھے۔ ان کے دادا منشی اکبر علی ولد شیخ فیض علی، مرفا الحال، خوش صنعت خوش نویس شاعر اور نثر نگار تھے، ان کا ایک شعر ملاحظہ ہے۔

خدا جانے موئے تھے کس قدر عین کی حسرت میں

کہ جو شغل اپنی تربیت سے اچھا، مشکل صنوبر تھا

عدالت سائرس میں بریلی اور کانپور میں ملازم ہے وصف بصارت کی بنا پر ملازمت مستعفی ہوئے عین جوانی میں بعد ۳۳ سال ۹۶ جہادی لاہور ۱۲۳۲ھ کو فوت ہوئے ان کے بیٹے منشی عرفان علی بھی سیاق و سباق میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ وہ بھی انگریزی سرکار کے ملازم رہے جبکہ آزادوی ۱۲۹۱ھ کے زمانے میں کلکٹری علی گڑھ میں سر مشتمل دار تھے۔ منشی عرفان علی کے فرزند شیخ صادق علی تھے۔ انہوں نے مروجہ علوم کی بنیاد تحصیل کی تھی۔ عربی و فارسی میں اعلیٰ دسترس رکھتے تھے۔ وہ نہایت سعید اور لائق تھے اول عدالت دیرانی میرٹھ میں وکیل رہے۔ پھر بنام عدہ سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ دنوں مارہرو (ضلع ایٹہ۔ یو پی) میں بلسہ ملازمت رہے۔ سید آل محمد مارہروی (ف ۱۲۹۵ھ) صاحب ”دیوان نوار“ سے صادق علی کے خلیفہ دوستانہ تعلقات تھے۔ شیخ صادق علی، مرزا غالب کے شاگرد تھے، عاشقانہ کلام میں سوزاں اور لفظیہ کلام میں مداح جملوں کرتے تھے انہوں نے ۱۲۹۳ھ میں شعرائے اردو کا ایک تذکرہ مرتب کیا جس کی تاریخ تالیف سید آل محمد نے اس طرح کہی ہے۔ ۱۲۹۵ھ

خوش صادق علی مداح و سوزاں	بلک شاعری سردار اردو
راجناس نفیس شعر ایش	فزودہ رونق بازار اردو

۱۲۹۵ھ تمام حالات تشریح انساب خطی مولوی ضیاء اللہ بکھراہی سے ماخوذ ہیں۔

۱۲۹۵ھ دیوان نوار ص ۱۳۶

زینب کدر رنگینش نہاید
رگ گل سبز گلزار اردو
بجاء گر شادمان ریختہ گر
ہیا موند ازو گلزار اردو
رقم زد کرد گلشن بہار
چہ باشد گلشن بہار اردو
گجرا آل محمد ، سالِ جمع
کہ نای گلشن اشعار اردو
۱۳۸۴ھ

اس سال شیخ صادق علی نے اپنا نعتیہ دیوان مرتب کیا۔ سید آل محمد نے کئی تاریخیں کہیں جن میں ایک ہجری اور ایک عیسوی دو تاریخیں درج ذیل ہیں۔

(۱)
جوشنی صادق علی نے یہ کی
فرامہ کتاب جلالت مآب
تب آل محمد نے تاریخ جمع
لکھی ہے یہ نعت رسالت مآب
۱۳۸۴ھ

(۲)
سکن سنج مدارج صادق علی
بجائ و چل آں خدائے رسولؐ
جہاناکر خاک خمیرش قضا
گرفت است از خاکپائے رسولؐ
دل دوست مملو ز حبیب علی
وما عشق پر است از ہوائے رسولؐ
غزلہائے مطہرہ و مرغوب و خوش
نمود است نظم از ہوائے رسولؐ
غزلہائے مذکور را جمع
کچھ کرد آں ستائش سرے رسولؐ
میکھ سکن آل محمد چہ خوش
رقم زد ریاض شائے رسولؐ
۱۳۸۴ھ

۱۳۸۵ھ میں منشی صادق علی نے اپنے نعتیہ دیوان کا انتخاب کیا

سید آل محمد نے اس انتخاب کی یہ تاریخ بھی ہے۔

منتخب اشعار صادق علی دیر چہ در نعت رسول عرب
باز بدینہ تاریخ گفت آل محمد چہ زبے منتخب

۱۲۸۵ھ

سید آل محمد کو منشی صادق علی سے اس حد تک تعلق خاطر تھا کہ جب ان کے پاس اخبار آنے شروع ہوئے تو انہوں نے ان اخباروں کے آنے کی تاریخ بھی ۱۲۷۵ھ فصل میں ایک اخبار آیا تو آل محمد نے یہ تاریخ بھی یاد جان کر مرنے والا کہہ دیا میں آج اپنا اخبار گھر بار بعد لطف انہیں نکلتا ہے جبکہ دل نے کہا فصلی کھے خاطر دوست ہے تو آل محمد کہہ دو

بہیں جی کا نہیں ہمسر کوئی چھپایا
بھیج کر خواہر عہدت نے جو خوش فرمایا
ہجری و عیسوی گریار نے حصہ پایا
کچھ ہے اخبار مہایوں و مبارک آیا

۱۲۷۵ھ فصل

۱۲۸۵ھ میں منشی صادق علی کے پاس ایک اور اخبار "مقصود الاخبار" گزرا تو یہ ہے آیا اس کے آنے کی تاریخ اس طرح بھی تھ

بنام خالصم اخبار آمد کو مثل او ندیکم نے شغفم
بتاریخ درود آل محمد گرامی پرچہ اخبار آمد

۱۲۸۵ھ

۱۲۸۵ھ میں منشی صادق علی مداح مارہرہ سے تبدیل ہو کر علی گڑھ پہنچے اس موقع پر سید آل محمد نے مندرجہ ذیل تاریخ بھی لکھی

۱۲۸۵ھ دیوان تواریخ ص ۲۳

۱۲۸۵ھ ایضاً ص ۲۴

۱۲۸۵ھ ایضاً (مکاشفہ مقررہ) ص ۲۵

۱۲۸۵ھ دیوان تواریخ ص ۱۱۳

جدائی منشی صادق علی کند آردہ غم رواں بردلم
سن فرقت آل محمد گبو شدہ ہجر بارے گراں ولم

۱۲۸۵ھ

۱۲۸۶ھ میں منشی صادق علی نے اپنا دوسرا دیوان مرتب کیا سید آل محمد نے تاریخ کہی ہے

شعیر و مخلص من صادق علی مداح کر وصف اور توانم نوشت بالمشترک
نمود جمع چ دیوان فریض تاریخش نگاشت آل محمد سہہ بلینخ و فصیح

۱۲۸۶ھ میں شیخ صادق علی کی ترقی انکپتر درجہ اول پرمٹ کے عہدے پر ہوئی ان کے دوست سید آل محمد نے حسب معمول تاریخ کہی ہے

شیخ صادق علی ترقی یافت دوست شادان ملول و غم باد

گفت آل محمد شش تاریخ بر مدارج ترقی احسن باد

۱۲۸۱ھ میں شیخ صادق علی کا عقد ثانی ہوا سید آل محمد جیلا ایسے موقع

پر کہاں چمکنے والے تھے انہوں نے فرما تاریخ کہی ہے

منقد چوں بزم عقد دوستی شب بفضل خالق الا صباح شد

زور رقم آل محمد سال عقد کہ خدا صادق علی مدارج شد

۱۲۹۱ھ

۱۲۹۲ھ میں شیخ صاحب کے منصب میں مزید ترقی ہوئی، سید آل محمد

نے حسب معمول تاریخ کہی ہے

۱۔ دیوان قرار بخ ص ۱۲

۲۔ ایضاً ص ۱۳

۳۔ ایضاً ص ۱۴

۴۔ ایضاً ص ۱۵

با فضائل خلاق روزی رساں شنیدم شد اکنوں ترقی دوست
پے سالش آل عہد قسم رقم زد ، ہمایوں ترقی دوست

• ۱۲۹۲ •

شیخ صادق علی ، معاشرتی زندگی میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے شاعر علی شہرست آتے۔ جو نائی پریس میرٹھ میں ملازم تھے۔ مداح کا منورہ کلام یہ ہے۔

اسکو طلبا یا تو بے لطف تپ لئے دل آئے ساتھ تلوار بھی لائے جو وہ قاتل آئے
ضعف نے آہ و فغان کی بھی نہ چھڑی طاقت لب پہ نالے بھی جو آئے تو جھلک آئے
زہری یاد ، وہ عشقِ عسریں بھول گیا ساتھ ہر چند خضر بھی کئی منزل آئے
شیخ متھرا نے لگی بار کی آمد سن کر رنگ اڑ جائے جو وہ رونق فصل آئے
نہیں مداح کوئی حضرت غالب کا نظیر کس کو دعویٰ ہے سخن کا جو مقابل آئے
نعت کے دو شعر ملاحظہ ہوں مثلاً

گھین دل ہمارا ہے مزہی نفوذ نام ختم المرسلین ہے
صلہ رحمت کا لہر مداح چل کر حضور خضر و دنیا و دیں سے

شیخ صادق علی مشہور کتب حیات تھے کیونکہ مولانا عبد السمیع ہیدل کے کتاب انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فائزہ کے طبع دوم (۱۳۳۵ھ) کے آخر میں ان کی تقریظ شامل ہے۔ یہ اس سے ان کے علمی مرتبہ کا بھی تعین ہوتا ہے۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی انہیں تاریخ گزشتہ سے بھی دلچسپی تھی۔ مطبع مجتہبی میرٹھ کے۔ مطبوعہ قرآن کریم باہتمام منشی ممتاز علی پراں کا درج ذیل قطعہ تاریخ ہے۔

۱۰ دیوان غریب زمخشری دکن فتح گڑھ ۱۳۸۳ھ ۳۶۹

۱۰ یادگار ضعیف ص ۳۸

۱۰ انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فائزہ مولانا عبد السمیع ہیدل زمخشری مولود آباد ۲۸۸

خداہ مطبوعہ اسی صحیفہ حق باہمہ حدود اہتمام بخیر

بہر تاریخ جمع اسے مداح خامہ رسم زور رقم تمام بخیر ۱۲۹۳ھ

گزشتہ مکتوب میں خلیفہ کبیر کے زمانہ میں ایک بزرگ شیخ اللہ بخش (دکنی)

گزشتہ میں ان کی کتاب دوسرا، انداکریں مطبعہ صوامی بریلی سے ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوئی ہے
اس پچھلے گزشتہ مکتوب میں نے نقد پفا اور قطعہ تاریخ لکھا ہے۔ قطعہ تاریخ ملاحظہ ہو

مونس انداکریا انیس ہیں بہر عزت گزیرو نیکو طبع

انس گزیرند از رہبان دول جہد گزشتہ نشیں نیکو طبع

زانکہ تکسب علم و فضل کنند عالم و فاضلین نیکو طبع

طبع شد مصرعہ سنش گفتیم مونس واکریں نیکو طبع

مولانا عبد السمیع بیدل

مولانا عبد السمیع بیدل، ضلع سہارنپور (یو۔ پی) کے قصبہ رام پور منہاران کے ساکن

اور وہاں کے قدیم انصاری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پہلے قرآن کریم حفظ کیا

اور ابتدائی تعلیم دینی میں حاصل کی پھر مولانا رحمت اللہ کیراٹوی کے سامنے زانوئے ادب کیا

اور ۱۳۲۵ھ میں دہلی پہنچے۔ مفتی صدر الدین آندوہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ اسی زمانہ

میں مرزا غالب سے بھی شاعری میں استفادہ کیا حسب روایت مولانا خلیل احمد انیسوی وہ

(۱) مولانا احمد علی سہارنپوری (۲) مولوی سعادت علی سہارنپوری (۳) مولانا شیخ نورتوزی

اور (۴) مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بھی استفادہ ہوا۔

بیدل اپنے زمانہ کے نامور عالم اور مفکر تھے بڑا تفسیر و ترمیم کہتے ہیں۔

”عالم باطنی، میرا از حوص و اصل عشاق رسول اللہ اعلیٰ درجہ کے مصنف“

حدیث و تفسیر و فقہ میں کمال رکھتے تھے زہد و تقویٰ بدرجہ غایت ہے

نہ ایران، افغانستان، غلام افغان و اساطعہ از مولانا خلیل احمد (مطبعہ جانی ساہوکار) سے
مکتبہ تفسیر و ترمیم از مولوی امیر الدین (دہلی شکرہ) سے ۸۹

”دیارِ ہند، متقی، عابد، شہرِ اتریں، عتقین، کم گو، متواضع، بامروت
آدی ہیں۔۔۔ کلمہ خیر کہنے سے درگزر نہیں کرتے، اخلاق بدرجہا ناست،
سچے الیوں ہی کا ہونا زینتِ اسلام ہے۔“

مولانا عبدالسمیع کچھ دنوں رڑکی میں رہے پھر میرٹھ کے رئیس شیخ الہی بخش
(لالا کرتی) نے اپنے بھتیگوں کی تعلیم کے لئے بلایا اور وہیں عمر گزار دی
تذکرہ علمائے حال کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

”فی الحال آپ کا قیام کیمپ میرٹھ بازار لالا کرتی میں ہے شیخ الہی بخش
کے مدرسہ میں آپ درس دیتے ہیں بیدل تخلص کرتے ہیں انوارِ ساطع
وغیرہ آپ کی تصانیف سے میر۔

شیخ الہی بخش کے پوتے شیخ خٹک الدین میرٹھ لکھتے ہیں:۔

”میرٹھ تشریف آوری سے قبل کچھ حصہ رڑکی میں قیام پزیر رہے
وہاں سے بلدیہ میرٹھ بسلسلہ ملازمت آنا جہاں یہاں جناب شیخ
الہی بخش مرحوم رئیس اعظم نے اپنے بلند راز و گمان پتہ غلام محمد الدین
صاحب، وحید الدین صاحب اور بشیر الدین صاحب کو بڑے جانے
کے واسطے حضرت کو متعین فرمایا۔ مولانا نے تقریباً پچاس سال
اپنی عمر کا بقیہ حصہ یہیں ختم کر دیا۔۔۔ دورانِ قیام میرٹھ میں آپ کو
کلکتہ کانپور اور ٹونک سے صدر مدرس مدارس کے لئے وائز مشاہیر
پر بلایا گیا لیکن حضرت نے بوجہ محبت اس خاندان کے انکار کر دیا
مولانا بڑے متبعِ شرع، متقی، عالم، فاضلِ اہل اللہ میں سے تھے۔“

مولانا عبدالسمیع، حضرت حاجی امجد اللہ صاحب دکن کے سریر و خلیفہ

لے تذکرہ علمائے حال از مولوی محمد ادریس گرامی (نور کشور پبلی کیشنز، شہرام ۱۹۵۹ء)

کے مکتوب شیخ خٹک الدین میرٹھ بنام رقم نوختہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۹ء ۱۹ مئی ۱۹۵۹ء

اور جب رسول سے ہر شاعر تھے۔ مولوی امجد و صابری لکھتے ہیں یہ

صاحب عالم بے بدل جامع علوم و فنون تھے۔ اپنے پیرو مشد حضرت حاجی (امجد اللہ) صاحب کے حکم کے پابند تھے۔ تمام عمر اشاعتِ علوم دینیہ اور تصانیف کتب مذہبی میں گزاری۔ نعت لکھنے میں لاشافی تھے شعرائے زمانہ آپ کو استاذ و وقت ملنے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے سچے عاشق تھے مجلس مولود و مشرف بڑی عقیدت و اخلاص سے کیا کرتے تھے۔

مولانا سادہ اودبا اصول زندگی گزارتے تھے حکیم محمد صابری صاحب ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۱ء بروز شنبہ مولانا عبدالمصیب بیدل کامیرٹھ میں انتقال اور شاہ ولایت میں دفن ہوئے۔ ان کے صاحبزادے حکیم مولوی محمد سید (وف ۱۳۸۸ھ) تھے جو علم طب میں ماہر کامل اودبا حکیم عبدالمجید خاں دہلوی کے شاگرد تھے حکیم محمد سید، میرٹھ کے حکماء میں ممتاز و معروف تھے۔

شروع شروع میں مولانا بیدل کارجمانی عاشقانہ شاعری کی طرف تھا اور بقول کہتے تھے۔ حاجی صاحب سے بیعت کے بعد نعت و منقبت میں کہنے لگے۔ ان کا اجتہاد کلام ملتا ہے۔ نعت و منقبت ہی میں ملتا ہے۔ مولانا ایک اعلیٰ پایہ مصنف تھے۔ ان کی کئی کتابیں باوجود ہیں۔

نادرہ کی ابتدائی تصانیف کتابوں میں خالق باری مشہور ہے۔ مگر محمد باری اس میں سنگت ہندی اور پنجابی کے اکثر نقیب القیاد میں جی کے سمجھنے میں طلبہ کو وقت جوتی ہے۔ مولانا عبدالمصیب نے اسی درسی ضرورت کے

۱۔ میرت حاجی امجد اللہ اور ان کے خلفاء از مولوی امجد و صابری (دلی ۱۳۵۹ھ) ص ۱۶
۲۔ تذکرہ ملائے اہل سنت از مولوی محمد امجد اللہ رضا نقاہہ قادریہ اسلام آباد جبرانی پور ۱۳۹۸ھ ص ۲۶

خالق باری کے طرز پر ایک کتاب "مد باری" لکھی۔ اس کتاب کے آغاز میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :-

"بعد حمد اور دو دو ختم الانبیاء کہتا ہے مدہوش شاعر بے شعوری
عبدالسمیع رام پوری کہ جس وقت جناب ... شیخ الہی بخش صاحب
کے چھوٹے بھائی ... حافظ عبدالکریم صاحب کے فرزند ارجمند
سعادت گزنی وحید الدین سے فارسی پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع
کی خالق باری شروع کی۔ اس کتاب کے بعض الفاظ پنجابی اور
سنسکرت وغیرہ اس کی کچھ میں نہ آتے تھے بلکہ اور ضلجان طبیعت
بڑھاتے تھے۔ پھر دیکھا تو سب مکتبوں میں لوگوں کا یہی حال ہے ان
الفاظ شرک الاستعمال کا کہنا اشکال ہے۔ تب میں نے اس نظر
کے کہ مبتدیان کو فائدہ تام ہو رفاد عام ہو بیان لغات میں یہ
رسالہ منظوم مختصر لکھا اور ترجمہ میں الفاظ اردو مرصع عام کا لکھنا
مد نظر رکھا اور جو لفظ فارسی یا عربی ایسے تھے کہ بے تکلف ہر
کسی کی کچھ میں آتے تھے۔ میں نے ان الفاظ کا ترجمہ نہیں لکھا۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے :-

جو لکھے بیکر کرو دل سے قبول	حمد باری لکھ کے اور وقت رسول
ہے صحابی جس کو ہر صحبت حصول	ہے خدا، اللہ پیغمبر، رسول
اہل بیت احوال ہے کنا تمام	ہے خلیفہ، نائب اور قائم مقام
بر صنیفہ جیسے ہیں عالی مقام	ہے پیشوائے دین کو حبانو امام

خاتمہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

ان ضروری قاعدوں کو یاد کر اور خدا کی یاد سے دل شاد کر
یہ رسالہ ہونگیا یا رب تمام لشکر تیرا اور پھیر پہ سلام
رسالہ حمد باری میں مندرجہ ذیل عناوین پر لغات منظوم کی گئی ہیں۔

- ۱۔ در بیان آسمان و متعلقات آبی
 - ۲۔ در بیان سال و ماہ و غیرہ
 - ۳۔ در بیان زمین و آنچه در آست از معاون و بکار و اہلکار
 - ۴۔ در بیان اثاث البیت یعنی اسباب ضروری خانہ
 - ۵۔ در بیان اجزا و اعضائے انسان
 - ۶۔ در بیان آنچه از جسم انسان تعلق دارد۔
 - ۷۔ در بیان اہل قرابت
 - ۸۔ در بیان اہل ہمیشہ
 - ۹۔ در بیان اہل عیوب
 - ۱۰۔ در بیان حبوب غلہ و اشیاے خوردنی۔
 - ۱۱۔ در بیان مصلح طعام
 - ۱۲۔ در بیان کشت و باغ و آنچه در آست
 - ۱۳۔ در بیان آلات جنگ و آلات اہل حرفہ
 - ۱۴۔ در بیان جانوران
 - ۱۵۔ در بیان بعض آلات بازی طفلان
 - ۱۶۔ در بیان منقرعات
- تمتہ میں افعال و کیفیت اشتقاق کا ذکر ہے۔

اس رسالہ میں نماز، ضروری سودگاری، ایمان، محبت و منفصل
شخصی کلمات اور ادعیہ ماثورہ مع اردو ترجمہ درج

توسیلہ مغفرت

درج میں، سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا تبیل لکھتے ہیں :-
 "کہتا ہے امیدوار فضل باری عبدالمسیح شیخ انصاری کہ جمع کی میں
 نے اس مختصر میں ہر وقت کی دعائیں تاکہ پڑھا کر یہ اہل ایمان اور
 پادری ہر وقت میں یاد الہی کی نئی لذت اور نازل ہوان پر اللہ کی
 طرف سے خیر و برکت اور اکثر دعائیں اس میں بہت مشہور احادیث
 سے لی گئی ہیں اور جو کتب فقہ وغیرہ سے لکھی ہیں، وہاں اس کتاب
 کا نام لکھ دیا گیا ہے۔"

فیضانِ قدسی | مولانا عبدالمسیح نے یہ رسالہ آیتہ الکرسی کے فضائل میں
 ضروری تفصیلات و تفصیلات کے ساتھ لکھا ہے، آخر
 میں ایک طویل نظم بھی شامل ہے جس میں خواجہ بک ڈلوپ دہلی سے محمد انوار
 ہاشمی نے شائع کیا ہے۔

دافع الاوہام | مولانا عبدالمسیح، محب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 تھے انہوں نے محفل میلاد کی تائید میں یہ رسالہ لکھا ہے
 اور معتز نشین کے جواب دیئے ہیں یہ رسالہ نظم و نشر
 دونوں پر مشتمل ہے، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :-

کر کے مالک کا شکر پڑھ کے دود	کرتا ہوں ذکر محفل مولود
مومنو! یاں ادب سے آؤ تم	عطر خلت بسا کے لاؤ تم
ذکر خیر الودیع کی محفل ہے	مولد مصطفیٰ کی محفل ہے
محفل اس شاہ ذی حشم کی ہے	محفل اس شافع امم کی ہے
پھیلا آفاق میں ہے جس کا نور	ایک نور خدا کا ہے مذکور

لے وسیلہ حضرت از مولانا عبدالمسیح پور۔ م. لکھنؤ (مطبوعہ) ص ۱۲
 دفعہ الاوہام فی محفل خیر الانام از مولانا عبدالمسیح پوری (مطبع گلشن فیضی لکھنؤ) ص ۱۲

سنو اگر زبان بیدل سے

وصف حضرت کا جان سے دل سے
انتقام اس طرح ہوا ہے لے

میرے حق میں دعائے خیر کریں
اس صحیفہ میں کر دیا مرقوم
گر معاند لڑے تو چپ رہنا
نہیں سرگز طلال اس کا مجھے
کس و نا کس سے کرنا رو و بدل
دوست دشمن کو ہے سلام اپنا
مرجا کہتے ہیں عدد و نمبر کو
بھجوں حضرت پہ میں درود و سلام
ایک مختصر سار سار ہے جس میں بیشتر نعتیہ کلام ہے
چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جو مری مشنوی کی سیر کریں
مجھ کو حق جس طرح ہوا معلوم
کام اپنا ہے امر حق کہنا
گر کوئی اس میں رواج کرے
اپنا شیوہ نہیں ہے جنگ و جدل
بس سلامت رہی ہے کام اپنا
صلح کی حق نے دی ہے خود مجھ کو
اب تمنا یہ آیا اپنا کلام

نور ایمان

یاں کا عیش و کامران چند روز
لذت صوت اتانی چند روز
ہے چین کی گل نشانی چند روز
ناز سر و بوستانی چند روز
سی و اس کی خوش بیانی چند روز
کر و اس کی مہمانی چند روز

دوستو ہے دارسانی چند روز
بیچ میں سب نعمت جنگ و رہاب
بس کوئی دن کی ہے یہ رنگیں بہار
چشم رنگیں کا ہے غمزہ کوئی دن
ہے چہکتا طوطی شکر شکنی
پھر جو ڈھونڈو گے تریہ بیدل کہاں

مولانا عبدالسمیع بیدلؒ نے مولود شریف کے
بیان میں یہ رسالہ نشر میں لکھا ہے۔ کہیں
کہیں نظم ہے آغاز اس طرح سے ہوا

راحت القلوب

فی مولد المحبوب

ہے۔

لے کے بیدل خدا کا اول تام
آل و اصحاب ہیں جو اہل رشاد
پھر کتابیں تو لے کے باسقیج
مولد اپنے نبی کا کر مرقوم
شہرہ عالم میں ہے تمام ان کا
بیکل اب شوق میں بڑھانہ کلام
دعا پر اس کتاب کا اختتام ہوا ہے۔

مومنو مجز و التجا کے ساتھ
اے خدا صدقہ کبریائی کا
سیدھا رستہ چلائو ہم کو
مرکے دم غیب سے مدد کیجو
جب دم واپس ہو یا اللہ
۱۲۹۰ء میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے جیسا کہ مندرجہ قطعات سے واضح
ہے قطعہ تاریخی نتیجہ فکر میں سبحان بخش فصیح ہے

جبکہ چھاپا گیا بطور جمیل
سال اتمام طبع میں نے فصیح
یہ رسالہ عجیب خوش اسلوب
کہا مولد شریف چھاپا خوب

۱۲۹۰ھ

تاریخ طبع از محافظہ نظام الدین جوش ساکن کرلئے

ملہ راحت القلوب فی مولد المصوب از مولوی عبدالمصیح بیدل لا طبع محب شہرہ ہند میرٹھ شہرہ ہند
کہ ایضاً ۱۲۹۰

کہ ایضاً ۱۲۹۰

کہ راحت القلوب ۱۲۹۰

سالی دیں مولوی عبدالسمیع کرد تالیف ای کتاب جانفزا
طبع فرمودش جمیل الدین ہجر ہزاروں خوبی و حسن و صفا
گفت تارنیش نظام الدین جوئی ذکر میلاد جناب مصطفیٰ

۱۲۹۰ھ

انوار ساطعہ مولانا عبدالسمیع ہیدل، حاجی امداد اللہ صاحب برکتی کدوہ
و خلیفہ تھے اور حاجی صاحب کی محبت و عقیدت میں بزرگوار
تھے حاجی صاحب کے خلفاء میں علمائے وقت کی اچھی خاصی تعداد تھی ان میں
مولانا محمد قاسم نانوتوی (ز ۱۲۹۰ھ) مولانا رشید احمد گنگوہی (ز ۱۳۲۳ھ)
مولانا محمد یعقوب نانوتوی (ز ۱۳۰۳ھ) اور مولانا اشرف علی مہت نوری
(ز ۱۳۱۳ھ) جیسے اساطین دیوبند بھی تھے اور مولانا عبدالسمیع ہیدل، مولانا
احمد حسن کانپوری (ز ۱۳۲۳ھ) مولانا محمد حسین الرافعی (ز ۱۳۲۲ھ) مولانا
کریمت اللہ دہلوی (ز ۱۳۲۵ھ) مولانا سید امیر محمد دہلوی (ز ۱۳۲۵ھ)
جیسے نامور علماء بھی تھے جو افکار دیوبندیت سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ بلکہ
ان کا رجحان طبع آج کل کی اصطلاح میں برعکسیت کی طرف تھا حاجی صاحب
دونوں جماعتوں کے شیخ طریقت تھے اور دونوں کی دلدہی فرماتے تھے۔
میلاد و قیام کے باب میں آخر الذکر جماعت کے ہم خیال تھے بلکہ ۱۳۰۲ھ
میں یعنی علمائے دیوبند و گنگوہہ و سہارن پور وغیرہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے
دو فتوے میلاد و وفات وغیرہ کے دو میں شائع ہوئے یہ مولانا عبدالسمیع
ہیدل نے ان فتووں کے رد میں ایک مفصل کتاب ”انوار ساطعہ در بیان مولود و
وفات“ مودل لکھی۔ مولانا ہیدل کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں یہ

۱۔ ملاحظہ ہو ہفت مسئلہ از حاجی امداد اللہ

کے فتویٰ مولود و وفات وغیرہ مطبوعہ مطبعہ گلزار امجدی مراد آباد

کے انوار ساطعہ از مولانا عبدالسمیع ہیدل (طبع نہیں مراد آباد) ص ۲۰۳

۳۰۲ھ میں دہلی کے تین علماء غیر مقلد اور علمائے ولیہ بند و گنگوہ
 و سہارنپور کی حسن قیود سے اور مطبع ہاشمی میرٹھ کی سخی سے ایک
 فتویٰ چار ورق پر چھپ کر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا اس کی
 لوح سر نوشت یہ تھی (فتویٰ مولود دعویٰ وغیرہ) ... خلاصہ معضون
 اس کا یہ ہے کہ محفل مولد شریف ... بدعت منکرات اور اسی
 طرح اعمال کی فائز و دعوہ ہندوستان میں رائج ہے یہ سب
 حرام اور رسم بد اور معصیت ہے کچھ دن اس پر مذکور ہے کہ
 فتویٰ دوسرا چوبیس صفحہ کا اسی مطبع ہاشمی میں چھپ کر مشہور
 ہوا۔ اس کا نام لوح پر یہ لکھا (فتویٰ میلاد شریف یعنی مولود مسیح
 و گیر فتاویٰ) ... اس فتوے میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف
 کی ہے اور وہ چودہ رقم جو پہلے چھپا تھا پھر دوبارہ اس میں چھپا
 مجھ سے بعض اخوان طریقت نے بتا لکھ تمام یہ فرمایش کی کہ اس
 فتوے کے سبب کچھ دل کے آدمی تشکیکات میں پڑ جاتے ہیں اور
 معتادین اس فتوے کو جا بجا دکھاتے ہیں اور اس فتوے کو ٹیڑھ پڑھ
 کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بے حدوی سے چڑھاتے ہیں اور فتنہ کی
 آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں
 اب تم کو چاہئے کہ تم خیر اور ایک قول حق افزا و تفریط سے
 خالی اس باب میں کلمہ دو در نہ عوام جگر خام گرواب منکرات میں
 خوب جانیں گے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں
 گے۔ تب حضرت ملہم الصدق والصواب نے جس کے قبضہ قدرت
 میں بنی آدم کا دل ہے میرے دل میں یہ ڈال دیا کہ بالضرور اس
 مقدمہ میں ایک حکم فیصلہ لکھنا چاہیے اور عوام کو تشکیکات و دو جہال
 میں نہ رکھنا چاہئے تب میں نے یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا انوارِ رابطہ

در بیان مولود و فائز رکھا

اس کتاب پر اس دور کے مشہور و مقتدر علماء مثلاً مفتی طفت اللہ علیگرہی (ف ۱۹۱۶ء) مولانا فیض الحسن بہار پوری (ف ۱۹۰۶ء) مولانا غلام دستگیر قصوری (ف ۱۹۱۵ء) مولانا ارشد حسین رام پوری (ف ۱۹۱۳ء) مولانا احمد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۲۱ء) مولانا عبدالقادر جالپوٹی (ف ۱۹۱۰ء) اور مولانا وکیل احمد سکندر پوری (ف ۱۹۲۲ء) مولانا محمد فاروق چریا کوٹی (ف ۱۹۰۸ء) اور مولانا عبدالحق حقانی (ف ۱۹۱۴ء) وغیرہ کی تعاریف اور کتاب کے آخر میں مولانا رحمت اللہ کریم اور حاجی امجد اللہ کی تصدیقات بھی ہیں۔

اس کتاب کا دوسرا اڈیشن ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا۔ انوارِ سامعہ کے رد میں ایک کتاب البراہین القاطعہ علی غلام الانوار سامعہ مولانا عیسیٰ احمد انبیوی کے نام سے شائع ہوئی جو دراصل مولانا رشید احمد گنگوہی کی تالیف ہے۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالمصیح بتیل کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں بھی ہیں۔

- ۱۔ سبیل (میلا و منقول)
- ۲۔ بہارِ جنت (مولود شریف)
- ۳۔ مظہر الحق (مسائل دینیہ)
- ۴۔ جوہر لطیف (میلا و منقول)
- ۵۔ طراز سخن (ابتدائی کلام)

مولانا عبدالمصیح بتیل تاریخ گئی کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ ان کا مندرجہ ذیل قطعہ دستیاب ہوا ہے۔ جو مطبع مجتہبی شیرٹ کے مطبوعہ قرآن کریم باہتمام منشی ممتاز علی کے لئے کھایا ہے۔

مگر نہ از رنگِ حق قرآنِ حق شکل دلپذیر
چون منشی نہ بہت رقم و مزد بہر سال طبع

ہر طرادِ حجبے عملِ اسطورش جوئے شیر
از فکرِ بتیل آمدہ زیا کلام بے نظیر

الدر المنظم فی حکم عمل مولد النبی الاعظم مؤلف مولانا شاہ عبدالحق الدہلوی
 (مطبوعہ مطبعہ مہتابی دہلی) پر مولانا عبدالصمد بیگل کی ایک مفصل تقریب ہے۔



ناغم رفت (۱۲۸۱ھ) ان کے شاگرد تھے۔ فردوسی (۱۲۸۲ھ) میں وہ شاگرد ہوئے۔
 اس وقت سے مرزا غالب کے انتقال (۱۲۹۹ھ) تک مرزا غالب کو وظیفہ ملتا رہا۔
 مرزا دوم مرتبہ رام پور گئے اور ریاست کے مہمان رہے پہلی مرتبہ (۱۲۹۶ھ) دو مہینے
 اور دوسری مرتبہ (۱۲۹۷ھ) ڈھائی مہینے قیام رہا۔ رام پور کے متعلق مرزا غالب
 لکھتے ہیں :-

رام پور اہل نظر کی ہے نظر میں وہ شہر کہ جہاں ہشت بہشت آگے ہوئے ہیں باہم

رام پور آج ہے وہ بقعہ معمور کہ ہے مرجع و مجمع اشراؔف نثر و آدم
 رام پور ایک بڑا باغ ہے از روی مثال دکش و تازہ و شاداب و وسیع و غورم

جس طرح باغ میں سادوں کی گشتا میں برسیں ہے اس طرح یہاں دجلہ و شام دست کرم

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

ہم رام پور ہے دارالسرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اند کہاں ہے سجاں الہ
 شہر ہے یمن سو قدم پر ایک مدیا ہے اور کوسہ اس کا نام ہے۔ بے شبہ
 چشمہ آب حیات کی کوئی نموت اس میں ملے ہے خیر اگر بیل بھی ہے تو
 صباؔ، آب حیات عمر بڑھاتا ہے، لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔
 بریلی کے نامہ نویس کاظمی عبد الجلیل جنوی رفت (۱۲۹۹ھ) مرزا غالب کے خاص
 شاگرد تھے وہ غالب کو اکثر دوہلی کہنے کے آم بھیجا کرتے تھے جن کا ذکر غالب نے
 اپنے خطوط میں کیا ہے :-

شہد مکتوب غالب ۲ ۷۵ - ۷۶ (شعب)

شہد خطوط غالب حصہ اول ۲ ۳۲۵

شہد خطوط غالب حصہ دوم ۲ ۱۷۷ - ۱۷۸

”آج بریلی سے ایک بیگن ایک دوست کی بھیجی ہوئی آن، دو ٹوک سے
 ہڈی کے میں سو آم، کھوٹا روغن نے میرے سامنے وہ ٹوک سے
 کھولنے دو سو میں سے ترا می آم اچھے نکلے اور ایک سو سترہ آم بالکل
 مٹے ہوئے۔“

غالب ایک دوسرے خط میں قاضی صاحب کو لکھتے ہیں :
 ”ایک سو میں آم پہنچا خدا حضرت کو سلامت رکھے۔“
 قاضی صاحب نے غالب کو بریلی آنے کی دعوت بھی دی جس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں :
 ”منا لیش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں ! خود اس فاضل گاہ کی میرے جس
 کو دنیا کہتے ہیں دل جبر گیا۔ اب عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں۔“

بریلی میں غالب کے متعدد شاگرد تھے اسی طرح دہلیوں، شاہجہاں پور، بجنور
 اور مراد آباد میں بھی مرزا کے شاگرد تھے۔ مرزا غالب جب پہلی مرتبہ رام پور آئے
 اور مراد آباد میں مرزا املا درجک کے مکان پر منشی نواز حسین تسلیم سہوانی (ف ۱۲
 شوال ۱۳۱۵ء)۔ نے ان سے ملاقات کی تو تسلیم سہوانی نے مرزا غالب کی آمد
 کی تاریخ ”قادر مخزن سے آمد سے نکالی جس سے ۱۳۱۵ء برآمد ہوتے ہیں۔“ رام پور
 کے دوران سفر میں مرزا مراد آباد میں ٹھہرے تھے۔ مرزا لکھتے ہیں :
 ”بعد روانگی کے مراد آباد پہنچ کر بیمار ہو گیا پانچ دن بعد الصدور صاحب
 کے یہاں پڑا۔ انہوں نے تیار دوا دی اور غم خواری بہت کی۔“

یہ صدور صدور مولوی محمد حسن خاں بریلوی اشخاص برائے روفات تقریباً ستادم

۱۔ خطوط غالب حصہ دوم ص ۲۷۳ - ۲۷۴

۲۔ ایضاً ص ۲۷۶

۳۔ العلم کراچی اپریل ۱۹۷۱ء ص ۱۱۶

۴۔ خطوط غالب حصہ اول ص ۲۱۷

تھے جو اس زمانے میں وہاں صدر الصدور تھے۔ اس پر ارد غالب سے خاص تعلقات تھے۔

تلازمہ غالب

روسیل کنڈہ میں مرزا غالب کے بہت سے شاگرد تھے۔ ذیل میں جو ان حضرات کی ایک فہرست ضروری امور کی مراحت کے ساتھ پیش کرے گی کیونکہ تفصیل حال تو تلازمہ غالب میں مرقوم ہیں۔

۱۔ حاجی، حکیم مظہر احیٰ خاں رام پوری (پیدائش ۱۲۶۲ھ وفات ۱۸ مارچ ۱۸۹۹ء) صاحب دیوان "میریہ غور شید آفاق" (مفت دار) مالک مطبع مظہری دہلی بیت (مکتبہ)۔

۲۔ اشکر، حکیم فتح باب خاں رام پوری (۱۸۳۹ء - ۱۳۱۵ھ) (پیدائش ۱۲۸۴ھ)۔
۳۔ بسمل، شاکر علی (غلام بسم اللہ) بریلوی (۱۳۳۱ھ - ۱۳۱۵ھ) (پیدائش ۱۲۸۴ھ) محبوب لغت "نار بسمل" مطبوعہ (۱۳۸۲ - ۱۳۸۰)۔

۴۔ بیات، صاحبزادہ عباس علی خاں رام پوری (تقریباً ۱۲۶۲ھ - ۱۸۰۹ء)۔
۵۔ حیدر، دیوان "گلستہ خیال" مطبوعہ (۱۳۰۰ - ۱۲۵۲)۔

۶۔ متا، مولوی محمد حسین مراد آبادی (تقریباً ۱۳۲۵ھ - ۱۳۱۵ھ) عالم و لفظ لغت "گرا دیوان اردو و قصائد فارسی مطبوعہ"۔

۷۔ نجم، نواب جمشید علی خاں مراد آبادی تھے مالک جام جمشید و روسی کنڈہ،

۸۔ بعض حضرات نے صدر الصدور سے مراد سر سید احمد خاں کجلیا تھے جو صحیح نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو تلاش غالب، (ڈاکٹر احمد فاروقی (لاہور ۱۹۶۹ء) ص ۴۰۔

۹۔ تلازمہ غالب "از مالک رام کے صفحات کا حوالہ قوسین میں دیا گیا ہے۔

۱۰۔ تفصیل کے لیے دیکھئے راقم کا مضمون "غالب کے چند شاگرد"۔

۱۱۔ شاعر احمد فاروقی کو ان کی نسبت تلمذ میں کلام ہے تلاش غالب ص ۱۱۳۔

بند اختر (ص ۷۳ - ۷۵)

۷۔ جنجی، خان بیادر قاضی عہد الجلیل بریلوی (۱۲۵۱ھ - ۲۰ مئی ۱۹۰۰ء)

(ص ۷۶ - ۷۸)

۸۔ جہیز معشوق علی خاں شاہجہاں پوری (۱۹۵۲ء - اگست ۱۹۳۸ء)

دیوان لرد و دیوان فارسی موجود (ص ۸۰ - ۸۲)۔

۹۔ رشی، حمایت حسین بدایونی، (۱۵ ارشوال ۱۲۶۹ھ - ۱۰ صفر ۱۳۳۶ھ) (۱۲۸۳ھ - ۱۳۳۶ھ)

۱۰۔ رضوان، رضوان علی خاں مراد آبادی (دف ۱۳۳۶ھ) کلیات "تصویر غریب"

مطبوعہ (ص ۱۲۳ - ۱۲۵)

۱۱۔ رنگی، فراب محمد زکریا خاں دہلوی ثم بدایونی (۱۸۳۹ء - ۱۳۳۱ھ) (۱۳۳۱ھ - ۱۳۴۰ھ)

مطبوعہ (ص ۱۳۴ - ۱۳۰)

۱۲۔ رسوخ، صاحبزادہ عبدالوہاب خاں رام پوری (پیدائش ۱۳۳۵ھ - وفات نامعلوم)

۱۳۔ سلطان، مفتی سلطان حسن خاں بریلوی (۱۳۳۰ھ - ۱۲۹۹ھ) (۱۲۹۹ھ - ۱۳۳۰ھ)

۱۴۔ سید، مفتی سید احمد بریلوی (وفات ۱۳۵۵ھ - درجہ اولیٰ ائمہ دین دکن)

۱۵۔ شوقی، نادر شاہ خاں رام پوری (ص ۱۷۱ - ۱۷۲)

۱۶۔ شہاب، شہاب الدین خاں رام پوری (پیدائش ۱۳۳۵ھ - وفات نامعلوم)

۱۷۔ شہیر، حافظ خاں محمد خاں رام پوری ثم جھوپالی (۱۳۳۱ھ - ۱۳۱۵ھ) (۱۳۱۵ھ - ۱۳۳۱ھ)

۱۸۔ صاحب، محمد حسین بریلوی، (وفات ۱۳۱۵ھ) (ص ۱۹۲)

۱۹۔ صادق، علی خیر، سوز الدین بدایونی (۱۳۳۳ھ - ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ)

۲۰۔ شاعر احمد نارتھ کوہاں کی نسبت تلمذ میں شبہ ہے مگر تلاش غالب ص ۱۱۳ نظر پر ہے کہ

غالب کے انتقال کے وقت، جہیز کے عمر پندرہ سولہ سال تھی۔ (قادی)

۲۱۔ تفصیل کے لئے دیکھیے راقم کا مضمون "غالب کے چند شاگرد"

۱۳۳۵ھ (ص ۱۹۲ تا ۱۹۳)

۱۳۳۵ھ - محمد علی نجیب آبادی - (ص ۱۹۸)

۲۱ - غلام نجف خان، حکیم، شیخ پوری ثم و پوری (۲۳ شعبان ۱۲۳۷ھ - ۱۸۸۹ء)

۲۲ - قدا، صاحبزادہ فدا علی خان رام پوری (پیدائش ۱۲۵۲ھ - وفات ۱۸۳۴ء)

(ص ۲۲۵ - ۲۲۶)

۲۳ - رقتا و جمال، حکیم محمد حسن سہرانی (وفات ۱۲۳۱ھ) (۲۲۴ - ۲۲۵)

۲۴ - مائل، میر عالم علی خان سہرانی (ص ۲۵)

۲۵ - محشر، عبداللہ خان رام پوری (ص ۲۵۶)

۲۶ - مدد بخش، خان بہادر منشی سخاوت حسین بدایونی (۱۲۶۴ھ - ۱۹۰۱ء)

۲۷ - مطلوب، افتخار الدین رام پوری (وفات ۱۲۶۶ھ) (ص ۲۶۰)

۲۸ - منشی، سید چندر رام پوری، میر منشی (تقریباً ۱۲۹۳ھ) ۲۹ دسمبر ۱۸۹۳ء

۲۹ - راقم، فخر الدین رام پوری (ص ۲۶۹)

۳۰ - غلام، فواب یوسف علی خان والی رام پور (۱۲۳۳ھ - ۱۹۱۶ء) ۲۳

ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ (ص ۲۷۱ - ۲۷۲)

۳۱ - نظام و دھنا - فواب مردان علی خان مراوا آبادی (وفات ۱۲۸۱ھ جمادی الاخریٰ)

۱۲۹۶ھ (ص ۲۸۱ - ۲۸۲) مصنف کتب متعددہ کلیات مطبوعہ (ص ۲۸۱ - ۲۸۲)

۳۲ - فواب کلب علی خان والی رام پور (۲۰ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ - ۱۲۵۱ھ)

۳۷ - جہادی الاخریٰ ۱۳۰۳ھ - ۱۸۸۴ء

۱ - صاحبزادہ انساب شیعہ فرشتہ بدایونی از موری رضی اللہ عنہ مطبوعہ کاس پری شہداد
۲ - ملاحظہ حکیم محمد امجد بکائی کا مقالہ "حکیم غلام نجف خان" - العلم غالب نمبر گراچی ۱۲۶۶ھ
۳ - ملاحظہ راقم کا مضمون "غالب کے چند شاگرد"

۴ - ملاحظہ مکاتیب غالب (ص ۳۸ - ۴۶) (مقدمہ) ص ۱۰۹ (نتیجہ)

۵ - مکاتیب غالب (ص ۵۴) (مقدمہ) ص ۳۳ - ۵۴ - نتیجہ

۳۳۔ وقفاطالع، میرا برائیم علی خان سہروردی رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۳۵ء تا ۱۸۹۹ء
 مالک رام صاحب نے اپنی کتاب "تلاذذ غالب" میں ایک سو پچیس شاعروں
 کا حال لکھا ہے جن میں سے ۳۳ روہیہاخذ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر اس علاقہ میں
 غالب کے نامور شاگردوں کے شاگرد بھی ہوئے۔ ظاہر ہے کہ خانوادہ غالب کا یہ سلسلہ
 وسیع تر ہو گا۔ صرف شہزادوں میں ہی حضرات کی ہم نشانی کرتے ہیں جو ایک واسطے سے غالب
 کے شاگرد تھے۔

مولوی اسام الدین رحمہ اللہ شیخ نور الدین بدایونی عالم و فاضل تلمیذ شاہ
 عبدالعزیز مولوی غیاث الدین صاحب غیاث اللغات و دُرر النعمۃ، مرفعت انشائے
 گلزار بہار (مطبوعہ)

حکیم سعید الدین کامل بدایونی رحمہ اللہ حکیم سعید الدین ابن حافظ اساس
 الدین ۱۱۱۱ھ رمضان ۱۲۱۲ء کو پیدا ہوئے طب میں حکیم صادق علی خان دہلوی کے
 شاگرد تھے ۲۷ جون ۱۹۱۲ء کو فوت ہوئے انتہایت خوش خط تھے حکیم سعید الدین کے
 کلمے ہوئے چند رسالے راقم کی نظر سے گزرے۔ راقم کے چچا دادا مولوی حکیم سعید اللہ
 قادری (وفات ۱۲۹۹ھ) سے حکیم سعید الدین مرحوم کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ حکیم
 سعید الدین کامل تخلص کرتے تھے اور دہراؤن العابدین عارف کے شاگرد تھے۔

مولوی انصار حسین زلالی بدایونی رحمہ اللہ بدایوں کے قریب باشندے
 خلیق انستار، قبائل وکیل اور خاجہ الطاف حسین حالی کے شاگرد تھے نعت و منقبت
 میں خوب کہتے تھے ستر شے سال کی عمر میں ۱۲۷۲ھ کو انتقال ہوا۔
 یہاں ہم ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ غالب کی مقبولیت اور

لے ملاحظہ ہو مولوی محمد سلیمان بدایونی کا مضمون "بدایوں اور اہل حدیث" مصلحہ المومنین
 کراچی مارچ ۱۹۵۶ء ص ۳۹

۱۔ انساب شیعہ فرشتہ بدایوں ۲۰۹-۹۲
 ۲۔ ذوالقرنین بدایوں (۲۸ جولائی ۱۹۲۳ء)

غالب پسند کا یہ اثر ہوا کہ بعض حضرات نے غالب سے تلمذ کا غلط انتساب کرنا شروع کر دیا اس کی بعض مثالیں درج ذیل کتب میں بھی ملتی ہیں۔

جنوری علی احمد خان اسیر بدایونی (شمارہ ۱۹۲) نہایت عالم فاضل شخص تھے سینٹ جانس کالج آگہ میں عربی و فارسی کے پروفیسر رہے۔ شاعری کا اچھا ذوق رکھتے تھے نعت و منقبت میں ان کا کلام ہے۔ شاعری میں مذاق بدایونی (رف ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ) کے سلسلے سے وابستہ تھے۔ جب ان کے ربیب مولوی محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی (رف ۵ اگست ۱۹۱۱ء) نے اسیر بدایونی کا کلام "منقبت خواجہ ولی ہند" (مطبوعہ عثمانی پریس بدایوں شمارہ ۱۹۱۳ء) شائع کیا تو اس کے مقدمہ میں ان کا تلمذ موتی و غالب سے ظاہر کیا جو صحیح نہیں تھا، اسیر بدایونی، موزن و طبری کے انتقال سے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ لہذا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس طرح غالب سے تلمذ کا دعویٰ بھی محض باطل ہے بہتے تفصیل بحث اپنے مضمون "مولانا علی احمد خان اسیر" (مطبوعہ العلم کراچی جنوری ۱۹۵۶ء) کا میں کی ہے۔

مزا نصیر الدین برلاس عقیل (مراۃ آبادی (رف ۱۹۰۶ء) ولد مزا عبدالباری مولوی عبدالقادر غمگین (رف ۱۹۰۳ء) کے چوتھے تھے ان کے اہل خاندان بھی عقیل کو تلامذہ غالب میں محسوب کرتے ہیں بلکہ ہمارے خیال میں یہ صحیح نہیں، انہوں نے اپنے تفصیلی حالات "گمینہ انگشتری سلیمانی" کے نام سے فارسی میں لکھے تھے۔ جس کا اردو ترجمہ چھپنے و قائلے نصیر خانی کے نام سے کیا ہے۔ موجود قائلے عبدالقادر خانی (علم و عمل) کی دوسری جلد میں شامل ہے۔ اس خود نوشت میں کہیں ذکر و اشارہ تک نہیں ہے بلکہ

بریل کے ایک خوش فکر شاعر عبدالرحمن وحشی تھے جو خاندان مفتیان بریل کے ایک رکن تھے۔ اس خاندان میں غالب کا چرچا تھا۔ جب غالب کے براہ راست شاگرد

۱۔ مکتوب وحید احمد مسعود بنام راقم مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۷ء۔
۲۔ ملاحظہ ہو قائلے نصیر خانی کراچی شمارہ ۱۹۶۷ء (شمارہ ۱۰ علم و عمل جلد دوم کراچی شمارہ ۱۹۶۷ء)

مفتی سلطان حسن خاں، قاضی عبدالجلیل جتوئی اور غلام بسم اللہ بھٹلوی وغیرہ وگہرائے عالم بقا ہو گئے تو وحشی نے بھی بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں غالب کے تلمذ کا ذکر و اعلان کر دیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس تلمذ کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہ جیسا کہ بریلی و دہلیوں کے واقعات حال سے ہمیں معلوم ہوا ہے۔

اسی طرح بریلی میں ایک اور بزرگ حکیم جمشید علی خاں آخر زون ۱۹۵۱ء تھے وہ دراصل دہلی کے باشندے تھے بریلی میں اگر سکونت پذیر ہو گئے تھے شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے وہ بھی اپنے کو غالب کا شاگرد بتاتے تھے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ شیخ پور، شہر دہلی سے متصل ایک بستی شیخ پور ہے جس میں فاروقی شیوخ کا تدریس خاندان آباد ہے۔ اس خاندان کے ایک نامور فرد حکیم غلام نجف خاں سے غالب کے تعلقات کا ذکر ہو چکا ہے وہ حکیم احسن اللہ خاں و طبری رف ۱۳۱۷ء کے شاگرد اور مہندوی تھے ان کے نام غالب کے متحد و خط ہیں۔ ان کے صاحبزادے حکیم ظہیر الدین بھی غالب کے مکتوب الیہ ہیں۔

ظہیر الدین کی طرف سے ایک خط کا جواب ان کے چچا ڈپٹی نجم الدین حمید شیخ پوری کو غور غالب نے کھا تھا۔

حکیم غلام نجف خاں کے ایک بھائی حمید الدین تھے وہ دہلی میں کس اچھے تہذیب پر ملازم تھے۔ مرزا غالب نے ان کے انتقال پر مندرجہ ذیل قطعہ تخریج کہا ہے:

رفت چوں مولوی حمید الدین! زین جہاں کز فنا و بخت اوست
از خداز و ہر رفت و ہر ہنوز بجز آوازہ نصیحت اوست

سید فاکر لطیف حسین ادیب نے ان کو تلامذہ غالب میں شمار کر دیا ہے معارف اعظم گڑھ فردوسی ۱۹۱۹ء

۱۷۲ اردوئے معلیٰ (مطبع جمہوریہ کانپور ۱۹۲۳ء) ۲

۱۷۳ تلاش غالب ۲ ۵۴ - ۵۸

سید الانبیاء شفیعش باد	کائنات سعید ازل زعزعت اوست
وخل راجوں فروں کنی برخلد	سال فوٹش ہمیں تحقیقت اوست
$4234 + 4234 = 8468$	
داخل خلد گشت پسنداری	وخل درخلد سال رحلت اوست
$4234 + 4234 = 8468$	
روز دریاب تا غلط نہ کنی	زان کر حکمران خلد صورت اوست
داخل خلد است برب غائب	نکر نہ کس بقدر محبت اوست
$4234 + 4234 = 8468$	

مولانا فضل رسول بدایونیؒ

بدایوں کے ایک نامور عالم تھے، مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۶۴ھ) سے ان کے خاص تعلقات اور فکری ہم آہنگی تھی۔ ردو بابیت میں مولانا فضل رسول بدایونی کا خاص مشہور ہے۔ زاب نئی الدولہ محمد یار خاں سورتنی کی تحریک پر ۱۲۶۳ھ میں جیسا آباد رکن لکھے وہاں سترہ روپے یومیہ ان کا وظیفہ مقرر ہوا۔ اسی محل الدولہ خوش عقیدہ مسلمان تھے انہوں نے ان ہی دنوں مولوی غلام امام شہید کو بھی بلایا تھا۔ اتفاق سے شاہی میں شہید کا تعلق قبیل سے تھا لہذا مرزا غالب کو لکھ کر کہیں۔ انہوں نے حکیم غلام نجف خاں کو شیخ پرورد بدایوں (بدایوں) کے لئے لکھا تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہر تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۳۸۰
 ۲۔ اکمل الناسخ حصہ دوم از مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری بدایونی رطبع
 قادری بدایوں (۱۹۱۵ء) ص ۵۳۲
 ۳۔ خضعت غالب جلد دوم ص ۷۱

”مولوی فضل رسول صاحب حیدرآباد لکھتے ہیں، مولوی غلام اسلام شہید آگے سے وہاں ہیں۔ محی الدولہ محمد یار خان سوداگر نے ان کو قتل کر وہاں ہلا دیا ہے۔ یہ یہ نہیں معلوم کہ وہاں ان کو کیا تشویش آئی ہے اگر تم کو کچھ معلوم ہو تو مجھ کو ضرور لکھو۔“

مرزا غالب نے محی الدولہ کے مذہبی جذبات کے ہمیشہ نظر تو وہابیہ کی مشہور دشمنی بھیجی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا چنانچہ مرزا غالب اپنے شاگرد و قاتل کو لکھتے ہیں۔
”رفتہ رفتہ وہابیہ میں ایک دشمنی جو سابق میں کبھی تھی، وہ محی الدولہ کو بھیجی رسید بھی نہ آئی۔“

مولوی عبدالقادر رام پوری

مولوی عبدالقادر رام پوری (۱۸۴۹ء) شہادت عالم و فاضل شخص تھے شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے محکمات سے تخلص تھا ان کا روزنامہ وقائع عبدالقادر خان (علم و عمل) دو جلدوں میں ایجوکیشنل کالفرنس کراچی سے طبع ہوا ہے راقم نے ترتیب و تہذیب کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ بہادر شاہ ظفر کے دربار میں مولوی عبدالقادر تقریباً ۱۳۵۶ھ میں وکیل مطلق مقرر ہوئے۔ اسی زمانے میں اکابر و حضار دہلی سے

شاہ شاد فاروقی صاحب نے مولوی فضل رسول بدایونی کی بجائے منشی فضل رسول (اصلی رف ۱۸۶۹ء) سے یہ واقعہ متعلق کر دیا ہے۔ (تلاش غالب ص ۴۸) جو صحیح نہیں ہے وہ کبھی حیدرآباد نہیں گئے ملاحظہ ہو بوستان اودھ از راجا سنگھ پرنس (مطبوعہ ۱۸۸۶ء) ص ۱۹۷

۱۸۶۵ء کے لئے دیکھئے وقائع عبدالقادر خان (علم و عمل) کا مقدمہ جلد اول ص ۴۵-۴۴ و جلد دوم ص ۲۳-۲۶ (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء و ۱۹۶۱ء)

۱۸۶۵ء کا راجا غالب از خراجا الطاف حسین حالی (لاہور ۱۸۶۵ء) ص ۴۸-۱۰۲

ان کے تعلقات ہوئے اور علی داؤدی اور شعری و شہزادی جلقوں میں باریاب ہوئے نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ اور مرزا غالب سے بھی تعلقات ہوئے مولوی عبدالقادر لغات اور اصطلاحات کی بھرمار کر پند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے نہایت لطیف اور نظریاتی انداز میں مرزا غالب کو سمجھایا کہ شکل لغات اور پر شکوہ الفاظ کا استعمال کلام کی خوبی نہیں ہے اور ریطرز و انداز صحت متوازن فکر اور قبولیت عام کے عنصر سے خالی ہے چنانچہ خواجہ الطاف حسین حالی کہتے ہیں۔

”ایک دفعہ مولوی عبدالقادر رام پوری نے جو نہایت ظریف الطبع تھے جن کو چند روز قلعہء دہلی سے تعلق رہا تھا مرزا غالب سے کسی موقع پر کہا کہ آپ کا ایک شعر مجھ میں نہیں آتا اور اسی وقت دو مصرعے خود موندوں کر کے مرزا کے سامنے پڑھے۔“

پہلے تو رومن گل جینس کے انڈے سے نکال پھر دوا جتنی ہے گل جینس کے انڈے سے نکال مرزا سخت حیران ہوئے اور کہا کچھ شاید میرا شعر نہیں ہے مولوی عبدالقادر نے انداز مزاح کہا میں نے خود آپ کے دیوان میں دیکھا ہے اور دیوان ہوتو میں اب دکھا سکتا ہوں۔ آخر مرزا کو معلوم ہوا کہ مجھ پر اس پیرائے میں اعتراض کرتے ہیں اور گویا یہ جملہ تمہیں کہ تمہارے دیوان میں اس قسم کے اشعار ہوتے ہیں۔“

مولف تذکرہ کا ملکان رام پور نے اس سلسلے میں یہ نشان دہی کی ہے کہ نواب مصطفیٰ خاں نے مرزا غالب سے کہا کہ مولوی عبدالقادر صاحب نے آپ کے کلام سے مخالفت کی ہے۔ حالی اس قسم کے واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان کو جنینوں اور تعریفوں سے مرزا غالب متنبہ ہوئے اور آہستہ آہستہ ان کی طبیعت راہ راست چھا گئی مرزا غالب نے جب کلکتے میں مشنری (با و مخالف) لکھی تو مولوی عبدالقادر رام پوری کو بھیجی مرزا کہتے ہیں۔“

”غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مشنوی وہاں کبھی گئی اور ایک ایک نقل مولوی
 کرم حسین بنگلہی اور مولوی عبدالقادر رام پوری اور مولوی نعمت علی عظیم
 آبادی اور ان کے ایشال اور نظاٹ کے پاس بھیجی گئی۔ اگر یہ لوگ جگر پاتے
 تو میری کھال ادھر ڈالتے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی نظر میں مولوی عبدالقادر رام پوری کا بڑا مقام تھا۔
 مولوی عبدالقادر رام پوری کے روزنامے میں مرزا غالب کا ذکر نہیں ملتا اس
 کی وجہ یہ ہے کہ مولوی عبدالقادر ^{۱۸۱۳ء} میں بھٹہ ملازمت دہلی پہنچے اور ^{۱۸۱۵ء}
 میں واپس آ گئے اور ^{۱۸۱۸ء} میں وہ دوبارہ آ گئے اور ^{۱۸۱۹ء} میں ان کا تبادلہ اجپور
 ہو گیا اور اسی زمانے کے لگ بھگ مرزا غالب کا مستقل قیام دہلی میں شروع ہوا۔
^{۱۸۲۵ء} میں وہ رخصت کر اپنے وطن رام پور آ گئے اور ^{۱۸۳۱ء} میں انہوں نے
 یہ روزنامہ اپنے وطن رام پور میں مرتب کیا۔ پھر ایک مدت کے بعد ^{۱۸۳۲ء} میں
 مولوی عبدالقادر کا قلعہ معلیٰ (دہلی) سے تعلق ہوا۔ ^{۱۸۳۳ء} کے بعد کے حالات
 کتبہ نہیں گئے اس وجہ سے اس میں مرزا غالب کا ذکر نہیں ہے۔

دہلی کھٹ کے فارسی زبان کے بعض شعراء مثلاً ظیفہ احمد علی احمد رام پوری
 مولوی علی بخش شرر بدایونی اور مولوی ہدایت علی نمکینی رساکن کندر کی ضلع مراد آباد
 سے مرزا غالب کی ادبی چھڑ چھاڑی جس پر ہم نے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔

مرزا غالب نے قاضی عبدالجلیل جنوری بریلوی کے نام ایک خط لکھا ہے جس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ سہوان (ضلع بدایین) کے کوئی صاحب بھی قاطع برہان کا جواب
 لکھ رہے ہیں مگر ان کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ کون صاحب تھے۔ ایسا گمان ہے کہ وہ
 غالب اذرا حسین تکیہ سہوان تھے۔

غالب تذکروں میں

اب ہم یہاں ان تذکروں اور ادبی آثار کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جن میں غالب کے حالات درج ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح روایتی کھنڈ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ریاض الغرر دوس

مولوی محمد حسین خاں ولد غلام قادر خاں ^{۱۲۴۵ھ} میں شاہجہان پور میں پیدا ہوئے اپنے وطن اور وطنی میں تعلیم حاصل کی سیر و سیاحت اور ملازمت میں زندگی گزاری صوفی مشرب بزرگ تھے انہوں نے ایک کتاب ریاض الغرر دوس لکھی ہے جو تین حصوں عربی، فارسی اور اردو پر مشتمل ہے۔ فارسی اور اردو دونوں حصوں میں مرزا غالب کا ذکر اور ان کی شاعری اور نثر کا نمونہ شامل ہے۔ اردو حصے کا اقتباس تذکرہ ریاض الغرر دوس کے نام سے شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور نے اپریل ۱۹۶۵ء میں شائع کر دیا ہے ترتیب و توثیق کا کام مفضل حسین فاضل نے انجام دیا ہے۔

تذکرہ شمیم سخن (جلد اول)

مولوی عبدالحی صفاء کیل (وف ۱۹۱۳ء) جو ایل کے قدیم باشندے تھے تصنیف و تالیف کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ متعدد کتابیں ان سے یادگار ہیں ^{۱۲۸۹ھ} میں انہوں نے یہ تذکرہ مکمل کیا اور مطبع امداد الہند (آزاد) میں طبع ہوا۔ اس کی دوسری جلد شامرات کے حالات پر مشتمل ہے۔ عبدالحی صفاء نے یہ تذکرہ آب حیات ^{۱۲۹۶ھ} مولفہ محمد حسین آزاد سے آٹھ سال قبل لکھا تھا اور محمد حسین آزاد نے تذکرہ شمیم سخن کے مقدمے سے استفادہ بھی کیا ہے مگر حوالہ نہیں دیا۔ تذکرہ شمیم سخن میں غالب کا خالد انتخاب کلام ۴ ص ۶۳ تا ۶۴ موجود ہے۔

انتخاب یادگار

منشی امیر احمد میتائی نے ^{۱۳۹۹ھ} میں انتخاب یادگار کے نام سے ایک تذکرہ شعراء نواب کلب علی خاں دہلی رام پور کے زمانے میں لکھا نام تاریخی ہے یہ تذکرہ ^{۱۳۹۹ھ} میں

تاج المطابع رام پور میں طبع ہوئے یہ تذکرہ دو طبقات پر مشتمل ہے پہلے حصے میں دلیان ریاست یا ارکان خاندان ریاست کا تذکرہ ہے اور دوسرے حصے میں رام پور کے دیگر شعرا یا متوسل شعرائے دربار رام پور کا ذکر ہے انتخاب یا دیگر میں مرزا غالب کا حال و انتخاب کلام ص ۲۴۰ تا ۲۴۳ موجود ہے اس میں مرزا نے غالب کی تصانیف میں قادر ناسر کا بھی ذکر کیا ہے۔

قاموس المشاہیر

مولوی نظام الدین حسین نظامی بدایونی (ف ۱۹۳۶ء) نے اکابر و مشاہیر کے حالات "قاموس المشاہیر" کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۳۵ء میں اور دوسری جلد ۱۹۳۶ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوئی قاموس المشاہیر جلد دوم (ص ۱۰۹) میں مرزا غالب کے حالات مندرج ہیں۔

انتخاب زریں

مرزاں مسوونے اردو شعرا کے کلام کا انتخاب مع حالات شعرا "انتخاب زریں" کے نام سے مرتب کیا جو ۱۹۳۱ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ نظامی نے اس پر مقدمہ لکھا ہے اس میں ۹۹ شعرا کا کلام اور حالات شامل ہیں۔ مرزا غالب کا حال اور انتخاب کلام ص ۳، ۴ تا ۹۱ موجود ہے۔

داستان تاریخ اردو

پروفیسر حامد حسین (ف ۱۹۶۴ء) تصنیف، کچھ ایوں ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے، ادیب، نقاد اور مؤرخ تھے، ان کی مشہور کتاب "داستان تاریخ اردو" ۱۹۳۶ء میں تالیف ہوئی جس میں اردو نثر نگاروں کے کام کا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں آگرہ سے اور دوسرا ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے۔ پروفیسر قادری نے اس کتاب میں غالب کو نثر نگار اور صاحب طرز ادیب کی حیثیت سے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ ۲۱۱ تا ۲۳۳ (طبع اول)

احمال نامہ

سر سید علی رن ۱۱۹۴ھ کنہر کی خلع مراد آباد کے باشندے تھے انہوں نے اپنے خود نوشت حالات نہایت دلچسپ انداز میں "احمال نامہ" کے نام سے لکھے ہیں۔ جس میں انہوں نے غالب سے متعلق اپنے نامور اثرات پیش کئے ہیں اور یہ خیالات بعض اعتبار سے نہایت اہم ہیں احمال نامہ ۱۹۳۳ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کے صفحات ۵۶ تا ۶۶، ۱۰۴ تا ۱۰۹ اور ۱۴۴ پر غالب کا ذکر ملتا ہے۔

مومن

عبد علی خان قاضی رام پوری تھے مومن دہلی کے حالات پر ایک تفصیلی کتاب لکھی ہے جس میں مومن کے حالات اور ان کے کلام کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے کتاب مہمس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ قاضی رام پوری صاحب نے غالب اور مومن کے معاشرہ تعلقات کا جائزہ اس کتاب کے دس صفحات میں لیا ہے ملاحظہ ہو ۲۵ تا ۳۴۔

غالب شناسی

نظامی بدایونی

آج غالب شناسی کے فنون سے تمام عالم گرج رہا ہے اور ہر صغیر پاک و ہند کی توفنائے لیلط پوسٹوں سے اس فرائے محب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے شروع میں غالب شناسی کا آغاز ہوا۔ یہاں ہم ان غالب شناسوں کے کام کا جائزہ لیں گے جن کا تعلق زریں گند سے ہے غالب شناسی کی پشت اول نظامی پریس بدایوں کے مالک، بدایونی اور اخبار ذوالقرنین (بدایوں) کے مدیر یوننی نظام الدین

نے غالب کی یادگار قائم کرنے کی اولین تجویز بھی مراد علی رشتا و نظام مراد آبادی نے پیش کی تھی ملاحظہ ہو غالب شاعر امروز و فردا، اڑنی اکبر فریدی فتح پوری (لاہور شش ماہ) ۲۵-۲۶

حصین نظامی بایرنی کے رکھی۔ محمد احمد کاظمی کہتے ہیں :-

”ہریانہ کیا جاتا ہے کہ سر اس مسعود مرحوم ایک مغربی سید کے ساتھ دلی کی سیر کر رہے تھے۔ سید کی فرمائش پر کہ ہندوستان کی قومی زبان کے سب سے بڑے شاعر کا کلام اسے دکھایا جائے۔ نواب صاحب نے دلیان غالب کا ایک نسخہ خرید کر اسے پیش کیا جس پر اسے حیرت اور نواب صاحب کو خوش مندی ہوئی۔ چنانچہ اس کے بعد نواب صاحب کی تحریک پر نظامی صاحب نے مرزا غالب کے دلیان کا ایک صحیح نسخہ عمدہ کتابت اور طباعت کے اہتمام سے شائع کیا اس کے بعد مرزا غالب کے کلام کے سینکڑوں اڈیشن نکلے لیکن ان میں پہلا قدم نظامی صاحب ہی کا اڈیشن ہے۔“

ڈاکٹر سید محمود سابق وزیر تعلیم صوبہ بہار رقم طراز ہیں :-

”ان سر اس مسعود کی تحریک پر مولانا نظامی بایرنی نے دلیان غالب کا پہلا اڈیشن انیس کاغذ اور سات نسخہ ہی چھپائی کے ساتھ ملک میں پہلی بار پیش کیا۔ دوسرا اڈیشن اور زیادہ عمدگی اور صحت کے ساتھ نکلا، پتا چلا کہ اہل ملک غالب کی عظمت کو پہچانتے اور اس ترجمان حقیقت کے فلسفیانہ خیالات کو سمجھتے گئے ہیں۔ ان دونوں اشاعتوں کے بعد اس بیچ میر نے نظامی صاحب کے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے تحریک کی کراب تعمیر اڈیشن باکٹ اڈیشن کی صورت میں منہا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی اور تجاویز پیش کیں۔ مولانا نظامی نے میر کا سچا ویر کو منظور کر لیا لیکن اس تصور کے ساتھ ہی میری سزا بھی تجویز کر دی کہ مجھ سے فرمائش

کی کریمیرے ایڈیٹیشن کا مقدمہ تم کھجی۔
استیاز علی عرشی رام پوری کھتے ہیں۔

نظامی بدایونی نے دیوان غالب سادہ اور باشرح کے مقدمہ بہترین نسخے شائع فرما کر ملک پر بہت بڑا ادبی احسان کیا تھا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے غالب کے اردو دیوان کے فارسی دیباچہ کی نگرانی ایک لم پوری نسخے کی مدد سے وجہ احمد علی شوق قدوائی مرحوم کے پاس تھا ۱۲۴۸ھ متعلقین کی نیر نامی پریس کانپور کے بعد حسن طبابت کا جو اعلیٰ معیار آپ نے قائم کیا تھا وہ آج بھی قابلِ داد و ستد قائم ہے۔

نظامی بدایونی نے دیوان غالب کا پہلا ایڈیٹیشن ۱۶۲۸ء سنہ ۱۹۱۵ء میں شائع کیا۔ میں دوسرا ایڈیٹیشن اور چھپسیرا ایڈیٹیشن شائع ہوا جس میں ڈاکٹر محمود کا فاضلانہ مقدمہ شامل ہے۔ اس ایڈیٹیشن کے ساتھ نظامی بدایونی نے مختصر شرح بھی شائع کی جو درز کے خطوط کی روشنی میں مرتب کی گئی جس کی وجہ سے اس شرح کی ایک استیازی صورت پیدا ہو گئی۔ ۱۹۳۶ء تک نظامی پریس بدایوں سے دیوان غالب کے سات ایڈیٹیشن شائع جن میں بعض ایڈیٹس کئی کئی ہزار کی تعداد میں چھپے۔

نظامی بدایونی نے غالب کے حالات میں ایک کتاب "نکات غالب" مرتب کی جس کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں غالب کی خود نوشت، دوسرے میں ادبی نکات اور تیسرے حصے میں لطائف و غرائب ہیں۔ یہ سارا مواد غالب کے خطوط سے لیا گیا ہے۔

نظامی بدایونی، نظامی پریس بدایوں سے ایک ہفتہ وار اخبار "ذوالقرنین" شائع کرتے تھے۔ یہ نہایت بخیدہ علمی و تہذیبی اخبار تھا، یہ اخبار سنہ ۱۹۳۰ء سے جاری ہوا۔

اس اخبار میں مرزا غالب کا کلام اور ان سے متعلق اکثر مضامین شائع ہوئے۔ اگست ۱۹۰۱ء
میں اس قابل قدر اخبار کے کمل فائل از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۲ء مولوی حمید الدین نظامی
صاحب کی عنایت سے دیکھے کو مل گئے۔ جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔
اخبار "ذوالقرنین" بدایوں میں جو مضامین مرزا غالب سے متعلق شائع ہوئے ہیں
ان کا ایک اشارہ درج ذیل ہے۔

۱۔ تربت غالب مظلوم و مرحوم۔ معین الدین شاہ پھانپوری (۲۸ جون ۱۹۰۱ء)
۲۔ مرزا غالب کے مزار کی مرثیہ (۲۸ اگست ۱۹۰۱ء)

۳۔ مرزا غالب سے ملٹی بغض (راویہ کی بھارتیہ) نظامی بدایوں۔
(۲۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

۴۔ مرزا غالب کا اردو کلام۔ محمد یحییٰ تنہا۔ (۲۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء)
۵۔ غالب کے عیب جو اردو ادب کے نظامی بدایوں۔ (۲۸ اگست ۱۹۰۱ء)

۶۔ مرزا غالب کے مزار کی تعمیر۔ (۲۸ اپریل ۱۹۰۲ء)
۷۔ حضرت غالب دہلوی کے قدس شمسوں کی خدمت میں۔ مولوی حبیب پرشاد
(۲۸ نومبر ۱۹۰۳ء)

۸۔ مکتوب الہیم کے حالات کی بابت

۹۔ دوادویوں کی علمی چٹھیر چھاڑ اور ان کا مقدمہ (مرزا غالب اور امین الدین)
(۲۸ اگست ۱۹۰۳ء)

۱۰۔ غالب اردو زبان کے سب سے بڑے شاعر تھے۔ (۲۸ فروری ۱۹۰۳ء)

۱۱۔ غالب کی یادگار۔ ایک مشورہ۔ (اداریہ) (۲۸ ستمبر ۱۹۰۶ء)

۱۲۔ غالب۔ وقار ضوی (۲۸ مارچ ۱۹۰۵ء)

۱۳۔ دیوان غالب (اردو) کا ایک اور نادر مخطوطہ۔ (۲۸ جولائی ۱۹۰۶ء)

۱۴۔ غالب پر آج تک جو کچھ لکھا گیا (اداریہ) (۲۸ ستمبر ۱۹۰۶ء)

لکھے ذوالقرنین اخبار اب بھی نظامی بدایوں کے ہے۔ جمال الدین مونس نظامی دہلوی مولوی
احمد الدین نظامی (کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔

۱۳۔ غالب کی کہانی خود ان کی زبانی ۔ (۱۴ نومبر ۱۹۶۶ء)

۱۵۔ غالب ۔ شخصیت اور شاعری ۔ ملک رام قسط اول (۱۲ فروری ۱۹۶۷ء)
۱۶۔ غالب کی گنگنام خطوط کے ذریعے گایاں بھیجی جاتی تھیں ۔ اداریہ ۔

(۷ مارچ ۱۹۶۷ء)

۱۷۔ غالب کی شخصیت ۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی (۲۱ مارچ ۱۹۶۷ء)

۱۸۔ غالب کے کلام میں طنز و ظرافت ۔ (۲۱ مئی ۱۹۶۷ء)

۱۹۔ غالب نما ۔ (۲۸ مئی ۱۹۶۷ء)

۲۰۔ غالب کے مغلوں کو جواب ۔ ابراہیم فاروقی (۱۳ جون ۱۹۶۷ء)

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری

ذریعہ غالب کے نظامی ادبیشن کے بعد اس کا مشہور آفاق ادبیشن ۱۹۳۱ء میں
”نسخہ حمیدیہ“ شائع ہوا جس میں نواب محمد پال حمید اللہ خاں کا ستر نامہ شامل ہے ترتیب
و تہذیب کے فرائض مفتی انوار الحق نے انجام دیئے ہیں اس پر معرکہ آراء مقدمہ ڈاکٹر
عبدالرحمن بجنوری نے لکھا ہے یہ مقدمہ مستغنی عن التبصرہ ہے۔ اس کا مندرجہ ذیل پہلا
جلد زبان زواریاب شعر و ادب ہے ۔

”ہندوستان کی الہامی کتابیں و وعیں مقدس وید اور دیوان غالب ۔“

ڈاکٹر بجنوری مرحوم کا یہ مقدمہ ۱۹۳۱ء میں بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب
نے رسالہ اردو (ادنگ آباد) میں شائع کر دیا تھا۔ اس کے بعد کتابی شکل میں شائع ہوتا رہا۔
امتیاز علی عرشی

روہیل کھنڈ کے ارباب علم و فضل میں بحیثیت غالب شناس مولانا امتیاز علی عرشی کا
اکم گرامی سرفہرست ہے اور انہوں نے غالب شناسی کے میدان میں بلاشبہ عظیم کارنامے
انجام دیئے ہیں اور صرت کی یہ بات ہے کہ ان کی سرپرستی میں یہ روایت اور آگے بڑھ رہی
ہے اس سلسلے میں ان کے مندرجہ ذیل کارنامے نہایت اہم ہیں ۔

مکاتیب غالب

عرشی صاحب نے ۱۹۳۹ء میں نہایت فاضلانہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ غالب کے وہ خطوط مرتب کیے جو غالب نے ولیان ریاست رام پور و نوب پور علی ناظم نوب کلب علی خاں اور دوسرے رام پوری حضرات کو لکھے تھے۔ اس کی اشاعت کے بعد سوانح غالب کے بعض نئے گوشے روشنی میں آئے۔ اس کا چھپا ایڈیشن ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا جو ہمارے پیش نظر ہے۔

انتخاب غالب

یہ غالب کے اردو اور فارسی کلام کا وہ انتخاب ہے جو انہوں نے نوب کلب علی خاں کی فرمائش پر ۱۹۲۶ء میں کیا تھا۔ امتیاز علی عرشی صاحب نے اس پر ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے اور مرزا کی شاعری پر سچے معزز تبصرہ فرمایا ہے۔ پہلے فارسی کا اور پھر اردو کا انتخاب ہے۔ عرشی صاحب نے شرح بھی شامل کی ہے۔

دیوان غالب (نسخہ عرشی)

۱۹۴۹ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے یہ دیوان شائع ہوا ہے تقریباً پروفیسر آل احمد سردار نے لکھی ہے۔ عرشی صاحب نے ۱۲۰ صفحات کا مقدمہ لکھا ہے اس نسخے میں مرزا غالب کے اردو کلام کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ حصہ تین حصوں میں منقسم ہے۔

گنجینہ معنی

اس میں وہ تمام اشعار شامل ہیں جو نسخہ حمید ریہا اور نسخہ شیرانی میں موجود ہیں مگر ۱۲۴۹ء کے مرتب کئے ہوئے دیوان سے مرزا غالب نے خارج کر دیے ہیں۔

نوائے سروش

یہ حصہ اس کلام پر مشتمل ہے جو مرزا غالب نے اپنی زندگی میں چھپوا کر تقسیم کیا۔ یہ متبادل نسخہ ہے۔

یادگار نالا

اس حصے میں وہ سارا متفرق کلام شامل کر دیا گیا جو ادھر ادھر سے ملا۔

منشی دھائے صبح

مرزا غالب نے حضرت علیؑ سے منسوب ایک دعا کا فارسی منظوم ترجمہ کیا ہے۔
استیاز علی عرشی صاحب نے قلمی نسخے کے مطابق اس کا متن مرتب کیا جو نگار گنہگار
(مئی ۱۹۴۱ء) میں طبع ہوا ہے۔

فرہنگ غالب

غالب نے فارسی، عربی، ترکی، سنسکرت، ہندی اور اردو لغات کی تشریح
و تشریح جو وقتاً فوقتاً خطوط وغیرہ میں کی ہے۔ اس کو اس کتاب میں عرشی صاحب نے
جمع کر دیا ہے یہ کتاب ۱۹۴۲ء میں رام پور سے شائع ہوئی ہے۔

سید باغ دور

غالب کی یہ کتاب ۱۲۸۳ھ میں مرتب ہوئی جیسا کہ اس کے تاریخی نام سے ظاہر
ہوتا ہے۔ استیاز علی عرشی صاحب نے سید باغ دور کی تلخیص و حواشی نگاری کا کام
انجام دیا تھا۔ یہ مواد مشہور علی مجدارو، کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۴۹ء غالب نمبر
میں شائع ہوا ہے۔

مسودہ قاطع برہان

غالب نے برہان قاطع کے جس نسخے کے جاشیے پر اپنے اعتراضات لکھے تھے
وہ اب معاً لا شبر سی رام پور میں آگیا ہے۔

اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے قاطع برہان میں اپنے
تمام اعتراضات شامل نہیں کئے ہیں بلکہ زبان وغیرہ میں تبدیلی کی ہے۔ عرشی صاحب
نے اس کتاب میں ان تمام حواشی کو جمع کر دیا ہے اور ان پر تجرؤ اور محاکرہ کیا ہے۔

مکاتیب غالب (فارسی)

اس مجموعہ میں عرشی صاحب نے غالب کے تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط کو تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور مختلف آئندہ کی روشنی میں ان کے متن کی تصحیح کی ہے یہ قابل قدر مجموعہ ابھی تک زیرِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا ہے۔

اکبر علی خاں

یہ مقام نگندہ پیر نام گند کے مصداق حضرت عرشی رام پوری کے فرزند اکبر علی خاں نے بھی مرزا غالب کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے اور وہ اس سلسلے میں خاصا کام کر رہے ہیں اور غالب سے متعلق بہت سی چیزیں جو کچھ غفلت میں پڑی تھیں تلاش کر کے وقف عام کر رہے ہیں۔

سنخ عرشی زاوہ

غالب کے سلسلے میں ان کا سب سے زیادہ چڑکا دینے والا کام سنخ امروہہ (ضلع) ملوکہ ترفیق احمد قادری مالک نیشنل بک ڈپو امروہہ کی اشاعت ہے۔ یہ سن معاصرانہ چشمک اور علمی آکھ محو کی کی شاید یہ بدترین مثال قائم ہوئی کہ اس کی اشاعت کے بعد وہ غیر پسندیدہ منزلوں سے گزر رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ انہیں غالب شناسی بلکہ غالب پرستی کی وجہ سے جھگٹنا پڑ رہا ہے۔ یہی بات تو یہ ہے کہ بے جا رہے غالب پر بھی تو ایسے سخت مقام آئے تھے۔

نکات غالب (اردو) ورقعات غالب (فارسی)

یہ مجموعہ دس دہائیوں کے پیش نظر تیار ہوا تھا اور اسی کام میں آئی بھی اس کا پہلا ایڈیشن مطبع سراہی (لاہور) میں ۱۹۶۶ء میں طبع ہوا اور اس کا دوسرا ایڈیشن جموں ایڈکشمیر ایڈمی آن آرٹس، الیگنڈر ایڈکشمیر، سری نگر کی طرف سے اکتوبر ۱۹۶۶ء میں طبع ہوا جس کی ترتیب و تصحیح کے فرائض اکبر علی خاں نے انجام

بخط غالب

اکبر علی خاں ایک ایسا مرقع ترتیب دے رہے ہیں جس میں غالب کے اپنے کلمے لکھی ہوئی تحریروں کے عکس شامل ہوں گے۔ ایسی بہت سی تحریروں مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں یا ان کے عکس مختلف اوقات میں اخبارات رسائل اور کتابوں میں شائع ہوئے ہیں۔

غالبیہ

غالب سے متعلق جو کچھ ابوا مولود مختلف کتابوں، رسائل، یا ود اشتیاق وغیرہ میں ادھر ادھر ہے۔ اکبر علی خاں اس کو بڑی محنت سے جمع کر رہے ہیں جو غالبیہ کے عنوان سے شائع کیا جائے گا۔

اکبر علی خاں نے غالب سے متعلق بہت سے قابل قدر مضامین بھی لکھے ہیں۔
نثار احمد فاروقی

امروہد مراد آبادی ان کا مولود و منشا ہے ایک علی خاں کے رکن میں غالب پر انہوں نے کچھ پندرہ برس پہلے تقریباً دو درجن مضمون لکھے ہیں جن میں سے دس مضمون "تلاش عشق" کا سلسلہ کے پیش نظر تلاش غالب کے نام سے مئی ۱۹۶۲ء میں کتابیات ہمر سے شائع ہوئے ہیں۔ یہ کتاب لطیف عارف صاحب کے نام مضمون کی گئی ہے۔
تلاش غالب

اس کتاب کا ایک ایڈیشن مئی ۱۹۶۲ء ہی میں ہندوستان سے اس نام "تلاش غالب" سے شائع ہوا ہے۔ جو مکتبہ کوہ نور پریس دہلی میں چھپا ہے اور اس کے ناشر نعل عباس عباسی (مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی) میں یہ کتاب لطیف الزماں خاں کے نام مضمون کی گئی ہے۔ ہندوستانی ایڈیشن پہلے چھپا ہے۔ مگر پاکستان ایڈیشن میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ ہندوستانی ایڈیشن میں گیارہ مضمون شامل ہیں۔ دونوں ایڈیشنوں میں دو دو مضمون مختلف ہیں۔

لکھنؤ اشعار غالب، سید معین الرحمن (۹ جون ۱۹۶۹ء) م ۴۱

لکھنؤ اشعار غالب، سید معین الرحمن (۹ جون ۱۹۶۹ء) م ۴۱۔

غالب کی آپ بیتی

غالب کے مکاتیب کی مدد سے نہایت حسن و سلیقہ کے ساتھ یہ کتاب چار ابواب میں مرتب کی گئی ہے پہلی مرتبہ نقوش آپ بیتی نمبر ۱۹۶۹ء میں طبع ہوئی۔ نسخہ امرودہ کا عکس "بیاض غالب بخط غالب" کے عنوان سے نقوش لاہور غالب نمبر (حصہ دوم) (اکتوبر ۱۹۶۹ء) میں محمد طفیل صاحب مدیر نقوش نے شائع کیا ہے اور اس کی اشاعت بلاشبہ جتھمہ بالشان کام ہے اس میں بیاض غالب کے علاوہ بھی غالب سے متعلق قیمتی مضامین شامل ہیں۔ نسخہ امرودہ پر یعنی بیاض غالب کی دریافت کی کہانی کے عنوان سے نثار احمد فاروقی نے ایک مقدمہ لکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ فاروقی صاحب کے بھرپور تعاون کی بدولت پاکستان میں یہ نسخہ شائع ہو سکا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی

ڈاکٹر عبادت بریلوی کا آبائی وطن بریلی (روہیل کھنڈ) ہے ایک علمی خاندان کے رکن ہیں۔ اردو زبان کے نامور استاد و ادیب اور مصنف ہیں۔ انہوں نے غالب سے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں تحقیق سے زیادہ ان کا میدان تنقید ہے۔

غالب کا فن

اس کتاب میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے غالب کے فن اور جمالیاتی پہلو کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اس سلسلے میں وہ خود رقم طراز ہیں۔

"میں غالب کی تخلیق جمال کے عوامل اور محرکات کا سراغ لگاؤں اور اس کے مختلف عناصر کا تنقیدی تجزیہ کروں یہ کتاب "غالب کا فن" ان کی اس تخلیق جمال کے عوامل و محرکات کی تلاش و جستجو کی ایک داستان اور اس کے مختلف عناصر کے تنقیدی تجزیے کی ایک کہانی ہے۔"

انتخاب خطوط غالب

ڈاکٹر عبادت بریلوی اور مشرف انصاری نے غالب کے خطوط کا انتخاب ایسے

ایسے عنوانات کے تحت پیش کیا ہے کہ غالب کی خود فرشت سوانح عمری مرتب ہوگئی ہے شروع میں ایک قابل قدر مقدمہ تحریر فرمایا ہے یہ انتخاب نصابی ضرورت کے تحت کیا گیا ہے۔

غالب اور مطالعہ غالب

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی ایک اور قابل قدر کتاب (غالب اور مطالعہ غالب) ہے جس میں انہوں نے غالب معجز بیان کے سوا نظم و نثر کا تحقیق اور تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب رائٹرز اکیڈمی لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

پروفیسر آئی احمد سرور

بائیں دروہلی کنسٹنٹن وطن ہے، اردو زبان کے مشہور استاد، ادیب اور نقاد ہیں غالب سے متعلق انہوں نے بہت سے تنقیدی مضامین لکھے ہیں۔ غالب پر ایک مضمون ان کے مجموعہ مضامین ’نئے اور پرانے چراغ‘ میں بھی شامل ہیں ان کے علاوہ ہم مندرجہ ذیل مضامین کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔

اردو اور گنگ آباد اپریل ۱۹۳۱ء

غالب

روح ادب کراچی شمارہ ۱۸

غالب کا زہنی ارتقاء

اردو ادب، غالب نمبر ۱۹۶۹ء

غالب کی عظمت

ادب لطیف، جولائی ۱۹۵۵ء

غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں

علی گڑھ میگزین، غالب نمبر جنوری ۱۹۶۹ء

غالب اور جدید ذہن

مدر روزمرہ و محاذ غالب مرتبہ پریم پال انک

غالب کی زبان

قومی زبان، کراچی دسمبر ۱۹۶۵ء

نسوز عشق زائدہ

ہماری زبان علی گڑھ مدر فردی ۱۹۶۹ء

غالب صدی کی تعریفات

۱۹۶۹ء ۱۵ مارچ

غالب اردو اور ہندوستان

پروفیسر حامد حسن قادری

حامد حسن قادری - علمی و ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں وہ اردو زبان کے مشہور مورخ و محقق ہیں۔ اگرچہ غالب پر ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے لیکن انہوں نے غالب پر جو کچھ لکھا ہے وہ غالب شناسی میں قابل قدر اضافہ ہے

انتخاب غالب (اردو)

حامد حسن قادری مرحوم نے ۱۹۱۴ء میں غالب کے اردو ویران کا انتخاب کیا تھا۔ اس کا خلی نسخہ ان کے خاندان میں موجود ہے۔

انتخاب غالب (فارسی)

حامد حسن صاحب نے غالب کے فارسی کلام کا بھی انتخاب کیا ہے اور غرضی رُقت نظر کا ثبوت دیا ہے اس کے ساتھ شرح بھی شامل ہے، اس کا خلی نسخہ بھی ان کے خاندان میں موجود ہے۔

نقد و نظر

حامد حسن قادری کی مشہور کتاب "نقد و نظر" میں غالب پر مندرجہ ذیل مضمون شامل ہیں۔

۱۔ غالب کی شرحیں

۲۔ مزاحیہ شرح غالب پر ایک نظر

۳۔ کلام غالب کی تعینیں۔

اس کے علاوہ قادری صاحب کے مندرجہ ذیل مضمون بھی ملتے ہیں۔

غالب کے دو شعر سب ری، حیدر آباد دکن مارچ ۱۹۴۲ء

انکار غالب اردو، کراچی اکتوبر ۱۹۵۵ء

غالب مومن ذوق نگار، کراچی جنوری فروری ۱۹۶۶ء

امام حسین الرحمن صاحب نے اس کی اشاعت کا ذکر کیا ہے۔ مگر مطبع وغیرہ کا ذکر نہیں کیا ہے (اشاریہ غالب ۳ ۲۶۸)

۱۹۶۹ء

آج کل غالب نمبر

خطوط غالب

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

پھر ایمل (خلع مراد آباد) کے رہنے والے ہیں۔ دہلی یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو میں انہوں نے بھی غالب پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اردوئے معلیٰ (دہلی یونیورسٹی) کا ایک خاص شمارہ فروغی شہزادہ "غالب نمبر" کے عنوان سے شائع کیا جس ادارت کے فرائض خدا انہوں نے انجام دیئے۔ اس میں اہل کے بھی کئی مضمون شامل ہیں۔

۱۔ غالب کے ایک شاگرد مولانا بیدل (عبدالمصطفیٰ بیدل رام پوری)

۲۔ غالب اور بے قصیر

۳۔ غالب کے چند غیر مطبوعہ فارسی رقعات حضرت عظیمی کے نام

اہل کے علاوہ مندرجہ ذیل مقالوں کی ہم اور نشاندہی کر سکے ہیں۔

۴۔ چند نادروں... آج کل دہلی۔ اپریل ۱۹۵۴ء

۵۔ غالب کی عظمت۔ فروغ اردو کمیٹی غالب نمبر ۱۹۶۹ء

۶۔ غالب کا سنگ شعر۔ صحیفہ لاہور غالب نمبر اجنوری ۱۹۶۶ء

۷۔ اردو شعر و ادب میں غالب کا مقام۔ اعتمادیہ، دہلی یا د غالب ۱۹۶۶ء

۸۔ غالب کی شخصیت اور شاعری میں ترکی و ایرانی عنصر، ریگزیون اسلامیہ کالج، بریلی

غالب نمبر ۱۹۶۵ء

۹۔ غالب کا مقدّمہ منقح۔ نقوش لاہور غالب نمبر ۱۹۶۹ء

ڈاکٹر عابد رضا بیدار

ڈاکٹر عابد رضا بیدار شہزادہ ادیب و مصنف ہیں۔ انہوں نے رام پور انسٹی ٹیوٹ آف آرٹسٹک اسٹڈیز (کلاں محل دہلی) کی طرف سے "غالب اسٹڈیز" کے عنوان سے ایک سلسلہ اشاعت شروع کیا ہے جس میں اس سلسلے کے چھ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس سلسلہ اشاعت کے ذریعے غالب سے متعلق تمام مندرجہ ذیل مواد

شائع ہوا ہے گا اس کا پیپر خود ڈاکٹر عابد رضا بیدار ہیں۔ پہلے سال کے چھ شمارے
شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

غالبیات فر۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار
غالب کی عظمت علی گڑھ اور دہلی کے سینئروں کی مکمل روداد۔
انتخاب غالب (اردو) جو غالب نے رام پور بھیجا تھا۔
غالب کے اہم معاصر تسمین کا دیوان۔
غالبیات فر۔

شریک غالب۔ نواب یوسف علی خاں نازم کے دیوان کا انتخاب۔
ڈاکٹر عابد رضا بیدار کے غالب سے متعلق مندرجہ ذیل مقالے بھی شائع ہوئے ہیں۔
لحنت لحت ماہ نو، کراچی۔ فروری ۱۹۶۲ء
کہا ہوں جیسے چہر جگر لحت لحت کو۔ شبستان دہلی۔ فروری ۱۹۶۶ء
غالب کی تفسیم صحیفہ لاہور غالب نمبر ۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء

پروفیسر یوسف سلیم چشتی
پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ بریل اور ہیل کنڈا کے قدیم باشندے ہیں لاہور میں
سکونت پذیر ہیں علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انہوں نے دیوان غالب
(اردو) کی ایک ضخیم اور مفصل شرح لکھی ہے۔ جو عشرت پبلشنگ ہاؤس (لاہور) سے
پہلی بار ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔ اس شرح کی تقریب کے متعلق چشتی صاحب لکھتے
ہیں۔

”ہندوستان اور پاکستان میں جس قدر شروح شائع ہو چکی ہیں میں نے ان
سب کا مطالعہ بالاستیعاب کیا مگر شکل ترین اشعار کا مطلب کسی
شرح سے بھی کچھ بڑا واضح نہ ہو سکا۔ اگر یہ بات نہ جوتی تو میں ہرگز

شرح لکھنے کی جرات نہ کرتا۔

کتاب کے شروع میں یوسف سلیم چشتی صاحب نے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں وحدت الوجود کے مسئلے پر خاص طور سے روشنی ڈالی ہے اور کلام غالب میں اس کے اثرات کو واضح کیا ہے غرض کہ غالبیات کے مسئلے میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔
کوثر چاند پوری

کوثر چاند پوری، حکیم علی کوثر، چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے اور اردو کے مشہور ادیب بھی انہوں نے ایک کتاب "جہاں غالب" لکھی ہے جو جون ۱۹۶۶ء میں مکتبہ کائنات لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ سبب تالیف کے مسئلے میں کوثر چاند پوری صاحب لکھتے ہیں:-

"جہاں غالب" وقت اور خود کلام غالب کے ہیئت سے مطالبوں اور تصانیف کو پورا کرتی ہے اور غالب کے ماحول سے لے کر اس کے فلسفہ زندگی تک تحقیق اور تنقید کی سیدھی شاہراہ پر چلتی ہے۔ اس میں نہ بالکل مخالفانہ نقطہ نظر ہے نہ غالب پرستی کا غیر معتدل رجحان بلکہ تحقیق اور تنقید کا ایسا نال میل ہے جس میں غالب کی سیرت کردار اور فکر و خیال کی بلندی نیز اسلوب بیان کے تمام نقوش واضح ہر جاتے

ہیں۔

صادقین

صادقین، امرودہ (ضلع مراد آباد) کے قدیم باشندے اور پاکستان کے مشہور فن کار نامور مصور اور با ذوق شاعر ہیں۔ ان کے مرقم نے غالب کے مہنات و انکار کا تصویر کے آئینے میں جس فنکاری سے پیش کیا ہے یہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ان کے ان مصوڑے شاعروں کو ملک میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ غالب سے متعلق ایک کتاب ان کے کین مرقمے منصفہ شہرودہ پر آچکے ہیں۔

(۱) ۱۹۶۹ء میں یونائٹڈ میک (کراچی) نے ایک نہایت قیمتی ڈائری شائع کی جس میں صادقین نے بارہ تصاویر پیش کی ہیں۔ جو ان کے اندر خیال کا اچھوتا نمونہ ہیں۔
(۲) محمد بشیر صاحب مدیر نقوش لاہور نے ۱۹۷۰ء میں جو بیاض غالب (نومبر ۱۹۷۰) شائع کی ہے اس میں صادقین کے بارہ شاہکار شامل ہیں۔

(۳) صادقین نے ۱۹۶۹ء میں غالب سے متعلق مستقل ایک مرقع پیش کیا ہے جس میں اپنے کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ غالب اور صادقین کی ہم آہنگی کے لئے صادقین کے مشورہ ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”رشتہ تخیل اور جدت طرازی غالب اور صادقین کے فن کی فطرت اور اور قدرت تخلیق ان کی طلب ہے اسی مقام سے دونوں کا فن ہم آہنگ ہو کر عصر و فن کی اس منزل کی جانب رخ کرتا ہے جس کی حدیں طلب فردا میں پرست ہیں۔“

بانداز غالب

غالب نے اپنے زمانے اور ماحول کے بارے میں پائیدار اثرات چھوڑے مگر اس کے افکار اور خیالات سے متاثر ہوئے۔ بعض نے تحسین و تقلید کا رویہ اختیار کیا تو کچھ ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے تنقید و تنقیص کو شعار بنایا۔ اس موضوع کے اعتبار سے اگر ہم شعرائے روہیل کھنڈ کا جائزہ لیں تو اس میں بہت وسعت ہے مگر یہاں ہماری تنگ دہائی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اہل روہیل کھنڈ نے غالب سے خاصا عتنا کیا۔ ایک بزرگ مولوی احمد حسنی رسوا ولد محمد حسنی، بجنور کے رہنے والے تھے، وہ ایک علی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کا فارسی و دریان مطبوعہ طبع ذی کثرت ۱۹۹۷ء اس وقت پیش نظر ہے۔ رسول نے ۳۸ غزلیں غالب کی زمین میں کہیں ہیں۔ مولوی علی بخش شرر جلیانی کے بیان میں یہ ذکر جو چکچک ہے کہ انہوں نے بھی غالب کی غزلیں پر ہم طرح غزلیں کہیں ہیں، کتنے ایسے شعرا

ہوں گے کہ جنہوں نے غالب کے کلام کو قنصلین کیا ہوگا۔ بہت سے حضرات نے غالب کا کامیاب نتیجہ کیا۔ اس سلسلے میں سرفہرست قاضی بدایونی کا نام ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دکھت چڑھ گیا قیامت کا بات پہنچی تری جوانی تک

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم رہا یہ وہیم کہ ہم ہیں سو وہ بھی کیا معلوم
اک معما ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا زندگی کل ہے کر بے خواب ہے دیوانے کا
دنیا کی بلاؤں کو جب جمع کیا میں نے وصل سی مجھے دل کی تصویر نظر آئی
اسی طرح بدایوں کے ایک دوسرے خوش فکر شاعر امیر احمد امیر جالونی (نوناک والے) تھے ان کا ذوق شعری بڑی بلند تھا وہ بھی غالب کے رنگ میں کہتے تھے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

استیلا نہ ہوئی حمد و ستم بھی نہ رہا کثرتِ غم سے اب اندازہ غم بھی نہ رہا
اتنے غم کو کشیں ہو گئے ہم بیگانہ ہر شخص ہو گئے ہم
ہے آج ہمت جنوں لگا ہی جو ہونا تھا دوش ہو گئے ہم
ہے ٹھکانہ فزاہنوں نردی کیوں خانہ بدوش ہو گئے ہم
ہم نے بخشا بھنیہ داسان حسرت کے لیے وہ جہاک تار نفس بہتی کے پیراں میں تھا
بریلی کے ایک نوجوان شاعر اعتماد الدین عیش (۱۹۰۵ء - ۱۹۳۹ء) تلمیذ مفتی
ممد الحسن قمر تھے وہ غالب کے رنگ میں غم کہتے تھے۔ انیسویں کے عمر نے دغا نہ کی
ان کا کھل دیران سید الطاف علی بریلوی کے پاس محفوظ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

بندگی کا حق انا نہ ہوا خیر گزری کہ میں خدا نہ ہوا
میں جو شرمندہ دغا نہ ہوا میں جو اعتبار اورم بڑھا
دشا کیوں نہیں دم سے کوئی بلکہ کسی کی غیر نہیں آتی

ہر قدم پر رہ محبت میں سجدۂ نقش پا کیا میں نے
 زندگی کیا ہے ایک دھوکہ ہے اور اس پر مٹا ہوا جہاں میں
 عرضِ بریلوی مرحوم تو خاندانِ غالب ہی کے ایک رکن تھے کیونکہ تحویر بریلوی غلامِ مہم اللہ
 بسمل کے شاگرد تھے اور بسمل غالب کے شہرہ شاگرد تھے۔
 روہیل کھنڈ کے مرکز بریلی میں غالب کی مقبریت کے سلسلے میں ڈاکٹر لطیف حسین
 ادیب لکھتے ہیں :-

”مفتی محمد امین تحویر (ف ۱۹۳۶ء) تلمیذ غلامِ مہم اللہ اپنے خاندان کے
 ادیب و شاعر کے لئے اپنے مکان واقع سیالکوٹ برکات احمد میں گوشہ نشین
 ہو گئے۔ انہوں نے ایک ادبی انجمن سہمی ”بزمِ ادب“ کی ۱۹۱۳ء میں تشکیل
 کی۔ ان کی حیات میں اور ان کے صاحبزادگان کے زمانے میں ۱۹۴۹ء
 تک بزمِ ادب کے مشاعرے اسی مکان میں ہوتے رہے اور اسی طرح
 دبستانِ غالب کا چرچا کافی عرصے تک روشن رہا اس خاندان کے بہت
 کم شعراء نے خارجی اثرات کو قبول کیا ورنہ تمام شعرا اور ان کے
 مسو سلین غالب سے نسبت پر ہی فخر کرتے رہے۔“

آخر میں ہم بریلی کے نامور عالم مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی (ف ۱۹۳۱ء)
 کی ایک لغت کے چند شعر نقل کر رہے ہیں جو انہوں نے غالب کی غزل
 دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت اوروں سے بھر نہ آئے کیوں
 روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں
 کے قبیح میں کہی ہے۔

۱۔ مجذوب اسلامیہ کالج بریلی ۱۹۹۹ء (غالب نمبر) ص ۱۲۴
 ۲۔ صادق بخشش حصار اول از مولانا احمد رضا خاں بریلوی (از ہر کپڑ پر کراچی

پھر کے گل گلی تباہ، شو کر پی سب کی کھائے کیوں
 دل کو جو عقل سے خدا، تیری گلی سے جہائے کیوں
 یاد حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
 خوب ہیں قیدِ غم میں ہم، کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
 جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روزِ فردا کرے خدا
 جس کو ہو درد و کامزا، نازِ دوا اٹھائے کیوں
 خوش رہے گل پہ عندلیب، غارِ حرم مجھے نصیب
 میری بلا بھی ذکر پر پہل کے غار کھائے کیوں
 ہے تو رخصتا ترا ستم جرم پر گرے جا میں ہم
 کوئی بھائے سوزِ غم سازِ طرب بھائے کیوں
 جس طرح شعرائے روہیل کشتہ نے غالب کی تقلید و پیروی اور ان سے انتساب
 کو نفرد باہات کا ذریعہ سمجھا اسی طرح اکثر شعرائے روہیل کشتہ نے غالب کو منظم خراج
 محبت پیش کیا ہے۔ اس وقت جن شعراء کی ہم نشان دہی کر چکے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔
 ۱۔ استاد شاہجاں پوری، "مقامِ غالب"۔ (مکتوبہ لہیا و غالب) دہلی ۱۹۶۹ء
 ۲۔ حیرت بدایونی، "علامہ" "رہنمائے دکن حیدرآباد (روزنامہ) ۸ مارچ ۱۹۶۹ء

۳۔ نور رشید غادر امرہوی "غالب" المسلم کراچی غالب نمبر ۱۹۶۹ء
 ۴۔ دلاور نگار (بدایونی) "غالب کو پڑا کیوں کہوں" ادب لطیف لاہور
 نومبر دسمبر ۱۹۶۹ء۔

۵۔ زمین امرہوی "غالب کی ضد سالیا و نگار کی تقریب میں" المسلم کراچی۔
 غالب نمبر ۱۹۶۹ء

۶۔ رشید جعفری آنرری "غالب"۔ فروغ اردو کھنڈر غالب نمبر ۱۹۶۹ء
 ۷۔ گوہر امرہوی "روحِ غالب کو سلام" حیات نئی دہلی ۲۳ فروری ۱۹۶۹ء

- ۸۔ عشرہ ابونی (۱) ح روشنی ان کا نام رہے گا " ستارہ کراچی ۱۹۶۹ء
 عشرہ ابونی (۲) اسے وسیع الملک " اعتمادیہ " دہلی بیاد غالب
 ۹۔ دایمہ القادری رام پوری " حبشن غالب " ہماری آواز یکم جولائی ۱۹۶۹ء
 ۱۰۔ علی احمد عباسی " تعین " بہار نگر کراچی ستمبر ۱۹۷۱ء

مخطوطات غالب

غالب کے متعلق آج تک تحقیق و تلاش ہو رہی ہے بلاشبہ پبلیشر پاک و ہند کے کسی شاعر کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ اس کے متعلق ہر قسم کی معلومات فراہم کی جا رہی ہیں۔ اس کی تصنیفات کو جمع و شائع کیا جا رہا ہے اسی طرح اس کی تحریرات و مخطوطات کو تلاش و جمع کیا جا رہا ہے اس اعتبار سے جب تک علاقہ رویل کھنڈ پر نظر ڈالیں تو سب سے اہم مرکز رام پور کا سرکاری کتب خانہ ہے۔ اس میں غالب کے نادرا و قدر مخطوطات محفوظ و موجود ہیں۔

(۱) دیوان غالب نسخہ رام پور (قدیم)
 اس دیوان پر کوئی تاریخ ترجیمہ وغیرہ درج نہیں ہے مگر اندازہ لگایا ہے کہ نسخہ ۱۲۳۵ھ میں لکھا گیا ہے اشعار کی تعداد ۱۰۶۷ ہے۔

(۲) دیوان غالب رام پور (جدید)
 اس میں بھی تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر اندازہ ہے کہ ۱۲۷۱ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ غالب نے خود تصحیح کی ہے۔ غالب نے یہ دیوان نواب یوسف علی خاں کو بھیجا تھا۔

(۳) انتخاب غالب

مرزا غالب نے نواب علی خاں دہلوی رام پور کی فرمائش پر ۱۲۸۳ھ میں اپنے فارسی اور اردو کلام کا انتخاب کیا تھا یہ انتخاب شائع بھی ہو چکا ہے۔

(۴) مکاتیب غالب

دربارِ رام پور سے مرزا غالب کے خاص روابط تھے، غالب یوسف علی خاں ناظم اور غالب کلب علی خاں وغیرہ سے مرزا غالب کی خط و کتابت رہی۔ ان میں سے اکثر خطوط دارالانشاء رام پور میں محفوظ تھے یہ ذخیرہ مولانا عرشی نے شائع کر دیا ہے۔
دستبنو

دستبنو کا ایک خطِ نمونہ رام پور کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور اسی کاتب کا لکھا ہوا ہے جس نے دیوانِ اردو (قدیم) لکھا ہے۔
دیوانِ بیتاب مع اصلاحات غالب

صاحبزادہ عباس علی خاں بیتاب رام پور کا وہ قلمی دیوان کتب خانے میں محفوظ ہے جس پر غالب کی اصلاحیں ہیں۔

مسوداتِ غزلیات ناظم مع اصلاحات غالب

غالب یوسف علی خاں ناظم کی غزلیات کے مسودے کتب خانہ رام پور میں موجود ہیں جن پر غالب کی اصلاحیں ہیں۔
برہان قاطع مع تصحیح غالب

مرزا غالب نے برہان قاطع کے جس نسخے پر اپنے قلم سے تصحیح کی تھی۔ وہ نسخہ رام پور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

انتخاب دیوان غالب (اردو)

رضا انیسویں رام پور میں دیوانِ مومن کا ایک قیمتی دیوان ہے جو موتی کا دیکھا ہوا

۱ مکاتیب غالب

۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

۱۰ نذر عرشی دہلی ۱۹۹۶ء ص ۳۸

ہے۔ جس میں سارے پانچ صغرات پر مشتمل غالب کے اردو دیوان کا انتخاب بھی شامل ہے۔ یہ انتخاب شکستہ امین خط میں ہے اور کاتب نامعلوم ہے۔ سنہ نسخہ سالوں و نیشنل میوزیم کراچی،

مولوی نظامی بدایونی مرحوم کے صاحبزادے مولوی احمد الدین بدایونی کو دیوان غالب (اردو) کا ایک خطی نسخہ ہاتھ لگا جو نسخہ بدایوں کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ یہ نسخہ سہ ماہی پچہ تہ ناپ کا ہے روشنائی کا، جدول شجرہ اور باریکا لاجوردی ہے۔ متن میں شجرہ روشنائی سے لکھا گیا ہے کاغذ بانش کا ڈیسی ساخت کا ہے۔ ہر ورق میں رکاب بھی ہے خط شکستہ نستعلیق ہے۔ معمولی کرم خوردہ ہے۔ اب یہ نسخہ نیشنل میوزیم کراچی کی ملکیت ہے۔

اس نسخے کے بارے میں ایک بات خاص طور سے عرض کرنی ہے کہ اس کے سرورق پر ایک جہز ہے جس میں ”محمد ذوالفقار الدین“ سنہ ۱۳۵۲ھ ثبت ہے اور اس سے امتیاز علی عرضی صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ نسخہ حسین مرزا کا تعلق کرایا ہوا ہے۔ کیوں کہ حسین مرزا کا بڑا نام ہی تھا ہے اور عرضی صاحب نے یہ بھی رائے ظاہر کی ہے کہ اس نسخے کا تعلق غالب کے کسی قریب دوست یا عزیز سے تھا ہے۔

حسین مرزا، نواب ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے داماد و مبارز الدولہ متاز الملک حسام الدین حیدر خاں بہادر حسام جنگ کے فرزند نامدار تھے، مذہباً اثنائے عشری تھے بلکہ کہا جاتا ہے کہ حسام الدین حیدر خاں کے اشرافی سے مرزا غالب نے اپنے خاندانی مسلک و روایت کے خلاف امامیہ مسلک اختیار کیا تھا۔ حسین مرزا کا پورا نام سید

۱۔ نقوش غالب زہر صودوم اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۲۱۱ - ۲۲۶

۲۔ ملاحظہ ہو نقوش لاہور جون ۱۹۶۶ء۔

۳۔ نقوش لاہور جون ۱۹۶۰ء۔

ذوالفقار الدین حیدر الموسوی تھیں سینا نام خود غالب نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ
اور ہمارے خیال سے لفظ "سید" اور "حیدر" حسین مرزا کے نام کے اہم جزو
ہیں جو مہر میں حذف کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مہر میں "محمد ذوالفقار الدین" ہے
لہذا یہ مہر حسین مرزا (سید ذوالفقار الدین حیدر الموسوی) کے علامہ کسی دوسرے شخص
کی ہے اور اس شخص کا تعلق بدایوں یا نواح بدایوں سے ہونا چاہئے۔ دراصل یہ بزرگ
محمد ذوالفقار الدین، حکیم غلام نجف خاں شیخ پوری ثم دہلوی کے حقیقی چچا زاد بھائی
تھے، محمد ذوالفقار الدین شیخ پور (بدایوں) کے سربراہ تھے اور علم دوست شخص تھے
اور بیان ہی کی مہر ہے۔ یہ نسخہ حکیم غلام نجف خاں کے توسط سے محمد ذوالفقار الدین
کو پہنچا ہو گا۔ لہذا اس مہر اور نسخے کا تعلق سید ذوالفقار الدین حیدر الموسوی عرف
حسین مرزا سے مطلق نہیں ہے۔

نسخہ امروہہ

ابھی حال ہی میں ایک خط نسخہ امروہہ کے تاجری کتب ترمین احمد قادری چشتی مالک
نیشاپور کے ڈپٹی (امروہہ) کو بھوپال سے بجنپ غالب کے عنوان سے ملا اور یہ "نسخہ
امروہہ" کے نام سے مشہور ہوا اتفاق سے اکبر علی خاں رام پوری اور نثار احمد قادری
ہر دو حضرات نے اس نسخے سے دل چسپی لی۔ اکبر علی خاں نے نسخہ عرشی زادہ کے نام سے
اور نثار احمد قادری نے "بیاض غالب بجنپ غالب" (نسخہ لاہور) کے نام سے نسخہ
کرا دیا۔ اس نسخے کی دریافت سے غالب شناسوں میں تحقیق و تدقیق کی مزید راہیں
کھل گئیں۔

لے غالب کے ساتھ یہ نام معین الدولہ ذوالفقار الدین حیدر خاں ذوالفقار جنگ
تھا خطوط غالب (مہر) جلد دوم ص ۸۷

کہ خط ہرولیان غالب نسخہ ظاہر (ماہنامہ کتاب لاہور فروری ۱۹۶۶ء) (عکسی
نسخہ غالب) ص ۱۰۳

غزلیات معروف

مرزا غالب کے غزلوں اب الہی بخش معروف کی غزلیات تقطیع م تا تقطیع م
 رقم کے کتب خانے میں موجود ہیں، ان اور تھ کی روایت کی پوری غزلیات نہیں ہیں البتہ
 وادہ کی پوری غزلیات ہیں۔ صرف ان غزلیات میں ۲۳ غزلیں ایسی ہیں جو دلیان
 معروف مطبوعہ (دہلی) ۱۹۳۳ء میں شامل نہیں ہیں۔

مطبوعات غالب

منظومات کے بعد یہاں ہم روپل کھنڈک ان مطبوعات کا جائزہ لیتے ہیں جو
 غالب شناسی کے سلسلے میں ہماری قصبہ اپنی طرف مبذول کرتی ہیں۔

دستبنو

دستبنو کا پہلا ایڈیشن نومبر ۱۹۵۶ء میں مطبع مفید الخلائق آگرہ سے شائع
 ہوا اور اس کا دوسرا ایڈیشن غالب کے شاگرد قاضی عبدالجلیل جنونی ہرطبری کی نگرانی
 میں مطبع روپل کھنڈک لٹریچر سوسائٹی بریل میں طبع ہوا۔ اس میں ساٹھ صفحات تھے اور
 پندرہ سطر مطبوعہ۔ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن بھی طبع دوم کے مطابق مطبع روپل
 کھنڈک لٹریچر سوسائٹی سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔

دیوان معروف

مرزا غالب کے غزلوں اب الہی بخش معروف کا دلیان ۱۹۳۵ء میں مولوی عبدالحامد
 قادری بدایونی رف. ۲۰ جولائی ۱۹۶۰ء کی زیر نگرانی شائع ہوا معلوم ایسا ہوتا ہے
 کہ قادری صاحب نے بہت سا کلام حذف کر کے چھاپا ہے۔

۱۔ یہ غیر مطبوعہ غزلیات "نقوش" ۵ ہجرت کے تیسرے غالب نمبر میں شائع
 ہو چکی ہیں۔ اور اب اس گلدستہ میں شامل ہیں۔

۲۔ اشاریہ غالب ۳ ۵۶-۵۷

روح کلام غالب

مرزا غالب کے شاگرد مرزا حبیب الدین انصاری سہارنپوری (۱۸۸۹ء) کے ایک شاگرد مرزا عزیز بیگ سہارنپوری المتخلص بہ مرزا تھے وہ بڑے بالکمال شاعر تھے۔ انداز بیان، اسلوب زبان اور طرز تخیل اگرچہ قدیم ہے مگر نہایت مزین اور مناسب اور اسادانہ ہے انہوں نے مرزا غالب کے پورے دیوان کو تضمین کر ڈالا اپریل ۱۹۳۱ء میں اس کام سے فارغ ہو گئے اور اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی یہ تضمین پہلی مرتبہ نظامی پریس جالوں سے طبع ہوئی مولوی نظامی بدایونی نے روح کلام غالب پر مقدمہ لکھا ہے یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی نظامی پریس ہی سے شائع ہوا۔ نمونہ تضمین ملاحظہ ہو۔

یوں تو میرا علاج کیا نہ ہوا کم مرض ہی مگر ذرا نہ ہوا

مجھ پر احسان طیب کا نہ ہوا درد منت کش دوا نہ ہوا

میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا

سخن تلخ ہے کب ان کے قریب ان سے باتیں سننے پر کس کے نصیب

ہے صلاوت ہی کچھ سخن میں عجیب کتنے شیریں مہرے لب کر قریب

صحا لیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

ان دونوں شعروں کو پروفیسر حامد حسن قادری نے جو تضمین کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نام بنام عشق کا نہ ہوا میں بھی شرمندہ وقت نہ ہوا

یہ برا کیوں ہوا، بھلا نہ ہوا درد منت کش دوا نہ ہوا

میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا

دُھونڈا تھا وہ اک نہ اک قریب کو مزے ہوں تیرے لبوں سے نصیب

تو نہ جگہ تو ہے یہ بات عجیب کھٹنے شیری میں تیرے لب کرب

گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

انتخاب غزلیات غالب

نظامی پریس دہلیوں سے ۹۲۵ء میں سر شاہ سلیمان نے بھی غالب کی غزلیات کا ایک انتخاب شائع کیا تھا۔

مثنوی دعا وٹھے صباح

مزا غالب کی یہ مثنوی ۱۹۵۰ء میں نظامی پریس دہلیوں سے بھی شائع ہوئی ہے

میگزین اسلامیہ کالج بریلی اور غالب

اسلامیہ کالج بریلی ایک ممتاز درس گاہ ہے ۱۹۶۱ء میں اسلامیہ کالج بریلی میں زیر صدارت مولانا امتیاز علی عرشیؒ یوم غالبؒ کی شاندار تقریب منائی گئی۔ ۱۹۶۱ء میں میگزین اسلامیہ کالج کا شاندار غالب نمبر شائع ہوا ہے۔ جس کی ترتیب کے فرائض ڈاکٹر جمیل احمد صدیقی نے انجام دیئے ہیں۔ کاغذ، کتابت، طباعت، سرورق، مضامین کی ترتیب وغیرہ ہر اعتبار سے یہ میگزین قابلِ تعریف ہے۔ سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ اور صفحات ۵۲۵ x ۵۰ (۲۱۰) صفحات سے ۵۰ صفحات ایک ہندی کا حصہ ہے اس نمبر میں ملک کے مشہور ادیبوں اور مصنفوں نے حصہ لیا ہے۔ طلبہ کے مضامین بھی نہایت معیاری ہیں۔ امتیاز علی عرشیؒ، پروفیسر ضیاء احمد دہلویؒ، ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقیؒ، پروفیسر عبدالشکور حکیم رشید احمد، محترم آفتاب احمد جوہر دہلویؒ، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقیؒ، وجاہت علی سندھویؒ، ڈاکٹر شہناز علی سندھویؒ، ڈاکٹر لطیف حسین ادیب جیسے اکابر و مشاہیر کے رشحاتِ قلم اور تحقیقات اس نمبر کی زینت

۱۔ کتاب لاہور غالبیات نمبر فوری مارچ ۱۹۶۲ء

۲۔ کتاب لاہور غالبیات نمبر ۴ ۱۹۶۲ء

ہیں۔ کالج کما سائنس نے بھی قابل قدر معائنہ کئے ہیں۔ بطرز میگزین اسلامیک کالج بریلی کی اشاعت غالب صدی کے مواقع پر ایک شاندار تحفہ ہے۔ انظر کمالی بدایونی افسر امروہوی، ایم اے حامد بریلوی، ڈاکٹر حسین نقوی امروہوی، رشید احمد مختصم بریلوی، ساجد امروہوی، سمیر بریلوی، منیا و احمد بدایونی، عبادت کلیم نقوی امروہوی، فیصلہ نقوی، خواجہ مفتی عہاد الحسنی بریلوی، ناظم بریلوی، ابدوسیم بریلوی نے غالب کو منظوم خراجِ حمیت پیش کیا ہے۔

قاضی عبد الجلیل جنون بریلوی، نواب کوکر یا خان دکن بدایونی، مفتی سید احمد خاں بریلوی، عزیز الدین بدایونی، مفتی سخاوت حسین مددوش بدایونی، نواب یوسف علی خاں ناظم، نواب کلب علی خاں، نواب مروان علی خاں رعنا، حکیم غلام نجف خاں غنچ پوری حکیم ظہیر الدین احمد خاں، نواب امیر اسیم علی خاں سہوانی، غلام بسرا اللہ بسمل بریلوی، عباس علی خاں، بیتاب رام پوری، مفتی بیل چند رام پوری، بکھروہیل کھنڈ کے وہ حضرات ہیں غالب سے تلمذ کا رشتہ بھی رکھتے ہیں۔ اور غالب کے مکتوب الہیم بھی بھی ہیں۔ ان کے علاوہ روہیل کھنڈ کے مندرجہ ذیل حضرات کے نام بھی غالب کے خطوط ملتے ہیں۔

۱۔ نواب عبداللہ خاں رام پوری (روہیل نواب غلام محمد خاں) ۱۸ اگست ۱۸۵۷ء

۲۔ ان کے نام غالب کا ایک فارسی خط ہے جو سب سے پہلے ملفوظات و لطبات از اخیار علی بدایینی (امیرالاقبال پریس جاپور) سال طبع ۱۲۸۰ھ میں شائع ہوا ہے اس کو ابلد علی نے آئینہ دلدار کراچی ۱۳۵۷ھ میں شائع کر دیا۔

۳۔ ان حضرات کے نام خطوط غالب مرتبہ غلام رسول مہر میں خطوط شامل ہیں۔
۴۔ دیکھیے مکاتیب غالب (رعنا)
۵۔ ایضاً

۲۔ خلیفہ احمد علی رام پوری۔

۳۔ مولوی محمد حسین خاں۔

۴۔ زین العابدین خاں عوف کلن میاں (وفت ۱۸۹۳ء)

جس میں خطوط غالب کے مطالعے کے دوران مندرجہ ذیل حضرات ایسے نظر آئے کہ جن کا تعلق یقیناً روہیل کھنڈ سے ہے۔ ممکن ہے ان کے علاوہ بھی لوگ ہوں لیکن ہم ان کی نشان دہی نہ کر سکے ہوں۔

۱۔ نجم الدین حیدر شیخ پوری بدایونی برادر حکیم غلام نجف خاں۔

۲۔ مولوی فضل رسول بدایونی (وفت ۱۹۴۶ء)

۳۔ ملا غیاث الدین مؤلف غیاث اللغات

۴۔ مولوی عہد القادر رام پوری (وفت ۱۸۵۹ء)

۵۔ مولوی ہدایت علی تنکیہ ساکن کندھک ضلع مراٹھا پور۔

۶۔ مولوی الشہار خاں بریلوی

۷۔ مولوی درویش حسن بریلوی۔

۸۔ مولوی احمد حسن عوشی۔

۹۔ خلیفہ حسن علی رام پوری۔

۱۰۔ مولوی اسام الدین بریلوی

۱۱۔ کشن موہی سلامت الشہ بدایونی ثم کانپوری (وفت ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۵ء)

۱۲۔ علی بخش خاں خالسا ماں (وفت ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء)۔

۱۳۔ مولوی وحید الزماں۔

۱۴۔ مولوی محمد حسن خاں صدور (وفت تقریباً ۱۲۸۳ھ)

۱۵۔ مفتی سید احمد خاں بریلوی۔

۱۶۔ اصغر علی خاں ابن عبداللہ خاں صدور۔

۱۷۔ نواب عبدالرحمن خاں (وفت ۱۸۵۰ء)

۱۸۔ غلاب سعید الدین خان (وفت ۱۸۸۵ء)

۱۹۔ محمد علی خاں (وفت ۱۸۷۴ء)

۲۰۔ صاحبزادہ محمد حسن خاں (وفت ۱۸۶۷ء)

۲۱۔ ممتاز علی خاں ۔

۲۲۔ شاہ کبیر الدین ۔

مقالہ نگاران غالب

آخر میں ان مقالہ نگاروں کی ایک فہرست شامل کی جا رہی ہے کہ جن کا رویہ لکھنے سے تعلق تھا یا ہے اور جنہوں نے غالب کے سلسلے میں مضامین اور مقالے لکھے ہیں ۔

۱۔ آفتاب احمد جو شہر بدایونیؒ کا غالبؒ ۔ میگزین اسلامیہ کالج بریلی غالب

نمبر ۱۱۷۷ء ۔

۲۔ سہا اسیم خلیل (سہ سوانی)ؒ مرزا غالبؒ اور علم نجومؒ ۔ العلم کراچی ۔

غالب نمبر ۱۹۶۶ء ۔

۳۔ ابوسلمانی شاہجہاں پوریؒ "یہی درستیوں میں غالبؒ پر تحقیقی کام" قومی زبان

کراچی غالب نمبر فروری ۶۶ء ۔

۴۔ ابوسلمانی شاہجہاں پوریؒ "اشعارِ غالبؒ" قومی زبان کراچی مئی ۱۹۶۶ء ۔

دسمبر ۱۹۶۶ء ۔

۵۔ ابوسلمانی شاہجہاں پوریؒ "غالبؒ اور ابوالکلامؒ" اردو نامہ کراچی غالب

نمبر ۱۹۶۶ء ۔

۶۔ ابوسلمانی شاہجہاں پوریؒ "غالبؒ پر رسائل کے خصوصی نمبر" قومی زبان

کراچی ۱۹۶۶ء ۔

۷۔ ابوسلمانی شاہجہاں پوریؒ "غالبؒ اور ۱۸۵۷ء کے مصائب" العلم

کراچی غالب نمبر ۶۶ء ۔

۸۔ ابوسلمان شاہجہانپوری : شاعر امروزہ فرما رہے ہیں : " قومی زبان کراچی
فروری ۱۹۶۷ء۔

۹۔ اختر اقبال کمال (بدایونی) : " غالب اور غالب اور مطالعہ غالب " پنجاب
یونیورسٹی ریسرچ جرنل لاہور۔

۱۰۔ اختر اقبال کمال (بدایونی) : " غالب کی شاعری میں طنز " فاران اسلامیہ کالج لاہور۔
جولائی ۱۹۶۹ء۔

۱۱۔ اخلاق اختر حمیدی (بدایونی) : " بارے غالب کا کچھ بیان ہو جائے : ستار
کراچی فروری ۱۹۶۹ء۔

۱۲۔ افسر امروہوی : " غالب اور مصطفیٰ " نگار کمونٹی سنٹر ۱۹۶۳ء۔

۱۳۔ افسر امروہوی : " غالب اور مصطفیٰ " نگار کمونٹی سنٹر ۱۹۶۳ء۔

۱۴۔ افسر امروہوی : " غالب کا ایک دکنی شاگرد " صحیفہ لاہور۔

۱۵۔ افسر امروہوی : " غالب کے چھ نئے اشعار کی نشاندہی " قومی زبان کراچی
مارچ ۱۹۶۳ء۔

۱۶۔ افسر امروہوی : " شارحین غالب " قومی زبان کراچی اپریل ۱۹۶۹ء۔

۱۷۔ اکبر علی خاں (رام پوری) : " رگ سنگ " ماہ (کراچی فروری ۱۹۶۷ء۔

۱۸۔ اکبر علی خاں (رام پوری) : " ضمیر نسخہ عرش " نقوش لاہور نومبر ۱۹۶۷ء۔

۱۹۔ ایوب قادری، محمد : " غالب اور سرسید احمد خاں " ہمد و صحت، کراچی مارچ ۱۹۶۷ء۔

۲۰۔ ایوب قادری، محمد : " کچھ غالب کے متعلق " اردو کراچی اپریل ۱۹۶۹ء۔

۲۱۔ ایوب قادری، محمد : " مرزا غالب سے معاصرین کی اولیٰ چھڑ چھاڑ " العلم

کراچی غالب نمبر ۶۹ء۔

۲۲۔ ایوب قادری، محمد : " غالب اور غنیات اللغات " نقوش لاہور۔ غالب نمبر

حصہ اول اپریل ۱۹۶۹ء۔

۲۳۔ ایوب قادری، محمد : " غالب اور ماہرہ " صحیفہ لاہور غالب نمبر جولائی ۱۹۶۹ء۔

۲۴۔ ایوب قادریؒ محمدؒ غالبؒ کے چند شاگرد۔ ادب لطیف لاہور فروری ۱۹۶۷ء

۲۵۔ ایوب قادریؒ محمدؒ مطابقت غالبؒ قومی زبان کراچی فروری ۱۹۶۷ء

۲۶۔ توفیق احمد چشتیؒ مروہیؒ دیوان غالبؒ نسخہ مروہہ کے مالک کا بیان
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵۶۹ء

۲۷۔ توفیق احمد چشتیؒ مروہیؒ مالک نسخہ مروہہ کا بیان ہماری زبان
علی گڑھ ۱۵۶۹ء

۲۸۔ توفیق احمد چشتیؒ مروہیؒ مالک نسخہ مروہہ کا بیان ہماری زبان
علی گڑھ ۱۵۶۹ء

۲۹۔ جمیل نقویؒ مروہیؒ غالبؒ اور سرسیدؒ ماہ لکڑ کراچی۔

۳۰۔ جوہر محمد علیؒ مولانا غالبؒ کا غیر مطبوعہ شعر۔ نقوش لاہور۔ آپ بیتی نمبر ۱۲

۳۱۔ ذاکر حسین نقویؒ مروہیؒ موازنہ موسیٰ و غالبؒ میگزین اسلامیہ کالج بریلی

غالب نمبر ۱۹۶۷ء

۳۲۔ رشید احمد مصطفیٰ بریلیؒ احکیمؒ غالبؒ کی حقیقت پسندی ہماری کراچی۔

غالب نمبر ۱۹۶۷ء

۳۳۔ بنی من نقویؒ دل کی سماجی زندگی خطوط غالبؒ کے آئینے میں آج کل دہلی

غالب نمبر ۱۹۶۹ء

۳۴۔ سردار محمد رضا شاہ جہاں پوریؒ مرزا غالبؒ اور علم انبیاء اسلام کراچی

غالب نمبر ۱۹۶۷ء

۳۵۔ شمس بریلویؒ غالبؒ کا ایک غیر مطبوعہ ادبی خط آج کل دہلی ۱۵ اگست ۱۹۶۷ء

۳۶۔ قمر شاہ حسین بریلیؒ غالبؒ گردش ایام کے آئینے میں میگزین اسلامیہ

کالج بریلی ۱۹۶۷ء

۳۷۔ ضیا احمد ابوبنیؒ پرنسپلؒ غالبؒ کی ایک غزل کا تجزیہ میگزین اسلامیہ

کالج بریلی ۱۹۶۷ء

- ۳۸۔ ضیاء احمد جالبی پروفیسرؒ غالب کا فنیہ کلامؒ درخبار غالب
- ۳۹۔ ضیاء احمد جالبی پروفیسرؒ محاورات غالبؒ آج کل دہلی غالب نمبر ۶۹
- ۴۰۔ ضیاء اللہ خاں رام پوریؒ مظلوم رقعہ غالب بنام علیؒ معارف
اعظم گروہ دسمبر ۲۲
- ۴۱۔ ظہیر احمد صدیقی بدایونی ڈاکٹرؒ غالب اور غانی کی فکر کا موازنہؒ امروز
لاہور ۱۶ فروری ۱۹۷۷
- ۴۲۔ ظہیر احمد صدیقی بدایونی ڈاکٹرؒ مثنوی چراغ دیرؒ میگزین اسلامیہ کالج
بریلی غالب نمبر ۱۹
- ۴۳۔ ظہیر احمد صدیقی بدایونی ڈاکٹرؒ مثنوی سرمدؒ ہینشؒ فروغ اردو کمیٹی
غالب نمبر ۱۹
- ۴۴۔ جہاد کلیم فتویٰ امروہویؒ ترقی پسندی اور مرزا غالبؒ میگزین اسلامیہ
کالج غالب نمبر ۱۰
- ۴۵۔ عبدالشکور بریلوی پروفیسرؒ غالب کی انسان دوستیؒ میگزین اسلامیہ کالج
غالب نمبر ۱۰
- ۴۶۔ محمد بن حسن مراد آبادیؒ غالب کا تصور وہرانیؒ درخبار غالب
- ۴۷۔ عشرت رحمانی رام پوریؒ غالب کی اداس شناسی اور فرائضیؒ صحیفہ لاہور
غالب نمبر ۱۹
- ۴۸۔ حفصہ حفصہ اللہ خاں پروفیسرؒ غالب میری نظریںؒ العلم
کراچی غالب نمبر ۶۹
- ۴۹۔ فرخ حبلائی بدایونیؒ مدح و تحقیرؒ غالب کے نام غالب کا ایک غیر معروف خط
آج کل دہلی فروری ۱۹۷۷
- ۵۰۔ فرخ حبلائی بدایونیؒ غالب اور سرسیدؒ
- ۵۱۔ قیصر حسین امروہویؒ غم عشق اور غالبؒ میگزین اسلامیہ کالج بریلی

غالب نمبر ۱۱۸۰

۵۲۔ کلب مل خان خاں فتحؒ کے کچھ تلامذہ غالب کے بارے میں : اردو کراچی

غالب نمبر جنوری ۱۱۸۱

۵۳۔ لطیف حسین ڈاکٹر بریل میں غالب کے تلامذہ : معارف گروہ فروری ۱۱۸۱

۵۴۔ لطیف حسین ڈاکٹر : شعرائے بریل اور غالب : میگزین اسلامیہ کالج بریل

غالب نمبر ۱۱۸۲

۵۵۔ محمد تقی سید امروہوؒ غالب کا نکلی جہاز : اردو کراچی غالب نمبر

جنوری ۱۱۸۲

۵۶۔ محمد تقی سید امروہوؒ : غالب کی ادبی تخلیقات مابعد الطبیعیاتی میں منظر

ہم قلم کراچی : جولائی ۱۱۸۳

۵۷۔ محمد طاہر فاروقیؒ : غالب کی کہانی ان کی اپنی زبانی : خیابان پشاور

فروری ۱۱۸۴

۵۸۔ محمود الحسن بدایینیؒ : غالب کا گھراؤں بصریات کا موسم : مومن بدایین جولائی ۱۱۸۴

۵۹۔ مصطفیٰ علی بریلویؒ : غالب اخبارات کے آئینے میں : العلم کراچی غالب

نمبر ۱۱۸۴

۶۰۔ مصطفیٰ علی بریلویؒ : غالب کا ایک پرستار : عرش بریلوی : العلم کراچی

غالب نمبر ۱۱۸۵

۶۱۔ مصطفیٰ علی بریلویؒ : کتابیات غالب : العلم کراچی غالب نمبر ۱۱۸۵

۶۲۔ م۔ م۔ فرخ شوریؒ : غالب کی ایک پشیم گوتی : نئی قدیم ، حیدر آباد

پاک غالب نمبر ۱۱۸۶

۶۳۔ نصیب اختر مراد آبادیؒ : غالب کے آباؤ اجداد : العلم کراچی غالب

نمبر ۱۱۸۷

۶۴۔ نصیب اختر مراد آبادیؒ : غالب کا قیام ولی میں : العلم کراچی

۶۵۔ نصیر احمد صدیقی (بدایونی) ڈاکٹر۔ غالب کا محبوب ڈیٹنگزین اسلامیہ کالج بریلی غالب نمبر ۶۹

۶۶۔ فرد العباس بگیم۔ رام پور اور غالب۔ اخبار جہاں کراچی ۳۴ فروری ۶۹

۶۷۔ وحید احمد سحر۔ غالب خستہ حال۔ العلم کراچی غالب نمبر ۶۹

۶۸۔ دیریندر پرشاد سکسینہ بدایونی۔ منشی بالکند بی صبر۔ العلم کراچی غالب نمبر ۶۹

۶۹۔ دیریندر پرشاد سکسینہ بدایونی۔ غالب کے ایک شاگرد۔ عزیز بدایونی

ہماری زبان جلی گڑھ ۲۲ فروری ۶۹

اصناف

شمس بدایونی نوجوان ادیب اور نظم کار ہیں ان کے مضامین کا مجموعہ ”دید و دریافت“ (حصہ اول) اگست ۱۹۸۱ء میں ردوشن پبلکیشنز بدایوں سے شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے بدایوں کے چند شاعروں اور ادیبوں کو متعارف کرایا ہے گویا یہ کتاب بدایوں کے ماضی قریب کی ادبی و شعری تاریخ ہے اس میں ایک مضمون ”غالب بدایوں میں“ کے عنوان سے بھی شامل ہے جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نہایت تلاش و تحقیق سے غالب اور بدایوں کے تعلق کو ابھر کیا گیا ہے۔ شمس بدایونی کے اس مضمون میں جو چیزیں ہمیں نئی معلوم ہوئیں ان کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

کتابیں

۱۔ مرزا غالب۔ قادر نامہ، مطبع صبح بدایوں، باہتمام حکیم ماریش علی ۱۹۸۳ء (صفحہ ۲۷)

۲۔ اعجاز احمد مجنہ سہسوائی، مومن و غالب اس کتاب میں مومن و غالب کے کلام پر محققانہ تبصرہ اور موازنہ

کیا گیا ہے۔ اور مومن کو غالب پر فوقیت دی ہے۔ اس کتاب کا پہلا
اڈیشن ۱۹۳۱ء میں فیض آباد سے اور دوسرا اڈیشن ۱۹۳۳ء میں سرگزند
پریس مکتوں سے شائع ہوا۔ (صفحہ ۲۹)

۱۸۔ قاضی غلام امین بدایونی، بہترین غزل گو (ذوق)
اس کتاب میں ذوق و غالب کا موازنہ کیا گیا ہے اور ذوق کو غالب
پر ترجیح دی ہے۔ یہ کتاب الاناظر پریس مکتوں سے ۱۹۴۱ء میں بار دوم
طبع ہوئی ہے۔ (صفحہ ۲۹)

مقالے

۴۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر
نقش ہائے رنگ رنگ
ماہ نو دہ کراچی، فروری ۱۹۵۵ء (صفحہ ۳۲)

۵۔ آل احمد سرور، پروفیسر
غالب کی شاعری میں معنویت
پورے غالب

غالب عہد اور شاعری
غالب اور اس کے نقاد
غالب کی یاد میں

دیوان غالب
کتابیں جو زندہ ہیں۔ دیوان غالب
غالب کی زندگی اور شاعری پر
ایک نمبر

منصور حمید، انتخاب
غالب کے تیس بہترین اشعار
فکر و نظر (علی گڑھ) غالب نمبر ۱۶۵
ہماری زبان (علی گڑھ) ۱۵، فروری
۱۹۶۵ء (صفحہ ۳۲-۳۱)

سرت سے بصیرت تک
عرفان غالب

اردو (اور رنگ آباد) اپریل ۱۹۴۱ء
جامعہ دہلی، دسمبر ۱۹۵۰ء
ہماری زبان (علی گڑھ) ۱۵، فروری ۱۹۵۱ء

فروغ اردو (مکتوں) اکتوبر ۱۹۶۱ء
ہماری زبان (علی گڑھ) ۱۶، نومبر ۱۹۶۱ء
فروغ اردو (مکتوں) ستمبر اکتوبر ۱۹۶۵ء

۶۔ حنیف نقوی سہسوانی، ڈاکٹر

غالب کے خطوط کی نفسیات

غالب خطوط کے آئینہ میں

غالب کے ایک باکمال شاگرد

ولایت علی خاں ولایت

غالب سے منسوب ایک شعر

منشی نوکشور اور غالب

غالب کا سفر ملکوت

۷۔ زلیخا خانم بدایونی

مرزا غالب

شاعر (مبہم) مارچ ۱۹۵۶ء

معیار (علی گڑھ) مارچ ۱۹۵۶ء

آج کل (دہلی) اپریل ۱۹۶۳ء

آج کل (دہلی) دسمبر ۱۹۸۰ء

نیا دور (مکسٹو) دسمبر ۱۹۸۰ء

غالب نامہ (دہلی) جنوری ۱۹۸۱ء (۳۲)

ہماری زبان (علی گڑھ) یکم اپریل

۱۹۳۷ء (۳۵)

علی گڑھ میگزین اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۰۔ اردو سے (دہلی) فروری ۱۹۶۹ء

” ” ”

” ” ”

کتابی دنیا کراچی فروری ۱۹۶۳ء

منہ

(انتخاب فارسی غزلیات و مثنویات)

دہلی ۱۹۷۰ء

دلی کالج میگزین ۱۹۶۱ء

نوائے ادب ممبئی اپریل ۱۹۶۳ء

۸۔ ضیاء احمد بدایونی پروفیسر

غالب کے کلام پر ناقہ اندازہ نظر

فارسی غزل اور غالب

اسام بخش صہبائی معاصر غالب

دیوان غالب بخط غالب

شکلات غالب

ریاض فتح پوری کتاب پر جامع شعرہ

۹۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر

نقش ہائے رنگ رنگ

مومن و غالب

غالب اور نفسیاتی کشمکش

غالب اور خانی
غالب کی فارسی شاعری
غالب کا محبوب فارسی غزل کے آئینہ میں
آج کل دہلی فروری ۱۹۶۸ء
فرخ اردو لکھنؤ غالب نمبر ۱۹۶۸ء
میگزین اسلامیہ کالج بریلی غالب نمبر
شمارہ ۳۳

۱۰۔ تھانی غلام سجاد بسمل بہ ایوانی

تغییرات غالب

۱۱۔ فرخ جلالی

کچھ غالب کے بارے میں

کچھ غالب کے بارے میں

۱۲۔ مبشر علی صدیقی

دیوان غالب کے نظمائی اور شیشی

غالب اور اردو خطوط نویسی

ڈاکٹر سید محمود کا مقدمہ دیوان غالب پر

۱۳۔ میر نذیر پریشاد سکینہ

منشی بالکنہ بے سبب

دیوان جانی بہاری لال راضی

بابر پر گوہر ہند سہائے نشاط

مرزا غالب کی ایک اردو تقریر

مرزا غالب کی وفات پر عین ہندو

اساتذہ سخن کے قطعات تاریخی وفات

مرزا غالب کی اصلاحیں منشی

حبیب الدین سورتاں کے کلام پر

غالب کے ہندو نواسندہ

علی گڑھ میگزین دسمبر ۱۹۶۹ء

آج کل دہلی فروری ۱۹۵۹ء

آج کل دہلی فروری ۱۹۶۰ء

جامعہ (دہلی) جون ۱۹۷۳ء

جامعہ (دہلی) فروری ۱۹۷۵ء

معارف (اعظم گڑھ) مارچ ۱۹۷۵ء

العلم (کراچی) غالب نمبر ۱۹۶۹ء

ہماری زبان (علی گڑھ) ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

ہماری زبان ۲۲ مارچ ۱۹۶۷ء

ہماری زبان ۲۲ اپریل ۱۹۶۷ء

ہماری زبان یکم جون ۱۹۶۷ء

یکم دسمبر ۱۹۶۸ء

شیراز (سری نگر) جوی ۱۹۶۸ء

۳۳-۳۴

غالب کی صد سالہ تقریبات کے سرفراز پرست ۱۹۴۵ء میں بدایوں ٹاؤن ہال میں ایک سمینار منعقد ہوا۔ جس میں تقریبی بھی ہوئیں اور تحقیقی و تنقیدی مقالے بھی پڑھے گئے۔ ایک شاندار مشاعرہ منعقد ہوا۔ جس میں مقامی شعراء کے علاوہ مشہور و اعلیٰ، معین احسن جذبی، روشن صدیقی، ابرگنوری، حفیظ میرٹھی اور شہباز صدیقی وغیرہ وغیرہ نے شرکت کی۔

تحریر انصاری (مراد آبادی)

انتخابات غالب	انکار کراچی / غالب نمبر ۱۹۴۵ء
غالب معلوم سے محسوس تک	افکار کراچی
غالب کے مین نقاد رحمانی -	انکار کراچی
عذیب گلشن نا آفرین،	مشرقی - کراچی
غالب کی انقلابی رومانیت	ماہ نو - کراچی
ذکر غالب ذکر عبدالحق (کتابچہ)	ادارہ یادگار غالب کراچی

مطابقات غالب

مرزا غالب کی طبیعت میں مزاج و ظرافت کوٹ کوٹ کر مہجری تھی۔ جس کا واضح ثبوت ان کے خطوط میں۔ مرزا غم و دُردگار کو ظرافت کے سہارے ہلکا کر لیتے تھے۔ حالی نے مرزا غالب کو حیوانِ ناطق کی بجائے حیوانِ ظریف کہا ہے۔ مرزا کے لطائف کا مجموعہ ”غالب کے لطیف“ کے عنوان سے شائع بھی ہو چکا ہے۔

مرزا غالب کے چند مطابقات یہ ہیں جناب صابر حسین شیدا بریلوی کے ذریعے ملے ہیں۔ جہاںہوں نے اپنے والد مفتی عباد الحق (د ۱۹۲۷ء) سے سنے ہیں اور ان کو یہ دایا مرزا غالب کے شاگرد مفتی سلطان حسن بریلوی (د ۱۳۹۹ء) اور مولوی غلام بسیم اللہ بسمل (د ۱۳۱۵ء) سے براہِ راست ملیں جن میں اول الذکر غزو کے والد اور ثانی الذکر ان کے استاد ہیں۔

پینے پلانے کا کوئی سامان نہیں

حضرت قلیداد صاحب مکہ مفتی سلطان حسن خان علیہ الرحمۃ ایک زمانے میں میرٹھ میں مسخف تھے اور غالباً یہی وہ زمانہ ہے جب قلیداد صاحب قلیداد مرزا سے اصلاح لیتے تھے۔ مولوی غلام بسیم اللہ صاحب بسمل ناظر عدالت تھے۔ مرزا غالب حضرت شیدائے کس جہانگیر آباد آئے ہوئے تھے، ناظر صاحب اور دادا صاحب نے ملے کیا کراہی اس

لے غالب کے لینے مرزا مفتی انتظام اللہ شہابی، سال پیشک ہاؤس دہلی ۱۹۴۷ء
 مکہ ہم نے بریلوی حضرت شیدا بریلوی کے الفاظ میں نقل کئے ہیں۔

برخواست کر کے بذریعہ ڈاک پاکلی نواب صاحب کے یہاں مرزا سے ملنے کے لئے چلنا چاہئے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات جہانگیر آباد روانہ ہو گئے۔ مسافت کافی تھی باوجود کہ کشتی پہنچنے میں تاخیر ہو گئی اور مرزا اپنے کھانے کے کمرے میں جا چکے تھے۔ نواب صاحب کو ان حضرات کے آنے کی اطلاع ملی تو موصوف فراراً باہر تشریف لے آئے۔ سلام و دعا اور رسمی مزاج پر سی کے بعد نواب صاحب نے فرمایا کہ اب تو مرزا سے ملاقات نہ ہو سکے گی کہ وہ کھانے پر چلے گئے۔ یہ بات مشہور تھی کہ مرزا رات کو کھانے کے بعد پتے ہیں اور پھر کسی سے نہیں ملتے۔ ان حضرات کے لئے یہ دشواری تھی کہ بغیر رخصت لئے گئے تھے اور صبح پھر اجلاس کرنا تھا۔ آخر طے پایا کہ مرزا کے کمرے کے پاس بیٹھ کر بات چیت کرنی چاہئے۔ اگر انہوں نے سہ لیا۔ اور بلا لیا تو سبحان اللہ دردمند ہی تو رہے ہیں۔

حسن اتفاق کہ ان حضرات نے جو کچھ سوچا تھا وہی ہوا۔ یہ سب غیر معمولی آوازیں بات چیت کر رہے تھے کہ مرزا نے نواب صاحب سے دریافت کیا کہ نواب صاحب کو ان صاحب جی؟ انہوں نے جواباً کہا کہ مولانا سلطان حسن خاں صاحب ہیں اور سکتر شاعران (یہ مولوی غلام بہم اللہ صاحب بمقل کو مرزا کا دیا ہوا خطاب تھا)۔ مرزا نے اپنے ملازم خاص سے آواز بلند کہا ہلاؤ۔ ان حضرات کو قدرتے توقف سے دروازہ کھلا۔ (ان حضرات نے فرمایا کہ غالباً یہ توقف پینے پلانے کا سامان کھینچنے کی وجہ سے ہوا)

سلام و دعا کے بعد مرزا نے کہا کہ بھائی میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ مجھے دہاں کے لئے دو ایسے معزز گواہ مل گئے کہ میں انہیں ایک بہت بڑے عالم دین ہیں اور دوسرے بہت بڑے لغت گو ہیں۔ آپ صاحبان دیکھ لیں کہ یہاں پینے پلانے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ بات ہمیں میں پڑ گئی۔

بہل صاحب اور دادا صاحب نے کچھ تازہ کلام سننے کی فرمائش کی مرزا نے معذرت کی کہ میں نے اس عرصے میں کچھ کہا نہیں ہے۔ جب ان حضرات

کا امر روبرو قرار تو مرزا نے قلم ان مالگا اور قلم اٹھا کر ڈب لیا اور پشت قلم کو منہ میں لیا اور دور با حیاں قلم کہہ کر سنائی۔

والد صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ اس قرینے سے اس کی فکر اور انداز فکر کا طریقہ ذہن میں آتا ہے۔ یہ ربا حیاں مرزا کے مطبوعہ کلام میں نہیں ہیں۔ نہ تو موصوف ہی نے ان کو محفوظ کیا اور نہ مجھ ہی کو یہ توفیق ہو سکی۔ خیال تھا کہ کبھی لکھ لیا جائے گا۔

واہ بے لڑکے پڑھی ابھی غزل

ایک واقعہ مرزا غالب کی مروجہ شناسی اور جدوت طبع کا بڑا لطیف ہے۔ ناظر صاحب (مولوی غلام لہجہ اللہ بسمل) کے ایک عزیز جو معمولی تعلیم یافتہ تھے، مارچ سے دلی پہنچے اور اس تعلق سے کہ وہ ناظر صاحب کے عزیز ہیں۔ مرزا سے ملاقات کے لئے پہنچ گئے اور اپنا تعارف کرایا ساتھ ہی کلام سنانے کی فرمائش کی مرزا بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ رسمی تواضع کے ساتھ ساتھ اپنا کلام سنا دیا۔

ناظر صاحب نے فرمایا کہ لاجل و لا قوۃ الا باللہ۔ آپ نے بھی کس سحرے کو کلام سنایا۔ وہ کیا سمجھا ہوگا۔ مرزا نے برجستہ کہا کہ مجھائی سحر وہ نہیں آپ ہیں۔ آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ میں نے کیا سنایا۔ میاں میں نے انہیں یہ کلام سنایا کہ

وہ چرائے باغ میں میدہ جسے بھانڈ جانا یاد ہو دیوار کا
واہ بے لڑکے پڑھی ابھی غزل شوق ابھی ہے چہ تجھے اشعار کا
ایک نگاہ کسی کے متعلق ایسا صیح انداز نہ لگالینا ذہانت و لطافت کا شاہکار ہے۔

نہ اس میں قوت تھی نہ مجھ میں

ایک واقعہ ابھی سن لیجئے۔

ایک بار ناظر صاحب قبلہ دلی گئے۔ مرزا کے یہاں پہنچے تو مرزا اپنے کسی مدیم ملازم کی تعزیت کے لئے جا رہے تھے۔ ناظر صاحب کو دیکھ کر کہنے لگے کہ خوب آئے

جلوس اپنے ملازم کی بیوی کے پاس تعزیت کے لئے جبار ملاہوں۔ ناظر صاحب بھی مرزا کے ہمراہ چہلے۔ وہاں پہنچ کر مرزا نے مراسم تعزیت ادا کیے۔ اس کی بیوی نے رونا شروع کر دیا۔ مرزا جتنی دل جوئی کی گفتگو کرتے۔ وہ اندرونی مرزا پریشان ہو گئے آخر مرزا نے کہا کہ نیک بخت کیوں روئی ہو۔ جتنی سراس کی تھی اتنی میری ہے، نہ اس میں قوت باقی تھی نہ مجھ میں باقی ہے۔ جو اس کو دیتا تھا وہ تم کو دے گا۔ جیسے تم اس کو سمجھتی تھیں۔ ویسے تم مجھ کو سمجھا۔ یہ سب کرم ہے اختیار ہنس پر مبنی اور کہنے لگی کہ تم کو تو ہر موقع پر دل لگی سمجھتی ہے اور مرزا اٹھ کر چل دیئے۔

بندی کو مولانا نے کیا سرفراز

مرزا کا ایک اور لطیف ناظر صاحب نے بیان فرمایا کہ بھائی وہ تو اصلاح میں ہی گالیاں دینے سے نہیں چپکتے تھے۔ ناظر صاحب نے حضرت بلالؓ کا قصہ نظم کیا اور بغرض اصلاح غائب کو بھیجا۔ ناظر صاحب خوش خط نہ تھے اور اس زمانے میں یا نے معروف و مجهول کے استعمال میں لوگ غلطی نہ تھے ناظر صاحب کا ایک مصرع تھا۔

بندے کو مولانا نے کیا سرفراز

”بندے“ یا نے معروف سے تحریر تھا۔ مرزا نے اس کے املا کی تصحیح کرتے ہوئے لکھا کہ عیاذ باللہ آپ کا یہ عقیدہ ہے۔

ناظر صاحب نے کوئی لفظ لکھا تھا۔ مرزا نے اسے کٹ کر کچھ بنا دیا۔ اتفاق کہ ناظر صاحب کو یاد نہ رہا اور پھر وہی لفظ استعمال کیا۔ مرزا نے اسے کاٹا اور نوٹ لکھا کہ ”ایک خطا دو خطا اور آگے ... کی بجائے آخر تا یہ کہا خطا لکھ دیا۔“

بیاہرا اور آؤر سے بھائی

نواب صدیق حسن خان قنوجی خرم بھوپالی نے وہلی میں مفتی صدر الدین آزادؒ کے تعلیم حاصل کی تھی اور انہوں نے اس دور کے نامور علماء ضلعا در شرعا و ادبا کو دیکھا

تھا ان مجالس میں شریک ہوئے تھے ان کے فرزند اور سوانح نگار قواب علی حسن خاں نواب
 صدیقی حسن خاں اور مرزا غالب کی ملاقات کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھتے ہیں ۔
 ”نصائے آغاز ملاقات میں والا جاہ (نواب صدیقی حسن خاں) ایک بار مرزا غالب
 مرحوم کے دولت خانے پر خانہ بے تکلف کھجور بلا اطلاع سابق یکا یک پہنچ گئے
 اس وقت یاروں رنگین طبع کی محفل گرم تھی مرزا نے ان کو دیکھ کر بے ساختہ
 یار نہ پہچانے میں کہا۔

ہیا برادر آؤ رے بھائی

اس وقت آپ کی کیا دعوت کروں۔ پہلے سے کچھ کو آپ کے آنے کا علم بھی نہ تھا
 خیر میٹھے میں ضیافت طبع کیے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر مرزا صاحب نے اپنی تازہ غزل سنائی
 جو انہیں دونوں شاہی و دربار کی فرمائش سے لکھی تھی اس کا مطلع یہ ہے ۔
 نکلتے ہیں بے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

کیلئے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

والا جاہ اکثر اوقات کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کا وہ دل آویز لب و لہجہ اور
 ان کے فصیح و بلیغ اشعار کی حسن ترتیب و ادب لطائف شعریہ اور جذبات معانی
 کی تاثیر کچھ ایسی دل میں پیوست چو گئی ہے کہ جب کبھی اس کی یاد آتی ہے تو دل میں
 ایک عالم وجد و حال پیدا ہو جاتا ہے اور ہر وقت تازہ بہ تازہ نثر و لطف حاصل
 ہوتا ہے ۔

تازہ تر از تازہ تر سے محارم

قطعات تاریخ انتقال و مزار غالب

مرزا غالب کے انتقال پر شعری وادبی حلقوں میں خاصا ماتم بہ پارہ شاعروں اور ادیبوں نے ان کے انتقال پر قطعات تاریخ اور مرثیے لکھے۔ بقول حالی۔

ان کی وفات کی تاریخیں جو مدت تک ہندوستان کے اردو

اخباروں میں چھپتی رہیں، وہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں۔ لے

اسی قسم کی دو غیر مطلوبہ تحریریں ہمیں ملی ہیں جن میں سے ایک حکیم جعفر حسین دیوبند

کا خطبہ ہے جو ان کے خطوط کے مجموعہ "مکتوبات جعفری" میں شامل ہے۔ انہوں نے یہ خط اپنے بھائی یوسف علی کو لکھا ہے جو ضلع ہوشیار پور میں سب اور میر تھے۔

حکیم جعفر حسین دیوبند (ملا سرائے پیر زادگان) کے رہنے والے تھے، ان کے

والد کا نام حکیم غلام عباس ہے جو ریاست جھپال میں صیغہ پوشی میں ملازم رہے اور

گھر پر مطلب بھی کرتے تھے۔ جعفر حسین مولوی سید محبوب رضوی مولف تاریخ دیوبند کے

والد سید غفور الحسن لے کے ماموں تھے، رضوی صاحب لکھتے ہیں کہ

لے یادگار غالب ص ۹۰

لے سید غفور الحسن ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے، والد العلوم دیوبند کے درجات فارسی میں

تعلیم پائی۔ بچپن میں کچھ عرصے اپنے ۵۵ حکیم سید غلام عباس صاحب کے پاس جھپال میں

بھی قیام رہا۔ محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ رمضان ۱۳۰۰ھ میں انتقال ہوا۔ مکتوب سید

محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۲۲۔ مئی ۱۹۹۷ء

لے مکتوب سید محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۹۷ء

”سید جعفر حسین بن حکیم غلام عباس میرے والد مرحوم کے حقیقی मामوں تھے۔ دیوبند میں علامہ سرسے پیر زادگان کے رہنے والے تھے۔ ان کے جد اعلیٰ دیوبند کے مشہور بزرگ الحاج ہندگی سید محمد ابراہیم صاحب قدس سرہ (وفات ۱۰۳۴ھ) ہیں۔ راقم المسطور کے جد اعلیٰ بھی یہی بزرگ ہیں۔“

حکیم سید غلام عباس ریاست بھوپال میں انسپکٹر پولیس تھے ملازمت کے ساتھ گھر پر طب کا مشغلہ بھی جاری رہتا تھا۔ سید جعفر حسین صاحب... ایک فاضل شخص تھے، اور قانون سے بھی مناسبت تھی۔ ان علوم میں صاحب کمال کجے جاتے تھے۔ والد مرحوم سے میں نے سنا ہے کہ وہ ریاست بھوپال میں مشیر قانون تھے، کثرت مطالعہ سے آخر عمر میں بنیانی جاتی رہی تھی۔ ان کے فرزند محمد ابراہیم صاحب لاہور فوت ہوئے سید جعفر حسین کا ستہ ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکا۔“

حکیم جعفر حسین بھوپال کے نامور فاضل اور ادیب شہیر ابو الفضل محمد عباس شروانی (ف ۱۳۱۵ھ) کے شاگرد تھے۔ محکمہ پولیس وغیرہ میں ملازم رہے، ان کی دو کتابیں خطی صورت میں ہمارے ذخیرہ کتب میں ہیں، ایک تو یہی ان کے مکتوبات کا مجموعہ اور دوسری میر غلام علی آزاد بکھرائی کی مشہور کتاب سرو آزاد کا خلاصہ ہے۔

مکتوب منشی جعفر حسین دیوبندی

بنام خداوند پیروزگار مردہر ساز و شب و روزگار
سنجے کہ برہر سخن می چہ بند، ستائش از دینشائندہ دادگار است و دوشے کہ بہر
روش از دوسپاس تو تانا داد و بخشائش گر اگر چہ من بے ریا را چہ یار کہ ہنگامہ شوری ہر یا
گنہ و گنہ بیج و بیچ برا یاں ستودی کسی انگنہ مگر اعوذ غالب بہا ز و گنہ و گنہ۔

ہرچہ در پہنچ برالویاں مستون کسی انگنم مگر امروز غالب بہار و سخن پرورد جہاں سخن
 چینیان کاظم گردانید و آفتاب روشن روش گریانی از گوشہ باختر بگردانید و دشت
 گلکش زخم ریزہ آب و آتش مریم کا فہرہ آسیر زبان چاشنی جہاں شیریں سخن بپوش
 مایہ شہد ہمزہ ساخت کہ رس بلند آوازی و مرثیہ گانی و شش سوئے گیتی راحت و بخشش
 در غزل انگشت نما اگر ہر گفتارش گراں بہا، اگر جامہ ماہ نور آسا بر میدان چہ درخ
 نیگاہ ز سربا سدی 'زنگ تیرگی از آئینہ روزگار بہ کنک فروغ کہر بوی' چکا مہ
 فخر شہ چشم نازک مانا، اگر سر بجز رسا سے از گنج جانتا آگاہی نہ گفتمے تلخ کاماں را
 واروئے بہار کجا بودے، تخم بیکائی و گلزمیں دلہائے آتش خرمناں پاشد رنگ چنان
 خود فروشاں را از تیغ آبدار خراشد و الا مایگان زیر گاہ نشیناں جہر ششاسی را بپوب
 کیانی بر سر می نہد و سر فرازاں گیہاں پیشک نشین بزم سروب خوانی را پیرین در سہار
 عشق جہائے بہار آگاہائی شاخ زہنش غنچہ رواں خوشاب و از اندازہ رنگین شاخ
 گل گفتارش سبز نگاہ سیراب ہر گاہ زبان نیرنگ سازی کشوے اغوغا نیاں گلہن را
 اسیر فرمودے و در تبسم غنچہ خندہ از گلزار چہرہ بر انداخت، خاموشی لبہایش در پائے
 موج داشتے، از خاک پائش زمین آسمان شد از اوج جاہش آسمان زمین شد
 بخشش چون زلف مشکیں سواداں ہے آہر از آب زمرودار گہاں شش گوہر دندان
 را آہر و گل تو خیز اندیشہ رنگینش از خار ناکامی پاک و لالہ پندار خوش اندازش از داغ
 نامرادی بیباک و اگر گل از سرو او رنگین برکان خود را بچو شہر ترند خواں بہ باد سازد
 از دگر شخو اں از شرمندگی گفتار فدا آئی خوش بچوے گرو گل بر سر افشاں سز و پنچ
 آہنگ وے مرغ شب آہنگ ایست با شایہنگ چہر مینارنگ ہم آہنگ نے
 نے در یائست بے پایاں سپار گہر ہائے رنگ برنگ با دانش و فرہنگ ہر نیروز
 و دستوبہر ہائے سرمایہ فروغ بخش جہاں و بوسے رماں و مانع پریشاں گرمی
 ہنگامہ وے آفتاب جہاں تاب پائیدار از غم می موزد و چون آن دل سوختہ ماہ
 بر میدان آسمان ہموخ شرم بہ فروز و غارہ جاں بری بر روئے جہانیاں مالید

سرمہ از آن سواد و در چشم مردمان کشید پیچید گہبائے آن ناچہائے مستان بادہ
 سر جوش اندک دست در گردن کید بگرداند وابستگان نزاکت سخن با نزاران زبان غیاث
 عز گشتند سخن زنان و آتش زبانان شیریں بیانان خاک آستانش بزرگان نقد
 غبار و گامش کیسیائے دانات و خاک و بے برنگا ہمیش پارس بیتائی و درش چاک
 گر بیاں نہیے پہ پہچہ و غبار آستانش پہ تو مہر

کاش اینک اوستا وانی پیشیں ہر دند سے زبان سپاس شکد بار بنور باز و نش
 کشادہ سے و مایہ بے نیازی اُن برگزیدہ بارگاہ بے نیاز کما بیہ باز و نمودند سے
 ملاز سر و چشم بڑ ہمیش پر نیند سے بزرگان راست گفتند و در سفند کہ تا وریکتائی
 و سخن پردی و دیا نشود مگر آبدار شویا بانی بدست نیاید تا وری تو مانا ہوا نہ گردو
 فروغ بخش بہاں آراء نہ بر آید ہیات ہیات گمش ستم دیدگان خورد و آہ غالب
 ہر روز جان بہاں آفریں سپرد و چراغ پر ماس و سخن مرو غم چکیا بی بے ہرگان سخت
 و جنگا نہ گری سوز و گداز افر وخت مہر کا ر ایں سولے ناپائیدار چلن است
 ویدہ ہائے کار گزاران روزگار مہر کہ و گرشہا کر است وری کاخ پہنچ خالی رنگین
 بیچ خانہ نہ بیچ چیز سے جاوید خواہ ماند

اے بھٹاک رمیدن اُن مرو زبانداں کشادہ زبان سر بخش شیریں گویاں جوہر
 شناس موزوں بہاں رسم دستاں تازہ گوئے سام نریمان رزم سنگفتہ ، رونے
 جمشید اریکتارک ہیائی شاہنشہ ایران ترزبانی ، سر و ش کردار نزدیک سار ہم شاہ سخن
 سرائی ہم چلوان پلاک آزمائی آسمان ساز زمین شیدا ووش روگاہ اجزائے سر و ش
 نیک آہنگ خیم الدولہ و سیر الملک مرزا اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ انچہ وری
 ہر دیک ماند و کار ہیکل بدروسے رساند اذنا رسا پہلے وریخیا بان نامر و جزوانہ
 الھک چہا بدیم کاشت و اذنا ساز پہلے وری زمین سینہ جزو ک خاد ناقرانی حہا بدیم
 عواشت ، خواہم ہمیشہ ما ورا ب و آتش گزارم دوست ازی کار بہا کر م جنگام
 زیست اُن راہ گور کہ آفتاب لب کہہ بودند ، ہی زبان سخن سرائی و آرش ہر اری

کھڑے دو نامہ پارس زبان فرستادہ ہوا وہ فرشتہ ہوا کہ بنگلہ اور ستادی
 بنگلہ و تشیب و قراں کھنگند پس بست روز از فرستہ واپس فرمود و از ملک
 ہر وی ملک فرو ریختہ ہو کہ رہے تو پسندیدم و خوش گردیدم، پہنچ آہنگ و تینو
 بینید، وہاں درزش کنید، اوستا و قرینہ کینے روزگار است و از ہوا خرابان
 راست کردار ما است ازوے کار بگیر و آنچہ گزیدت، ہندیر، اکنون با غم پشت
 خاموشکتہ و غبار اندوہ را بہمن بستہ۔

(۲)

منشی فضل حسین برشتہ کا خط دیوان ہمارے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔ کلام
 لکھنوی انداز کا اوسط درجہ کا ہے۔ برشتہ کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔ غالباً
 دہلی کے رہنے والے تھے۔ مرزا قادر بخش صاحب گزگانی مولف تذکرہ گلستان سخن اور خدا
 بخش تزییر کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اپنے دیوان میں بعض یادداشتیں بھی لکھ رکھی ہیں
 اور اکثر غزلیات سے متعلق۔ مراحت بھی کی ہے کہ کب کہاں اور کس شخص کے دیوان
 مشاعرے میں وہ غزل پڑھ گئی۔ اندازہ ایسا محکم ہے کہ وہ مراد آباد میں متوطن ہو گئے
 تھے کیونکہ انہوں نے اپنا یہ دیوان مراد آباد ہی میں مرتب کیا ہے اور تاریخ اختتام
 ۹۔ جون ۱۸۹۹ء درج ہے۔ برشتہ نے مرزا غالب کے انتقال پر دو قطعات
 تاریخ تحریر کئے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

تاریخ وفات مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب دہلی۔

وحید زماں مقاصد دہلی میں غائب

وہ معنی سرا اٹھ گیا ہائے وصال

برشتہ کھو بہر تاریخ مصرع

”سخن کا مزہ اٹھ گیا ہائے وصال“

نہ اس معرکے ۱۸۸۳ء ہوا نہ ہوا ہے اور اگر تادمے کے خلاف جہزہ کا ایک عدد بھی شامل کر لیا
 جائے تو ۱۸۸۳ء ہوجائے یہ یقین اس بے نامہ لک کے ساتھ گزرائے ”کروائے“ نہ بدل دی تو ۱۸۸۳ء
 ہوجائے یہی

دیگر

اٹھ دنیا سے کیا مرزا نے غالب
جہاں سے اٹھ گئی شیریں زبانی
بروز نے لکھی تاریخِ رحلت
موا ہے سعدی شیراز ثنائی

۵۱۳۸۵

(۳)

ذیل میں چند قطعات تاریخ اور بھی پیش کیے جا رہے ہیں جو مطلوبہ ہیں لیکن
عام نگاہوں سے اوجھل ہیں :

تاریخِ وفات مرزا اسد اللہ خاں غالب ملقب بہ نوشہ
کمرن شاعری میں بکتا بلکہ حدیم المثل تھے
از محمد علی جوہر

غالب جو ازہی جہان گزراں
شد داخلِ غلہ ہر ملک گفت
تاریخِ وفات از ازہی جوہر
”تاج سرشاعراں“ فلک گفت

(۴)

تاریخِ وفات مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی صانغ اللہ بالمعطرہ
از منشی اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی

آں غالب دہلوی کلیمِ دوریں سلطان سخن غلام آلِ یسین
در نظم و زبان فارسی نای دہر در نثر بوند افادات سبکین
برداشتہ رقت ازہی سر لے فانی یارب برسانیش بفر دوس ہرین

”تاج سرشاعراں“ سے ۱۳۸۶ء بمآد جڑتے ہیں۔

”نظم منیر“ (مطبع سعیدی رام پور) ص ۱۷۰

دنیاست سیاہ دیدہ اہل سخن
تاریخ وفات اور چینی گفت میر
در برج لحد چ رفت آن ہر مہیں
آہ افصح عصر وحیف ثنائی حزیں
۱۲۸۵ھ

(۵)

قطعات لے تاریخ وفات نواب اسد اللہ خاں غالب دہلوی
از منشی دبی پر شاہ و سحر بدایونی لے

حیف کہ غالب زہاں رخت بہت بود کیے شاعر با علم و فضل
مرد چہ او ایں ہمہ بے جاں شہند شعرو سخن انشرو منہ علم و فضل

۵۰۰ + ۱۱۰ + ۲۵۰ + ۲۰۵ + ۱۱۰ + ۱۱۰ = ۱۲۸۵ھ

۹

تھا شاعر نامی بھی اب دنیا میں
افسوس یہ ہے کہ مر گیا غالب بھی
ہے سحر، مصرع مرے لب پر جاری
دنیا سے آج چل بسا غالب بھی

۱۲۸۵ھ

مر گیا غالب جو لائٹا تھا شاعر ہند میں
لے گیا دنیا نے دوں سے حسرتیں کیا کیا دریغ
لکڑی میں اے سحر میں جھٹا ہوا تھا ناگہاں
یہ ندا آئی لکڑی سے "ولے واویلا دریغ"

۱۲۸۵ھ

لے علامہ برہم پور خان سحر سحر سحر دہلیات سحر نزل کشور پریس کان پور ۱۹۶۴ء ۳ ۱۱۱
لے منشی دبی پر شاہ و سحر ۲۴ دسمبر ۱۸۸۳ء کراچی میں پیدا ہوئے رکتب مشاغلہ مولوی
طاہر الدین فرشتوری سے پڑھیں۔ ڈیپٹی انسپکٹر مدرسی رہے تصنیف و تالیف کا ذوق تھا
مشہور کتابیں یادگار ہیں۔ "تشنہ" میں فوت ہوئے۔

(۶)

قطعه تاریخ وفات مرزا غالب و حلوی -

از مفتی محمد حسن خاں بریلوی صدر الصدور -

غالب کہ بود پیر معانی سمندوری زین دہر چوں بدار سلامت گرفت راہ
ساغر شکست و میکہ شعر شد خراب مینا گریست زار کہ " غالب ہمد آہ "

۱۲۸۵ھ

(۷)

قطعه تاریخ از مولوی عبدالکیم جوش

آقا احمد علی مصنف ہفت آسمان گھنٹے میں تھے

مولوی عبدالکیم جوش تخلص مدرس اسکول میرٹھ، تاریخ وفات او کہ در سبند

یک ہزار و دویسہ و ہشتاد و پنج واقع شدہ جنس یافتہ

مرد بیہات میرزا نوشہ ۱۲۸۵ھ

(۸)

شش الملک مظفر الدین حیدر خاں بہادر مظفر جنگ

شعر

سال میلاد اوست لفظ " غریب " ۱۲۱۲ھ

سال فرشتہ ہمد آہ " ۱۲۸۵ھ

تاریخ وفات مرزا اسد اللہ خاں غالب

از سید آل محمد مارہروی -

(۱)

۱۔ چستان سخن از مفتی محمد حسن خاں بریلوی رفقاء عام گورکھپور ۱۹۰۸ء ص ۲۱

۲۔ ملاحظہ ہو " ہفت آسمان " از آقا احمد علی ایٹیک حوسنائی آن جنگال کلکتہ ۱۹۰۳ء ص ۴۱

مناسب میرزا نوشہ صد افروسی ہونے دار فناء سے رہ گیا آج
 گھوڑے آل محمد سال منقطع کر رکھ حافض و طالب مرا آج
 تاریخ وفات سر شاعر نامی بصنعت زب و بینہ ۱۲۸۵ھ

(۲)

سر شاعر زوال آمد بیک حال کہ خند از شرفاں چوں اصفہاں بود
 یکے آن غالب استاد لسانین کہ او خود پیر و شعر او جواں بود
 دوم زمانہا سرور استاد بود کہ شعر او سرور افزائے جاں بود
 سوم شاعر خلیل مرغیہ گو کہ در ملک سخن صاحبقران بود
 چہ عالم ز فوت ایں سر شاعر پراں فریاد و از شود و فقاں بود
 زب و بینہ از بہر تاریخ فراہم شد زوال شاعران بود
 ۱۲۸۵ھ

ولیکن باز یہ بینہ باہم سر حزن و یکا شامل ہاں بود

(۳)

غالب کہ بشعر فارسی در عہدش لفاظی او بود و ہم عنانش لافظ
 تاریخ مسیحی پے سال نقلش از آل محمد است فخر حافظ
 ۱۸۶۹ء

(۴)

حیف رفت آنکہ از کلامش بود آشکارا معانی سعدی
 در میادین نظم و نثرش داد طالعش ہم عنانی سعدی
 ہر کہ دیوان او مطالعہ کرد یافت شیریں بیانی سعدی
 بود در ہند بعد مرگ حزنی حق او ہم زبانی سعدی
 ہر نیساں کلک در سنگش درشت مگر ہر نشانی سعدی

سعدی از زندہ ہوسے او سخن
 ساختی میزبان سعدی
 صحبت پر افادتش دادی
 یاد از کلمتہ دان سعدی
 متبع راز خواندن شعرش
 لذت شعر خوانی سعدی
 از جوان فکرش قابل داشت
 پریش با جوانی سعدی
 در اقلیم نظم بر تاشش
 سکے حکمرانی سعدی
 ہر ذات بلاغت آیاتش
 در زمانہ نشانی سعدی
 گفت آں محرمش تاریخ
 رنگ جامی و نشانی سعدی
 ۱۲۸۵ھ

تعمیر مزار

امتداد زمانہ سے مرزا غالب کی قبر شکستہ و ریخت ہو گئی تھی۔ اس کی حالت
 بہت خراب و خستہ تھی۔ تعمیر کے سلسلہ میں بعض موقر اخبارات میں تحریک بھی ملی۔ چنانچہ
 سب سے پہلے مولانا محمد علی جوہر نے ۱۹۱۱ء میں اس بارے میں آواز اٹھائی کہ اس کے
 بعد درگاہوں نے بھی اس بات کو آگے بڑھایا۔ یہیں مولوی نظام الدین حسین نقاشی بلوچی
 ایڈیٹر ذوالقرنین بدایوں ۱۹۱۱ء کا ایک اعلان طلبے جس کو ذیل میں پیش
 کیا جا تا ہے۔

مرزا غالب کے مزار کی مرمت

• کمی مرتبہ ملک کے بعض معزز اخبارات نے مرزا غالب مرحوم کی قبر
 کی مرمت کی آواز اٹھائی ہے لیکن افسوس کہ اب تک اس کے متعلق کوئی
 عمل کارروائی نہیں ہوئی، مرزا مرحوم کا مزار جو ابھی بالکل بے نشان
 نہیں ہوا اور جو ایک مشہور و مقدس درگاہ کے احاطہ کے اندر

واقعہ ہے اس کی مرمت ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں اور نہ اس کے لئے کسی خاص چندے اور بڑے بڑے عطیوں کی ضرورت ہے۔ تمام چندستان میں ولیدگان کلام غالب تھوڑا تھوڑا چندہ دیں۔ جب بھی کام آسانی سے پورا ہو سکتا ہے میں اپنی طرف سے اردو دیوان غالب کے خاص ایڈیشن کی بقیہ ۳۰۰ (جلد ہی) اس ضروری کام کے لئے اس طریقہ سے پیش کرتا ہوں کہ وہ تمام ارباب دروہاس جو مرزا غالب کی یاد کو زندہ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں احازت دیں کہ ایک روپیہ آٹھ آنے میں اردو دیوان غالب کا خاص ایڈیشن بذریعہ وی۔ پی۔ ان کے نام نامی پر بھیج دیا جائے اور جس وقت یہ سب کتابیں فروخت ہو جائیں تو کل روپیہ حضرت خلیق دہلوی یا کسی دوسرے دوست کو جو دہلی میں مقیم ہوں، سپرد کر دیا جائے کہ وہ اس تاجدارِ سخن کے ٹوٹے ہوئے سزار کی جس کا نظارہ اہل نظر اہل دل کے لئے ایک عبرتناک سین کا کام دیتا ہے، مرمت کر کے آثارِ سلف کی بقا و حفاظت کے فرض کفایہ کو انجام دیں۔

خاکسارِ نظامی حفیظہ ایڈیٹر ذوالقرنین دہلی۔

معلوم ہوتا ہے کہ نظامی مرحوم کی اس پیش کش کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ان کی یہ اپیل ماہنامہ عبرت، نجیب آباد میں شائع ہوئی تھی، بشیر الدین دہلوی مولف واقعات دارالحکومت دہلی، ۱۹۱۹ء میں لکھتے ہیں۔

انتابٹا نامی گرامی شاعر اور اس کی قبر حجاج یادگار زمانہ ہوتی اس کس مہر کی حالت میں ہے۔ ولئے برقم! اس سے معلوم ہوا کہ نفسِ نفسی کا معاملہ ہے یہاں رقم و دم خاک بھی نہیں، غالب کے ایک نہیں دو نہیں، ہزاروں خاکِ رستے۔ جن میں سے اب بھی

بہت سے کھاتے پیتے خوشحال ہیں۔ جن کو دوسری غالب سے تلخ کا ہے
 اگر حضورِ مقدس بھی دیتے تو قبر کی یہ حالت نہ ہوتی۔ کچھ دن ہوئے ہاں
 کو دوسری میں ابال آیا تھا، غفلت سے سنا تھا کہ غالب کی قبر پر رہے چند
 ہر دہائی سے اللہ کچھ چند ہوا بھی مگر جس طرح مسلمانوں کے اور کام
 اینڈ نہ جانتے ہیں، یہ دفتر بھی گاؤں خود ہو گیا۔ خیر ان کی کوئی یادگار
 بنانے یا نہ بنائے ان کا کلام اور ان کی تصانیف ایک ایسی دائمی یادگار
 ہے کہ ابد الابد تک رہے گی۔ قبر پر یہ کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ اوپر یہ غالب کی قبر ہے ورنہ کوئی جانتا بھی نہ کہ یہ قبر ہے بہا کہاں
 رک گیا۔

شک عری و فخر طالب مرد . امد اللہ علی غالب مرد

کل میں غم داندہ میں با خاطر محزون
 مختار بت استاد پہ بیٹھا ہوا غمناک
 دیکھا جو مجھے فکر میں تارکے کی مہر و ج

ہاتھ نے کہا "کج معانی ہے تہ خاک" ۱۲۸۵ھ

پھر ۱۹۳۵ء میں یہ تحریک نہایت نعل کے ساتھ اٹھی اور آخر ۱۹۵۵ء میں مزار
 غالب کی قبر کی مرمت و تعمیر کا کام انجام کو پہنچا اور اس کا افتتاح ۱۵۔ فروری ۱۹۵۵ء
 کو ہوا جہاں کی وفات کا دن ہے

علامہ اقبال 'غالب کے مزار پر :

دو گاہ نظام الدین اولیاء میں غالب کا مزار جو ملے کی وجہ سے اکثر لوگ غالب کے
 مزار پر غلط خوانی کے لئے پہنچتے ہیں، چنانچہ جب علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے سناڑ ہیں

نہ غالب سوسائٹی ان ملک رام ماہنامہ "آج کل" دہلی مارچ ۱۹۵۸ء

ہوئے تڑپے ونگاہ نظام الدین اولیا میں حاضری دی اور پھر مرزا غالب کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ اس فاتحہ خوانی کا ذکر شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

”چلتے چلتے مرزا غالب کے مزار پر بھی گزر ہو گیا اور ایک ایسا نظارہ دیکھا، جو وفات غالب سے لے کر آج تک کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ حبیب ہم قبرستان کے احاطے میں ناقابل برداشت تیزی تھی۔ اول چند مغل امرا کی قبروں کو پا مال کرنا چاہا جو مرقد غالب کے رستے میں حائل تھیں۔ اس کے بعد ہم خاک کے اس ڈھیر پر پہنچ گئے جس کے نیچے گنج نعمانی دفن ہے۔ مرزا غالب کا آدھا چہرہ مٹی میں پوشیدہ تھا۔ ہم اس درخت ایک کچی دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ یہ چھوٹی سی دیوار غالب کے دائیں پہلو میں اس اور چپ چاپ کھڑی تھی۔ اس نے باوجود بے سرو سامانی ہم پر سایہ ڈالا اور مرنے والے غالب کی طرف سے میزبانی کی۔ نیرنگ و اقبال پر اس میں کا اتنا اثر تھا کہ افسروں کے عالم میں خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے ویسی ہی ’اکرام‘ نذر محمد نور الدین حسن نظامی کی حالت تھی اور مزار کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ یکایک ولایت نے غالب کا یہ شعر پڑھا۔

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں

اٹھے بس اب کہ لنتِ خواب سحر گئی

سب پازخو و رنگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ خاص کر اقبال

مجموع محبوب کمرشعر کی ہنکار کرتے تھے۔ اس پر حسرت و پر حسرت ہیں

لے اظہارِ وطن لاہور، ۱۹۰۵ء روز جمعہ مطابق ۱۳۲۳ھ ۵ جلد ۵ شمارہ ۸۶۳۵

نیر دیکھنے غالب، ام آدم الانام، سیتا پوری (لاہور ۱۹۸۹ء) صفحہ ۲۱۵۔

کا بہت جلد خاتمہ ہو گیا اور ہم غالب کو کیلا چھوڑ کر چلے آئے۔
 اب خواجہ حسن نظامی کے رفیق حضرت ملا واحدی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیے۔
 ”والہی میں پارٹی مرزا غالب کی قبر پر ٹھہری۔ میر نیرنگ قبر کی لوح کو چپتے
 بیٹھے تھے، اقبال وائیں جانب عالم غوریت میں تشرف فرماتے،
 تبرک کا چہند تھا ہوا بند تھی اور دھوپ بڑی تیز، لیکن کسی کو گرمی کا
 احساس نہ تھا۔ ولایت بولا: حضور! اجازت ہو تو مرزا غالب کی
 غزل پیش کروں۔ سرود بہشتاں یاد دہانید، یہاں کسے عند تھا
 چنانچہ اس نے کہنا شروع کیا۔

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
 دوزل کو اک ادا میں رضا مند کر گئی
 غزل کسان دوشعروں نے حاضریں میں بھیل پیدا کر دی۔ دیکھئے کس قدر برعل تھا۔
 اڑتی بھرے ہے خاک مری کوئے یار میں
 بارے اب اسے ہوا ہوس بال و پر گئی
 وہ بادۂ شہانہ کی سرمستیاں کہاں
 اٹھے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی
 ولایت نے غزل ختم کی اور پارٹی جوش بجا کر کے چلنے کے لئے اٹھی۔ اقبال نے
 جوش حسدیت میں غالب کی لوح مزور کو بوسہ دیا اور شہر کا راستہ لیا۔

کتابیات

- ۱۔ آب حیات - محمد حسین آزاد، کتاب منزل لاهور ۱۹۵۰ء
- ۲۔ شہزادہ کے بچاؤ شعرا - امداد صابری (مطبوعہ دہلی)
- ۳۔ آثار الصنادید - سر سید احمد خاں، ریاست نیشنل سوسائٹی، کراچی
- ۴۔ آثار غالب - ریاضی عبد اللہ دود، علی گڑھ میگزین ۱۹۴۸ء
- ۵۔ اخبار الصنادید (دو جلد) حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، نو کشور پریس لکھنؤ ۱۹۵۸ء
- ۶۔ اخبار امداد ہرہ (دو جلد) بہاؤ الدین مادیروی (ملوکہ حاجی محمد زہیر کراچی)
- ۷۔ اردوئے معلیٰ - اسد اللہ خاں غالب، اکمل المطابع، دہلی ۱۸۹۱ء
- ۸۔ اردوئے معلیٰ - اسد اللہ خاں غالب، مطبع مجیدی کراچی ۱۹۳۳ء
- ۹۔ اسرار حسن - محمد احسن بلگرامی، قومی پریس لکھنؤ ۱۹۰۳ء
- ۱۰۔ اشاریہ غالب، سید معین الرحمن، لاهور ۱۹۶۹ء
- ۱۱۔ اصح التواریخ (دو جلد) مولوی محمد میاں مادیروی، خانقاہ برکات مارہرو ۱۳۴۷ھ
- ۱۲۔ احوال نامہ - سر رضا علی، دہلی ۱۹۴۳ء
- ۱۳۔ اکمل التاریخ (دو جلد) مولوی محمد یعقوب خیار القادری بدایینی، مطبع نادری بدایین ۱۹۱۹ء
- ۱۴۔ المیزان القاطع علی غلام الانوار ساطع، مولوی خلیل احمد، مطبع بلالی سادھوٹہ
- ۱۵۔ المشاہیر فیض احمد، نای پریس میرٹھ ۱۹۰۰ء
- ۱۶۔ انتخاب نذری، سر سراس مسعود، نقلائی پریس بدایین ۱۹۲۱ء
- ۱۷۔ انتخاب غزلیات غالب، سر شاہ سلیمان، نقلائی پریس بدایین ۱۹۲۵ء
- ۱۸۔ انتخاب یادگار - منشی امیر احمد مینائی، لکھنؤ ۱۲۹۹ھ
- ۱۹۔ انساب شیعہ فرشتوری - مولوی رضی الدین بھٹی، لکھنؤ پریس شاہ آباد ضلع ہرگڑا
- ۲۰۔ انوار العارفین، مولوی محمد حسین قدوسی، مطبع صدیقی بریلی ۱۲۹۹ھ
- ۲۱۔ انوار ساطع در بیان مولود و فاتحہ، مولانا عبد المسیح بیگ، مطبع نفیس مراد آباد
- ۲۲۔ آئین اکبری - ابوالفضل ربیع سر سید احمد خاں، مطبع اسماعیل دہلی ۱۲۶۴ھ
- ۲۳۔ آئینہ دلدار، ابرار علی بدایینی، انجمن پریس کراچی ۱۹۵۶ء
- ۲۴۔ باغی ہندوستان، محمد اشاد خاں شردانی، سریندر پریس بجنور ۱۹۳۶ء

- ۲۵۔ جہاں شاہ ۱۸۵۵ء میں۔ محمد سلیمان جہاںپوری۔ رئیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۶ء
- ۲۶۔ ہرکات۔ امیرہ۔ حفیظ احمد بدایونی۔ نوکشتورپریس کھنڈو
- ۲۷۔ بزم سخن۔ قواب علی حسن خاں۔ مطبع شاہجہان بدایوں ۱۲۹۵ھ
- ۲۸۔ بوستان اودھ۔ راجندر گکاپرشلو۔ کھنڈو ۱۹۸۶ء
- ۲۹۔ بیاض ملاقات بخش (خطی) (ملکوک حکیم عبدالغفور ساکن آنور ضلع بریلی)
- ۳۰۔ بیان مولانا محمد عرفین مراد آبادی (خطی) (مولانا محمد عرفین کراچی)
- ۳۱۔ تاریک پنجاب کھنڈ احباب۔ مفتی عبدالکریم۔ مطبع محمد حسین کھنڈو ۱۳۲۵ھ
- ۳۲۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ عبدالعزیز قاسمی۔ مکتبہ علم و فکر کراچی ۱۹۶۳ء
- ۳۳۔ تاریخ جہولہ۔ مولوی خادم علی۔ نوکشتورپریس کھنڈو ۱۸۶۷ء
- ۳۴۔ تاریخ قنوج (خطی) قواب صلیحی حسن خاں شروانی کلکتہ، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ
- ۳۵۔ تذکرہ آب بقا۔ خواجہ عبدالرحمن عسکری۔ کھنڈو ۱۲۴۸ھ
- ۳۶۔ تذکرہ ریاض الفردوس۔ مولوی محمد حسین خاں۔ لاہور ۱۹۶۸ء
- ۳۷۔ تذکرہ شمیم سخن (جلد اول) مولوی عبدالکلی صفادایونی۔ مطبع امداد الہند مراد آباد ۱۳۸۹ھ
- ۳۸۔ تذکرہ طبقات الشعراء۔ قدس اللہ شوق (مرتبہ شاکر احمد فاروقی، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۷ء)
- ۳۹۔ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ مولوی محمود احمد قادری رضا نقاش قلعہ اسلام آباد ہجراتی پریس ۱۳۸۸ھ
- ۴۰۔ تذکرہ علمائے عال۔ مولوی محمود اربین نگرانی۔ نوکشتورپریس کھنڈو ۱۸۶۷ء
- ۴۱۔ تذکرہ علمائے ہند در رحمان علی (ترجمہ در سنہ ۱۰۷۰ بپاکستان ہند بکلی موسیقی کراچی ۱۹۶۷ء)
- ۴۲۔ تذکرہ کاظم رام پور۔ حافظ احمد علی خاں شوق۔ دہلی ۱۹۲۹ء
- ۴۳۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری، محمد علی حیدر۔ کھنڈو ۱۹۳۷ء
- ۴۴۔ تذکرہ نادر مرزا کلب حسین نادر۔ در تہ مسعود حسن رضوی) کھنڈو ۱۹۵۶ء
- ۴۵۔ تذکرہ الواصلین۔ مولوی رضی الدین بسمل مفتی کلاب سنگھ اینڈ سنز پریس کھنڈو ۱۳۱۸ھ
- ۴۶۔ تذکرہ الواصلین۔ مولوی رضی الدین بسمل۔ نظامی پریس جہاںپور ۱۹۳۵ء
- ۴۷۔ تشریح الانساب (خطی) مولوی ضیاء اللہ بھگوانی (ملکوک مظہر الرحمن بھگوانی) کراچی
- ۴۸۔ تفسیر ابرار۔ مولوی امیر الدین۔ دہلی ۱۳۲۵ھ
- ۴۹۔ تخلص غالب۔ شاکر احمد فاروقی۔ مکتبہ شاہراہ دہلی ۱۹۶۶ء
- ۵۰۔ تخلص غالب۔ شاکر احمد فاروقی۔ کتابیات شاہراہ لاہور ۱۹۶۶ء

- ۵۱ - خلاصہ غالب - ملک رام - مرکز تصنیف و تالیف لکھنؤ ۱۹۵۵ء
- ۵۲ - جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات) محمد یوسف قادری - پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۷۰ء
- ۵۳ - جہانزادہ امیر اہل حقین فاروقی اٹاؤدہ ۱۹۵۶ء
- ۵۴ - جلوہ خضر (حصہ دوم) صفیر احمد بلگرامی آرمہ ۱۸۸۵ء
- ۵۵ - جہان غالب - گوشت چاند بوری - مکتبہ کائنات لاہور ۱۹۶۶ء
- ۵۶ - چشتیان سخن - مفتی محمد حسن خان - مطبع رفقاء عام گورکھ پور ۱۹۵۸ء
- ۵۷ - حدائق بخشش - مولانا محمد رفیع خاں بریلوی - انزہریک راجپوت
- ۵۸ - حمد باری - مولانا عبدالسمیع بیگل - مطبع حقیقی دہلی ۱۹۱۵ء
- ۵۹ - حیات جاوید - الطاف حسین حالی - پنجاب اکادمی لاہور ۱۹۵۶ء
- ۶۰ - خاندان ہرکات - مولوی محمد میاں مارہروی - صفی پریس بریلی ۱۹۶۵ء
- ۶۱ - خاندان ہرکات - مولوی محمد میاں مارہروی (طبع اول) ۱۹۵۱ء
- ۶۲ - خطوط غالب (دو جلد) اسد اللہ خاں غالب دور تحفظ نام رسول تبرکات بنگلہ لاہور
- ۶۳ - ختم خانہ جاوید (جلد چہارم) لالہ سری رام - دہلی ۱۹۶۶ء
- ۶۴ - داستان تاریخ اردو - حامد حسن قادری - آگرہ ۱۹۳۱ء
- ۶۵ - ذوق الاولام فی فضل خیر الانام - مولانا عبدالسمیع بیگل - مطبع محمد شفیع بکھنور
- ۶۶ - دستور اسد اللہ خاں غالب - روہیل کھنڈ ڈگری سوسائٹی بریلی ۱۹۵۱ء
- ۶۷ - دیہ دور یافت - بخش بدایینی - روشن پبلی کیشنز بدایین ۱۹۸۱ء
- ۶۸ - دیوان ہرشتہ (خطی) فضل حسین ہرشتہ - ملوکہ محمد ایوب قادری - کراچی
- ۶۹ - دیوان تنہا (خطی) مولوی محمد حسین تنہا مراد آبادی (ملوکہ مولوی محمد الطہر نعیمی کراچی
- ۷۰ - دیوان قرار کج - سید آل محمد مارہروی - مطبع فردا لاہور ۱۹۸۵ء
- ۷۱ - دیوان رسوا - احمد حسن رسوا - فوگٹشو پریس لکھنؤ ۱۸۹۸ء
- ۷۲ - دیوان عرش (خطی) افتخار الدین عرش فاروقی (ملوکہ سید الطاف علی بریلوی کراچی -
- ۷۳ - دیوان غالب اسد اللہ خاں غالب - نظامی پریس بدایین ۱۹۱۵ء
- ۷۴ - دیوان غالب اسد اللہ خاں غالب - نظامی پریس بدایین ۱۹۱۵ء
- ۷۵ - دیوان غالب - اسد اللہ خاں غالب - نظامی پریس بدایین ۱۹۲۳ء
- ۷۶ - دیوان غالب (نسخہ حمید) اسد اللہ خاں غالب - سجاد پال ۱۹۳۱ء

- ۷۷۔ دیوان غالب (نسخہ خوشی) اسد اللہ خان غالب ناظمی ترقی داد و دہندہ علی گڑھ ۱۹۵۵ء
 ۷۸۔ دیوان غالب نسخہ طاهر اسد اللہ خان غالب راجپور ۱۹۶۹ء
 ۷۹۔ دیوان غریب - مطبع نکتہ فتح گڑھ ۱۳۸۳ھ
 ۸۰۔ دیوان معروفہ غالب ایچ بخش معروفہ وترتہ مولوی عبدالحمید بریلوی (نظای پریس بریلوی)
 ۸۱۔ ذکر غالب - مالک رام - مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۶۳ء
 ۸۲۔ ذوقی - سوانح و انتقاد - ذکر کثرت نثر احمد علوی - مجلس ترقی ادب راجپور ۱۹۶۳ء
 ۸۳۔ راحت القلب فی مولد المہرب - مولانا عبدالسمیع پٹیل - مطبع محب کشور ہند میرٹھ ۱۳۹۰ھ
 ۸۴۔ درجہ شمع محمدانہ غفرانی کی کشتی کا سفر نساجہ س چار دہم درجہ بی مطبع سفید عام آگرہ ۱۹۱۰ء
 ۸۵۔ درجہ شمع کشتی خواستگار ترقی تعلیم صلاخان مرتبہ سرسید احمد خاں، بنارس ۱۸۹۴ء
 ۸۶۔ رسالہ مولوی سلطان حسن بریلوی (ترقی سوانح مرزا آبادی) (مطبع شملہ طور کانپور ۱۳۸۵ھ)
 ۸۷۔ رفعات درجہ شمع کشتی حیات حسین درجہ شمع (ترتہ حامد سعید خاں مولوی) (نظای پریس بریلوی)
 ۸۸۔ روضہ کلام غالب - مرزہ عزیز بیگ سہارن پوری - نظای پریس بریلوی -
 ۸۹۔ روز بروز خوشی (ذکر) محمد مظفر حسین مہتا - جھڑپال ۱۳۹۰ھ
 ۹۰۔ سید باغ دور رس اسد اللہ خان غالب وترتہ اشیا زملی خوشی ناظمی ترقی داد و دہندہ علی گڑھ ۱۹۵۵ء
 ۹۱۔ سیر سامری و طامات سامری (دیوان) اکبر خوشی و بی بی شاد کوثر جالپوٹی (ذکر کشور پریس) لاہور ۱۹۶۳ء
 ۹۲۔ سخن شعرا - عبدالغفور نساجہ - ذکر کشور پریس لکھنؤ ۱۳۹۱ھ
 ۹۳۔ سرکشی فتح بجزور سرسید احمد خاں - سلمان اکبر می کراچی ۱۹۶۲ء
 ۹۴۔ سلسلہ عالیہ حکیم غیاث حسین امجد پوری تصحیح و اضافہ خوشی فیضی احمد مطبع انجمن بریلوی ۱۳۰۷ھ
 ۹۵۔ سیرت حاجی ابدال اللہ ابدال کے خلفاء مولوی ابدال حسامی دہلی ۱۹۵۱ء
 ۹۶۔ سیرت فریدیہ سرسید احمد خاں وترتہ حکیم محمود احمد برکاتی (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۹۳ء)
 ۹۷۔ شرح دیوان غالب - یوسف سلیم شتی - عشرت پیشنگ ڈاکٹر لاہور ۱۹۵۹ء
 ۹۸۔ شمع انجمن - نواب صدیقی حسن خاں - مطبع شاہجہانی جھڑپال ۱۳۱۳ھ
 ۹۹۔ صبح گلشن - نواب علی حسن خاں - مطبع شاہجہانی جھڑپال ۱۳۹۵ھ
 ۱۰۰۔ طبقات الشعراء - کریم الدینی - دہلی ۱۸۴۸ء
 ۱۰۱۔ طوابع الانصار مولوی نواز انجمن جالپوٹی - مطبع صبح صادق سینا پور ۱۳۸۹ھ
 ۱۰۲۔ علم و عمل (ذکر) محمد اکبر خاں (ترتہ محمد حبیب قادری آل پاکستان) (کوشش ہائے نثری)

- ۱۰۷۔ محمد مسکّر زب انکم الدردیر بحرغان مرقدہ مرتبہ خواجہ احمد قادری (دہلی سنہ ۱۹۶۱ء)
 ۱۰۸۔ عبدالحکیم سیاحی علی احسن تھاقفی تاریخ معنی دلی اللہ برحق عروج بگدی ہلال پاکستان ایکشن کنوینشن
 ۱۰۹۔ عیاد الشوارہ - خوب چند ڈکھا - (فوٹو اسٹیٹ کاپی) انجمن ترقی اردو کراچی ۔
 ۱۰۶۔ عین الانسان نکاحی علی احمد محمود اللہ جالونی - دکنڈہ پریس پبلیشنگ -

۱۰۷۔ غالب - غلام رسول قہر - لاہور سنہ ۱۹۶۳ء

۱۰۸۔ غالب - شاعر سرور و فروزا ڈاکٹر فرحان فتح پوری لاہور سنہ ۱۹۶۴ء

۱۰۹۔ غالب نامہ الشیخ محمد اکرام - لاہور سنہ ۱۹۶۳ء

۱۱۰۔ غالب نامہ آدم - نادم سیتا پوری - لاہور سنہ ۱۹۶۳ء

۱۱۱۔ غالب کافی - ڈاکٹر عبادت بریلوی - لاہور سنہ ۱۹۶۹ء

۱۱۲۔ غالب کی نادر تحریریں - ڈاکٹر خلیق انجم - دہلی سنہ ۱۹۶۱ء

۱۱۳۔ غالب کے لطیفہ یعنی نظام اللہ شہابی - سہلی پبلشنگ ہاؤس دہلی سنہ ۱۹۶۱ء

۱۱۴۔ غویات معروف (خطی) زب ابی بخش معروف و معلو کہ محمد ایوب قادری کراچی (

۱۱۵۔ غیاث اللغات - مولوی غیاث الدین رام پوری - مطبع میر حسن رضوی کھنڈہ سنہ ۱۹۶۷ء

۱۱۶۔ غیاث اللغات - مولوی غیاث الدین رام پوری - فرنگشور پریس کانپور سنہ ۱۸۶۳ء

۱۱۷۔ غفرانی مولود و عرس وغیرہ - مطبع گلزار احمدی مراد آباد

۱۱۸۔ غریب خطوط کتب خانہ شاہ جنگ مرتبہ نصیر الدین ہاشمی - حمید آباد دکن سنہ ۱۹۵۷ء

۱۱۹۔ فیضان قدسی - مولانا عبدالمسیح بیگل - خواجہ بک ٹیپو دہلی سنہ ۱۹۶۶ء

۱۲۰۔ فی موس المشاہیر (دو جلد) نظامی جالونی - نظامی پریس جالونی سنہ ۱۹۱۵-۲۶ء

۱۲۱۔ قرآن کریم (مطبوعہ باہتمام ممتاز علی) مطبع مجتبیٰ میرٹھ سنہ ۱۲۸۳ھ

۱۲۲۔ قرآن کریم - (مطبوعہ باہتمام ممتاز علی) مطبع مجتبیٰ میرٹھ سنہ ۱۲۹۳ھ

۱۲۳۔ کاشف الاستاد (خطی) شاہ حمزہ مارہروی و معلو کہ محمد ایوب قادری کراچی (

۱۲۴۔ کشف المستوری فی حل نظام الدین قاری - تربیاتی قلمندہ مرتبہ امجد علی علیہ السلام المطابع کھنڈہ سنہ ۱۳۳۳ھ

۱۲۵۔ کلیات شرف غالب - اسد اللہ خاں غالب - فرنگشور پریس کانپور سنہ ۱۸۷۵ء

۱۲۶۔ کلیات غالب فارسی (جلد اول) مرتبہ یعنی حسین قاضی - مجلس ترقی ادب لاہور سنہ ۱۹۶۶ء

۱۲۷۔ کنز الدیر (رضی الدین بیگل جالونی سنہ ۱۹۶۵ء

۱۲۸۔ محل رحنا - حکیم عیدالسی - دار المصنفین انکم گڈہ سنہ ۱۳۵۰ھ

- ۱۲۶۔ گلشنِ بختار۔ تراب مصطفیٰ خاں شیفہ۔ لکھنؤ ۱۹۹۱ء
- ۱۲۷۔ گلشنِ حبیب۔ نصر اللہ خاں غوثیلک۔ انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۹۶ء
- ۱۳۱۔ ماسٹر صدیق مواب علی حسن خاں۔ نو کشتورپس لکھنؤ ۱۹۲۳-۲۵ء
- ۱۳۲۔ مشتو کی دھلے صباغ۔ اسد اللہ خاں غالب۔ نظامی پریس جاپور ۱۹۵۰ء
- ۱۳۳۔ مراثِ خیال (روایان شعری) مطبعِ مباحث چند امرتسر ۱۹۳۳ء
- ۱۳۴۔ مسلم شعرائے بہار (حصہ سوم) حکیم اسماعیل ہندوی۔ کراچی
- ۱۳۵۔ مجمع المطبوعات العربیہ العربیہ (جلد اول) مصر ۱۹۳۶ء
- ۱۳۶۔ مکتبِ غالب۔ اسد اللہ خاں غالب (ترجمہ) استاذ علی غوثی۔ رام پور ۱۹۴۹ء
- ۱۳۷۔ مکتوباتِ جعفری و خلی (سید جعفر حسین دیوبندی) مملوکہ محراب قادی، کراچی۔
- ۱۳۸۔ معلقظات و طلیحات ذائق میاں۔ مرتبہ انصار علی دیوبندی۔ امیرالاقبال پریس جاپور
- ۱۳۹۔ مرثیہ نافعہ احمد دیوبندی۔ محمد امین قادری۔ پاک اکیدھی کراچی ۱۹۵۱ء
- ۱۴۰۔ موسیٰ۔ غالب علی خاں خاٹک۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۴۹ء
- ۱۴۱۔ مونس الزکری۔ شیخ اللہ بخش گڑھ مکیشی۔ مطبع سوسائٹی بریلی ۱۹۳۷ء
- ۱۴۲۔ میری سرگزشت۔ برہیس احمد میری۔ کراچی ۱۹۴۳ء
- ۱۴۳۔ نادراتِ غالب۔ مرتبہ آفاق حسین کراچی ۱۹۳۹ء
- ۱۴۴۔ ناسر کے فارسی غالب۔ سید اکبر علی ترمذی۔ غالب اکیدھی بریلی نو ۱۹۶۹ء
- ۱۴۵۔ نذرِ عشق۔ مرتبہ مالک رام۔ بریلی ۱۹۳۵ء
- ۱۴۶۔ نوبتہ الزاھر (جلد ہفتم) حکیم عبدالغنی۔ دائرہ المعارف حیدرآباد
- ۱۴۷۔ نظامی دیوبندی۔ محمد احمد کاکلی۔ نظامی پریس جاپور ۱۹۳۹ء
- ۱۴۸۔ نظمِ منیر (کلیاتِ منیر) منیر شاہ آبادی۔ مطبع سیدی رام پور
- ۱۴۹۔ نکاتِ غالب۔ نظامی دیوبندی۔ نظامی پریس جاپور ۱۹۳۰ء
- ۱۵۰۔ نقد و نظر۔ حامد حسن یادوی۔ آگرہ ۱۹۳۶ء
- ۱۵۱۔ نقشِ آزاد۔ مرتبہ غلام رسول قمر۔ کتاب منزل لاہور ۱۹۵۹ء
- ۱۵۲۔ نورِ مدائح حضور۔ مولوی غلام شہر دیوبندی۔ امیرالاقبال پریس جاپور
- ۱۵۳۔ پنج الاصب۔ حکیم نجم الغنی خاں رام پوری۔ نو کشتورپس رام پور ۱۹۱۹ء
- ۱۵۴۔ نئے اردو پرانے چراغ۔ آل احمد سرحد۔ اردو اکیدھی سندھ کراچی ۱۹۵۱ء

- ۱۵۵ - وقائع نصیرضائی - نصیر الدین برلاس در ترجمہ محمد علی بہار، آل پاکستان ایجوکیشنل کالونز کراچی ۱۹۵۶ء
- ۱۵۶ - وسیلہ مغفرت - مولانا عبدالمصیح پیدلی - مطبوعہ
- ۱۵۷ - خدمت آسمان - آغا احمد علی - ایشیا پبلیک سوسائٹی آف بنگالی کلکتہ ۱۹۷۳ء
- ۱۵۸ - ہفت مسئلہ رحمانی اور لوائے مہاجر مکی (مطبوعہ)
- ۱۵۹ - ہندوستانی اخبار نویس - محمد عتیق صدیقی - انجمن ترقی ادب و ہند، علی گڑھ ۱۹۵۵ء
- ۱۶۰ - یادگار شہنشاہ عبدالغفار ضمیمہ - حیدر آباد دکن ۱۹۸۶ء
- ۱۶۱ - بابہ محمد طالب - الطاف حسین حالی - شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۳۲ء

رسائل و جرائد

- ۱ - آجکل (دہلی) فروری ۱۹۶۳ء (نواب غائب از ڈاکٹر شاہ احمد نادرانی)
- ۲ - آجکل (دہلی) مارچ ۱۹۵۵ء (غالب سوسائٹی - از سالک رام)
- ۳ - العلم (کراچی) اپریل ۱۹۶۹ء (غالب نصیر)
- ۴ - العلم (کراچی) اپریل ۱۹۷۱ء
- ۵ - العلم (کراچی) ۱۹۷۲ء (غالب سوسائٹی از ڈاکٹر محمد ایوب قادری)
- ۶ - المومنین مارچ ۱۹۷۲ء (جائیں اور اپنی حدیث اور محمد علیان جاویں)
- ۷ - البطل (کلکتہ) ۱۶ جون ۱۹۶۳ء
- ۸ - ذوالقرنین (جائیں) ہفتہ وار، مقتدا شاعین
- ۹ - سرحد کراچی جون جولائی ۱۹۷۳ء (نواب صدیق حسن خاں) ترجمہ محمد ایوب قادری
- ۱۰ - علی گڑھ میگزین ۱۹۷۸-۷۹ء (نواب غائب از غازی حیدر اودود)
- ۱۱ - عبرت، پنجاب آباد، ستمبر ۱۹۱۵ء (غالب کا مزار)
- ۱۲ - کتاب لاہور فروری مارچ ۱۹۶۶ء (غالبیات نصیر)
- ۱۳ - کمال، دہلی - جنوری ۱۹۶۲ء
- ۱۴ - ماہ نو، کراچی - فروری ۱۹۶۶ء (غالب کا کلکتہ سمیڈ احمد خاں)
- (غالب ادب بنگالی وقار خاں)
- ۱۵ - معارف اعظم گڑھ - اگست ۱۹۶۶ء (خانہ دار مفتاح شاعر کا دفتر گڑھ) ڈاکٹر
- ۱۶ - معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۶۹ء
- ۱۷ - میگزین اسلام آباد کالج بریلی ۱۹۶۹ء (غالب نصیر)

- ۱۸۔ نگار نام پور فردی ۱۹۶۳ء
 ۱۹۔ نقوش لاہور ۱۹۶۱ء
 ۲۰۔ نقوش لاہور اکٹوبر ۱۹۶۹ء (غائب بیروم)

۲۱۔ وطن لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۵ء

مکتوبات بنام راقم الحروف

- ۱۔ مولانا عبدالحمید جالینی مریض ۳۰ دسمبر ۱۹۶۹ء
 ۲۔ مولانا ضیاء العابدی جالینی ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء ۱۷ اپریل ۱۹۷۰ء
 ۳۔ شیخ شمس الدین میمن ۳۰ اپریل ۱۹۵۹ء ۱۹ مئی ۱۹۵۹ء
 ۴۔ یر حسین احمد میری موصولہ ۹ دسمبر ۱۹۶۸ء
 ۵۔ مولوی محبوب رضوی دیوبندی ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء ۲۰ مئی ۱۹۶۷ء
 ۶۔ وحید احمد سعید ۲ اگست ۱۹۶۱ء

۲۰٪	حبیب اللہ خاں خضنفر	مقالات خضنفر
۱۲٪	حبیب اللہ خاں خضنفر	اردو کا عروض
۴٪	حبیب اللہ خاں خضنفر	ہندی ادب
۲٪	ڈاکٹر محمد حسین	جدید اردو ادب
۲٪	وحید نسیم	عورت اور اردو زبان
۱۵٪	عبدالحلیم شرر	مشرقی ملک کا آخری نمونہ



غالب علی غالب